بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

جلد نہم

الیہ یرد ۲۵ - حم ۲۶ - قال فما خطبکم ۲۷

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ٥ پاکستان

نام کتاب: 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' جلد نہم

مفسر: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

کورڈیزائن و کمپیوٹرائزڈ کتابت: منصور احمد اشرفی (نیویارک، یو ایس اے)

اشاعت اول: پاکستان، ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۲ء

ناشر: محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی

ملنے کے پتے

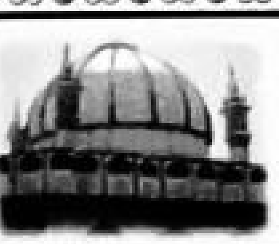
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 37247350 فیکس: 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-32212011 فیکس: 021-32210212

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



سید محمد مدنی اشرفی جیلانی



اجازت نامہ طباعت واشاعت برائے اردو تفسیر قرآن، بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی (کامل)

منکہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ابن مخدوم اہلسنت حضرت مولانا سید محمد المعروف بہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان ساکن اشرف پور، کچھوچھا، پرگنہ [illegible]، تحصیل ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی، کا ہوں۔۔۔اور۔۔۔اردو تفسیر قرآن بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی، کا مصنف ہوں۔ اس تفسیر کے جملہ حقوق انڈیا کے کاپی رائٹ قوانین کے تحت بحق مصنف محفوظ ہیں اور مصنف کی مرضی کے بغیر کوئی بھی اس تفسیر کو شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ میں بطور مصنف مکرمی و محترمی جناب حفیظ البرکات شاہ صاحب ولد حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری [illegible] مینیجنگ ڈائرکٹر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کو اپنی تصنیف سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی کی مندرجہ ذیل تحفظات کے ساتھ پاکستان میں شائع کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

(۱)۔۔۔مکرمی حفیظ البرکات شاہ صاحب مینیجنگ ڈائرکٹر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان کے علاوہ کوئی اور فرد یا ادارہ اس تفسیر کو شائع کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲)۔۔۔مکرمی حفیظ البرکات شاہ صاحب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تحت صرف پاکستان میں اور پاکستان کی ضرورت کے لیے ہی اس تفسیر قرآن کو شائع کرنے کے مجاز ہوں گے، باہر کسی اور ملک میں ایکسپورٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ خود بھی کسی اور فرد یا ادارے کو تفسیر اشرفی شائع کرنے کی اجازت دینے کے مجاز نہ ہوں گے۔

(۳)۔۔۔اس تفسیر قرآن کو جو کہ اردو زبان میں تصنیف کی گئی ہے کسی اور زبان میں ترجمہ کرنے، کرانے اور اسے شائع کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۴)۔۔۔سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی کے شروع میں جو مضامین بنام مقدمہ، مصنفین کے احوال کے تعلق سے، اور منظوم 'گزارش احوال واقعی' کے عنوان سے شامل کتاب ہیں، انہیں حذف نہیں کیا جائے گا اور ہمیشہ شامل اشاعت رکھا جائے گا۔۔۔نیز۔۔۔عرض ناشر وغیرہ میں تفسیر اشرفی کے محرکات ومحرکین کا ذکر بھی باقی رکھا جائے گا۔

(۵)۔۔۔ملک پاکستان میں قارئین کی ڈیمانڈ جب تک جاری رہے گی اس کی طباعت واشاعت کو روکا نہ جائے گا۔ یعنی سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی قارئین کے حصول کے لیے ہمیشہ مہیا رہے گی۔ اگر کسی وجہ سے اس کی طباعت واشاعت روک دی گئی تو مصنف کسی اور فرد یا ادارے کو اشاعت کی اجازت دینے کا مجاز ہوگا۔

(۶)۔۔۔محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی [illegible] نیویارک، امریکہ، امریکہ اور کینیڈا کے قارئین کی ضرورت کے لیے تفسیر اشرفی کا [illegible] ایڈیشن اپنی طرف پر چھپوانے اور شائع کرنے کے مجاز رہیں گے۔

(۷)۔۔۔اس اجازت طباعت واشاعت کے سلسلے میں مصنف یا ان کے ورثے میں کسی اور کی طرف سے کسی قسم کی رائلٹی یا منافع وغیرہ کی ڈیمانڈ نہیں کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو دین اسلام کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرماتا رہے۔

فقط

آمین بجاہ حبیب [illegible]

سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ [illegible]

جانشین محدث اعظم ہند

سجادہ نشین ومتولی درگاہ مخدوم اہلسنت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ

کچھوچھا شریف، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی، انڈیا

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

حسبِ معمول ایک دلچسپ نوٹ:

تفسیرِ اشرفی کی اِس جلد نہم کے متنِ تفسیر میں ۸،۳۵،۴۷۴ (آٹھ لاکھ پینتیس ہزار چار سو چوہتر) حروف ---۹۸،۰۴۰ (اَٹھانوے ہزار چالیس) الفاظ ---۷،۳۱۱ (سات ہزار تین سو گیارہ) سطریں ---اور ۳،۴۵۷ (تین ہزار چار سو ستاون) پیراگراف شامل ہیں---

کئی مرتبہ پروف ریڈنگ کی جاچکی ہے، پھر بھی اگر کوئی غلطی سامنے آئے، تو ہمیں اطلاع دے کر قارئین شکریہ کے مستحق ہوں--- ﴿ادارہ﴾

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔۔۔اَمَّابَعۡدُ

عرضِ ناشر

الحمدللہ! ثم الحمدللہ! کہ رب تبارک وتعالیٰ کی توفیقِ رفیق سے سیدالتفاسیر المعروف بہ تفسیرِ اشرفی کی جلد ہشتم جو کہ پچیسویں، چھبیسویں اور ستائیسویں پارے کی تفسیر پر مبنی ہے، قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ مفسرِ محترم حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرتِ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی صحت اور عمر میں برکت عطا ہو، اور تفسیری کام اِسی طرح چلتا رہے اور جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔﴿ آمین ﴾۔۔مزید برآں۔۔دلی مسرت کے ساتھ ہم یہ اعلان کر رہے ہیں کہ مفسرِ محترم کی اجازت بہ سعادت سے اب ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے مینیجنگ ڈائریکٹر جناب محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب تفسیرِ اشرفی کو پاکستان کے قارئین کے لیے شائع کیا کریں گے۔

ہم شیخ الاسلام والمسلمین کے تمام پُر اخلاص خادمین کے بھی شکر گزار ہیں جو ہر دفعہ ہمارے ساتھ کمپوزنگ، پروفنگ، اور دوسرے طباعتی واشاعتی مراحل میں ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن تمام اصحاب وافراد کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو مفسرِ محترم کی سرپرستی میں رہتے ہوئے دینِ اسلام کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

﴿ اٰمین! بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡمِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ﴾

۱۰رمُحَرَّمُ ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۳رنومبر ۲۰۱۲ء

چیئرمین
گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

ناچیز
محمد مسعود احمد
سہروردی، اشرفی

۲۵

اِلَیْہِ یُرَدُّ

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۹ر جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۲ر اپریل ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ، پچیسویں ۲۵ پارہ کی تفسیر شروع کردی۔ دُعا گو ہوں

کہ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی

سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِیۡن یَامُجِیبَ السَّائِلِیۡنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وَصٓ،

بِحَقِّ یَابُدُّوح وَبِحُرۡمَةِ سَیِّدِالۡمُرۡسَلِیۡنَ

سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِهَا

اُسی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا، اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے خول سے،

وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ

اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ، اور نہ جنے، مگر اُس کے علم میں۔ اور جس دن اعلان فرمائے گا اُنہیں کہ "کہاں ہیں میرے

شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ ﴿۴۷﴾

شریک لوگ؟" تو بول پڑے کہ "ہم بتا چکے تجھ کو، کہ نہیں ہے ہم میں کوئی گواہ"●

سورۂ زیرِ تفسیر کی آیت ۵۰ میں کافروں کا یہ خیال مذکور ہے کہ وہ گمان نہیں کرتے تھے کہ قیامت قائم ہوگی، تو وہ اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ چونکہ اِس کا بالذات علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اسی طرح اِس کائنات میں جو بھی حوادث رونما ہوتے ہیں، کسی مادہ کو جب بھی حمل ہوتا ہے۔۔یا۔۔وضع حمل ہوتا ہے، جب بھی باغات میں پھل لگتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں، سب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے، اور وہ بھی بغیر کسی آلہ وسبب کے اور بغیر تعلیم کے، بالذات یقینی اور قطعی علم ہوتا ہے۔ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام کو جو غیب کا علم ہوتا ہے اُس میں بھی وحی اور الہام کا ذریعہ ہے، بالذات انہیں بھی یہ علوم حاصل نہیں ہوتے ۔۔اسی لیے۔۔جب کوئی قیامت کے بارے میں پوچھتا ہے۔۔تو۔۔

(**اُسی کی طرف**) یعنی خدا ہی کی طرف (**حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا**) اور اُسی کی طرف حوالہ کرنا ہی چاہیے، کیونکہ اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا، (اور) یوں ہی (**نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے خول سے**) یعنی پردوں اور غلافوں میں سے، (**اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ**) انسانوں کی۔۔یا۔۔جانوروں کی (**اور نہ جنے**) ہی (**مگر اُس کے علم میں**)۔ یعنی یہ سب کچھ اُس کے علم کے باہر نہیں بلکہ وہ سب سے باخبر ہے۔ یعنی جس طرح قیامت کو وہ جانتا ہے، اُسی طرح پھل اور بچہ پیدا ہونے کا علم بھی اُسی کے واسطے خاص ہے۔

(اور) اَے محبوب! یاد کیجیے اُس دن کو (**جس دن**) حق تعالیٰ (**اعلان فرمائے گا انہیں کہ کہاں ہیں**) بزعم شما (**میرے شریک لوگ؟ تو بول پڑے کہ ہم بتا چکے تجھ کو کہ نہیں ہے ہم میں کوئی گواہ**) جو اُن کے متعلق شرکت کی گواہی دے، کیونکہ جب سے ہم نے اُن کا حالِ زار دیکھا ہے تو ہم اُن سے بیزار ہو چکے ہیں۔ یہ سوال اُن سے بطور زجر و توبیخ ہوگا۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ⁽⁴⁸⁾

اور کھو گیا اُن سے جن کی دُہائی دیتے تھے پہلے، اور سمجھ لیا کہ نہیں ہے اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ ●

(اور کھو گیا اُن سے) وہ، جن کو انہوں نے معبود بنا رکھا تھا، اور دُنیا میں (جن کی دُہائی دیتے تھے پہلے) اور اُن کی پرستش کرتے تھے۔ (اور) اب (سمجھ لیا کہ نہیں ہے اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ)۔ یعنی اُن کے لیے کوئی نجات کا راستہ نہیں۔ انسانی نفسیات کچھ ایسی ہے۔۔کہ۔۔۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ⁽⁴⁹⁾

نہیں تھکتا انسان بھلائی مانگنے سے، اور اگر پہنچی اُسے بُرائی، تو نا امید ہے بے آس ●

(نہیں تھکتا انسان بھلائی مانگنے سے) یعنی دُعائے خیر کرنے سے۔ (اور) یہ بات بھی ہے کہ (اگر پہنچی اُسے بُرائی)۔۔مثلاً: مفلسی اور بیماری وغیرہا، (تو نا امید ہے) راحت سے اور (بے آس) ہے رحمت سے۔ اور یہ یاس وقنوط کافروں اور گمراہوں کی صفت ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ

اور اگر چکھا دیا ہم نے اُسے رحمت اپنی طرف سے، بعد مصیبت کے جو اُسے پہنچی، تو ضرور بولے گا کہ "یہ میرا حق ہے اور میں

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔ اور اگر میں واپس کیا گیا اپنے رب کی طرف، تو میرے لیے اُس کے پاس یقیناً بھلائی ہے"

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ⁽⁵⁰⁾

تو ضرور ہم بتا دیں گے اُنہیں، جنہوں نے کفر کیا، جو کچھ اُنہوں نے کیا۔ اور ضرور چکھائیں گے اُنہیں گاڑھا عذاب ●

(اور اگر چکھا دیا ہم نے اُسے رحمت اپنی طرف سے) جیسے صحت۔۔یا۔۔دولت مندی دے دی (بعد مصیبت کے جو اُسے پہنچی، تو ضرور بولے گا کہ یہ) خیر وعافیت (میرا حق ہے) اور میں اس کا مستحق ہوں۔۔یا۔۔میرے واسطے ہمیشہ رہے گی کبھی زائل ہی نہ ہوگی۔ (اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے)۔ اِس سے بعث وحشر کا اِنکار مراد ہے۔ (اور اگر) قیامت قائم ہو ہی گئی، جیسا کہ مسلمانوں کو وہم ہے کہ قیامت قائم ہوگی، اور (میں واپس کیا گیا اپنے رب کی طرف، تو میرے لیے اُس کے پاس یقیناً بھلائی ہے)۔ یعنی نعمت وکرامت کا استحقاق میرے واسطے ثابت ہے، خواہ دُنیا میں خواہ عقبیٰ میں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ کافروں کی دو عجیب تمنائیں ہیں، جن میں ایک دُنیا میں ظاہر کرے گا دوسری عقبیٰ میں۔ دُنیا میں اُس کا کہنا یہ ہوگا کہ 'بہشت کی نعمتیں میرے واسطے ہیں'؛ اور عقبیٰ میں کہے گا کہ "کاش کہ میں مٹی ہوتا"۔ اور دونوں تمناؤں میں سے کوئی بھی پوری نہ ہوگی۔

(تو ضرور ہم بتادیں گے انہیں جنہوں نے کفر کیا، جو کچھ انہوں نے کیا) کفر اور تکذیب۔ **(اور)** عذاب کی فقط خبر کیا، بلکہ **(ضرور چکھائیں گے انہیں گاڑھا عذاب)**، یعنی بہت بڑا اور سخت عذاب اُن کو پہنچے گا برخلاف اُس کے جو وہ نعمت اور بزرگی حاصل ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِۦ

اور جب نعمت فرمائی ہم نے انسان پر، تو منہ پھیر لیا، اور ہٹ گیا اپنی طرف۔

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَآءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾

اور جب پہنچی اُسے برائی تو لمبی چوڑی دُعا والا ہے●

(اور جب نعمت فرمائی ہم نے انسان پر) یعنی جب ہم نعمت دیتے ہیں کسی کافر کو اور خیر و عافیت کا دروازہ کھولتے ہیں اُس کے لیے، **(تو منہ پھیر لیا)** شکر ادا کرنے سے **(اور ہٹ گیا اپنی طرف)** یعنی راہِ حق سے خود کو دُور کرلیا۔۔یا۔۔ اپنے کو کنارے کھینچتا ہے شکر گزاری سے۔ **(اور جب پہنچی اُسے بُرائی)** کوئی بلاء اور مصیبت، **(تو)** پھر وہ **(لمبی چوڑی دُعا والا ہے)**۔ بہت زیادہ اور بہت دیر تک دُعا مانگتا رہتا ہے۔ اَے محبوب! اُن سے۔۔۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِۦ مَنْ أَضَلُّ

پوچھو کہ "ذرا بتاؤ کہ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، پھر تم نے انکار کر دیا ہے اُس کا، تو کون زیادہ بے راہ ہے

مِمَّنْ هُوَ فِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾

اُس سے، جو دور دراز ضد میں ہے"●

(پوچھو کہ ذرا بتاؤ کہ اگر) درحقیقت **(یہ کتاب اللہ)** تعالیٰ **(کی طرف سے ہے)** اور **(پھر تم نے اِنکار کر دیا ہے اِس کا)** یعنی اِس پر غور و تامل نہیں کیا اور کافر ہو گئے، **(تو کون زیادہ بے راہ ہے اُس سے جو دُور دراز ضد میں ہے)**۔ یعنی تم سے زیادہ کون گمراہ ہے کہ ہمیشہ مقابلہ اور عناد اور فساد کرتے رہتے ہو۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا، اِس آیت میں انسان سے مراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف جیسے ہیں، جنہوں نے اسلام سے منہ پھیر لیا اور اُس سے دُور ہو گئے۔ اور یہ جو فرمایا کہ "پہلو بچا کر ہم سے دُور ہو جاتا ہے" اُس کا معنی ہے کہ وہ حق کی اطاعت اور اتباع سے خود کو بلند سمجھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے تکبر کرتا ہے۔ اور جب اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو پھر لمبی چوڑی دُعائیں کرتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور فریاد کرتا ہے۔۔ المختصر۔ کافر مصیبت میں اپنے رب کو پہچانتا ہے اور راحت میں اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔ تو۔۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

اب ہم دکھا ہی دیں گے اُنہیں اپنی نشانیاں، ہر طرف اور خود اُنہیں میں، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے اُنہیں،

اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

کہ بلاشبہ یہ حق ہے۔ کیا نہیں کافی ہے کہ "تمہارا رب، بلاشبہ ہر ایک کا گواہ ہے"●

(اب ہم دکھا ہی دیں گے انہیں) یعنی کفارِ قریش کو (اپنی نشانیاں ہر طرف اور خود اُنہیں میں)۔ یعنی ہم عنقریب اُن کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں بھی دکھائیں گے، اور خود اُن کے نفسوں میں بھی۔ (یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے اُنہیں کہ بلاشبہ یہ) قرآن بر (حق ہے)۔ اِسے برحق سمجھنے کے لیے (کیا نہیں کافی ہے کہ تمہارا رب بلاشبہ ہر ایک کا گواہ ہے)۔ یعنی اَے حبیب! اگر کفار تمہارے معجزوں سے اِنکار کرتے ہیں۔۔ یا۔۔ قرآنی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور اِس کو کلامِ خداوندی ماننے سے اِنکار کرتے ہیں، تو اُن کی بکواس کا خیال نہ کرو، اس لیے کہ تمہارا خالق تمہارا گواہ بس ہے۔ کافروں کی مذکورہ بالا سرکشی کی بنیادی وجہ کے تعلق سے۔۔۔

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ

یاد رکھو کہ وہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کے ملنے کی طرف سے۔ یاد رکھو کہ وہ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

ہر چیز کو گھیرے ہے●

ع ۱۰

(یاد رکھو کہ وہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کے ملنے کی طرف سے)۔ یعنی بعث اور جزا پر اُن کا ایمان نہیں۔۔ یوں ہی۔۔ اِس کا بھی یقین کر لو اور (یاد رکھو کہ وہ) یعنی ربِّ قدیر (ہر چیز کو گھیرے

ہے)۔علم وقدرت کے ساتھ،اور سب چیزوں کی جمعیت اور تفصیلیں جانتا ہے۔اور جو کچھ اپنے ملک میں کرنا چاہے کرسکتا ہے، کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۹/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲/اپریل ۲۰۱۲ء

بروز دوشنبہ،'سورہ حم السجدۃ' کی تفسیر مکمل کرکے، آج ہی 'سورہ الشوریٰ' کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔مولیٰ تعالیٰ پورے قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے،اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰہٰ وَیٰسٓ،

بِحُرْمَۃِ سَیِّدِالْمُرسَلِینَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

سورۃ الشوریٰ ۴۲ مکیۃ ۶۲ — آیاتہا ۵۳ رکوعاتہا ۵

سورۂ الشوریٰ۔۔۴۲ مکیہ ۶۲ آیاتہا ۵۳۔۔رکوعاتہا ۵

اِس سورہ کا نام 'الشوریٰ' ہے، جس کا معنیٰ 'مشورہ' ہے۔ اِس سورت کی آیت ۳۸ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنے کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں، کیونکہ ہر شخص نہ عقلِ کل کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہر شخص کی ہر رائے صائب اور صحیح ہوتی ہے۔ جمہور علماء اور مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مکی ہے۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کو مدنی آیات میں شمار کیا ہے۔ مقاتل نے کہا ہے کہ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ مدنی ہے۔۔نیز۔۔انہوں نے کہا کہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ بھی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا ہے کہ اِس سورت کا نزول بعثتِ نبوی کے آٹھویں سال میں ہوا ہے جب اہلِ مکہ سے بارش روک لی گئی تھی، اور بعثتِ نبوی کے نویں سال تک اُس کا نزول جاری رہا۔ اُس وقت نقباءِ انصار مدینہ سے مکہ حاضر ہوکر 'لیلۃ العقبہ' میں مشرف باسلام ہوچکے تھے۔

اِس سورۂ مبارکہ کا آغاز حروفِ مقطعہ یعنی ح، م، ع، س، ق سے کیا گیا ہے۔ اِس کا ہر

ہر حرف اسرار و معانی کی ایک کائنات اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کا علم صرف اُسی عالم الغیب والشھادہ کو ہے جس نے اِسے نازل فرمایا۔۔یا۔۔ پھر اُس کے بتانے اور علم دینے سے اُس کے محبوب ﷺ کو ہے جس پر یہ حروف نازل فرمائے گئے۔۔یا۔۔ دیگر محبوبین کو بھی اللہ تعالیٰ نے جس قدر انہیں عطا فرمایا ہے۔

یہ حروف اگر ایک طرف اشارہ ہے حرق، مہلکہ، عذاب، مسخ، قذف یعنی ہونے والے فتنے اور واقعات کی طرف، تو دوسری طرف حکم، مجد، علم، سنا اور قدرت کی طرف بھی اشارہ ہے، اور حکیم، مجید، علیم، سمیع اور قدیر کی حمد کو بھی متضمن ہیں۔۔نیز۔۔ اُن عطاؤں کی طرف بھی اشارہ ہے جو حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت فرمائیں۔ 'حٰ' اشارہ ہے حوضِ مورود یعنی حوضِ کوثر کی طرف، کہ اُس حوض سے اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب کردیں گے۔ اور 'میم' مُلکِ ممدود کی طرف کہ مشرق سے مغرب تک آپ کی امت کے تصرف میں آئے گا، اور 'عین' آپ کے عزوجاہ کی طرف، اس واسطے کہ آپ حق تعالیٰ کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور 'سین' آپ کی سنائے مشہود کی جانب کہ آپ کے مرتبہ کی بلندی کو کوئی نہیں پہنچتا۔ اور 'قاف' مقامِ محمود کی طرف کہ شبِ معراج میں درجہء اَوْ اَدْنٰی ہے، اور قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ ہے۔ ایسی مبارک اور اسرار و معارف سے بھری ہوئی سورتِ عظیمہ کو۔۔یا۔۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ

ح م ● ع س ق ● اسی طرح وحی بھیجتا ہے تمہاری طرف اور اُن کی طرف، جو تم سے پہلے ہوئے،

اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝۳

اللہ عزت والا حکمت والا ●

(ح م ● ع س ق) ایسے ہی معانی، جیسے اِس سورت میں ہیں۔ (اسی طرح وحی بھیجتا ہے

تمہاری طرف اور اُن کی طرف جو تم سے پہلے) رسول (ہوئے) وہ (اللہ) تعالیٰ جو (عزت والا) غالب ہے اور اُسے وحی نازل کرنے سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا۔ اور (حکمت والا) ہے اور اُس کے حال کو بخوبی جانتا ہے جس پر وحی نازل ہونا سزاوار ہو۔ اُس کی عظمت و برتری اور حکمت وعزت کا عالم یہ ہے کہ۔۔۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾

اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہی نہایت بلند عظمت والا ہے●

(اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں) میں ہے علویات، (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم سفلیات۔ (اور وہی نہایت بلند عظمت والا ہے)۔ یعنی وہ برتر ہے اور بہت بزرگ ہے کہ بڑائی اور پادشاہی اُسی کی شان ہے۔ ایسی عظمت والا کہ اُس کے جلال کے ظاہر ہونے پر قریب ہے۔۔۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

کہ پھٹ پڑیں سارے آسمان اپنی بلندی سے، اور فرشتے پاکی بولتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ،

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

اور مغفرت مانگتے ہیں اُن کے لیے جو زمین میں ہیں۔ یاد رکھو کہ بلاشبہ اللہ

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

ہی غفور رحیم ہے●

(کہ پھٹ پڑیں سارے آسمان اپنی بلندی سے)۔ یعنی پہلے وہ آسمان پھٹے جو بہت بلند ہے، پھر اُس کے نیچے کا ایک ایک آسمان پھٹ جائے۔

سب سے اوپر والا آسمان سارے آسمانوں کو محیط ہے اور سب سے بڑا ہے، تو اُس سے پھٹنے کی ابتداء عظمتِ پروردگار کے آثار پر بڑی دلیل ہے۔

(اور) اُس کی شان یہ ہے کہ (فرشتے) جن میں حاملانِ عرش بھی شامل ہیں، (پاکی بولتے ہیں (اپنے رب کی حمد کے ساتھ)، اس واسطے کہ ایک یعنی تسبیح نفی ہے ان چیزوں کی جو اُس کی ذات کے لائق نہیں، اور دوسری یعنی حمد اثبات ہے، اُن باتوں کا جو اُس کی شان کے لائق ہیں۔ (اور) وہ فرشتے (مغفرت مانگتے ہیں اُن) مؤمنین (کے لیے جو زمین میں ہیں)۔

سننے والو گوش ہوش سے سنو! اور (یادرکھو کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (ہی غفور رحیم ہے)۔ یعنی وہی بخشنے والا ہے بندوں کے گناہوں کو اور وہی مہربانی فرمانے والا ہے اُن پر، توبہ قبول فرما کر۔ تو یہ مغفرت و رحمت کا اعزاز انہیں کے لیے ہے جو ایمان والے ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ

اور جنہوں نے بنالیا ہے اُس کے خلاف اپنے والی، اللہ نگراں ہے اُن پر۔

وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۞

اور تم نہیں ہو اُن کے ذمہ دار●

(اور) رہ گئے وہ (جنہوں نے بنالیا ہے اُس کے خلاف اپنے والی)، یعنی خدا کے سوا کو اُس کا مثل اور شریک قرار دے دیا اور محبت کے ساتھ اس کی پرستش کرتے ہیں، تو (اللہ) تعالیٰ (نگراں ہے اُن پر) یعنی اُن کے اقوال واحوال واعمال پر، تو اُن کے مناسب جزا دے گا۔ (اور) اَے محبوب! (تم نہیں ہو اُن کے ذمہ دار) کہ اُن کے اعمال کی محافظت کرو، بلکہ تمہارا کام خدا کی طرف بلانا اور احکام شریعت پہنچانا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا

اور اسی طرح وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف قرآن کی عربی زبان میں، کہ ڈرسناؤ آبادیوں کی اصل مکہ کو، اور اُس کے چوطرف والوں کو،

وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ۞

اور ڈرادو اکٹھا ہونے کے دن سے، جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ ایک جماعت جنت میں اور ایک جمعیت جہنم میں●

(اور) اَے محبوب! جس طرح ہر پیغمبر پر ہم نے اُس کی قوم کی زبان میں وحی بھیجی (اُسی طرح وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف قرآن کی عربی زبان میں) جو تمہاری قوم کی زبان ہے، تا (کہ ڈرسناؤ آبادیوں کی اصل) یعنی (مکہ) کے رہنے والوں (کو، اور اُس کے چوطرف) رہنے (والوں کو)، یعنی جو کوئی اُس کے گرداگرد ہیں اُسے، یعنی سب شہر والوں کو۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ تمام زمین کو مکہ معظمہ ہی کی زمین سے پھیلایا ہے، تو سب شہروں کی اصل وہی ہے اور سب شہر اُس کے اردگرد ہیں۔

(اور ڈرادو) سب کو (اکٹھا ہونے کے دن سے)، یعنی قیامت کے روز سے (جس میں کوئی

شک نہیں ہے)۔یعنی اُس کے واقع ہونے میں شک نہیں، یقیناً اُسے واقع ہونا ہے۔
حق تعالیٰ نے 'روز جمع' اس لیے فرمایا کہ اولین وآخرین ساری مخلوق سب وہاں مجتمع ہوگی ۔۔یا۔۔جمع کریں گے ارواح۔۔یا۔۔اجسام۔۔یا۔۔اعمال کو۔۔یا۔۔ہر ایک کواُس کے مثل کے ساتھ اور اجتماع اور حساب کتاب کے بعد پھر اُن کو متفرق کر دیں گے اس طرح۔۔۔
(کہ ایک جماعت جنت میں) پہنچادی جائے گی اور وہ مؤمن اور موحد لوگ ہوں گے۔**(اور ایک جمعیت جہنم میں)** جھونک دی جائے گی اور وہ منافق اور مشرک لوگ ہوں گے۔تو اَے محبوب! آپ کے فریضہء نبوت میں اُن کو بزور اور جبراً مؤمن اور موحد بنانا نہیں ہے۔
ہاں اگر اللہ چاہتا تو اُن سب کو اپنی قدرت سے جبراً مؤمن اور موحد بنا دیتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ قادر ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض کو مؤمن بنایا اور بعض کو اُن کے کفر پر چھوڑ دیا، اس لیے فرمایا اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔
اِس قول میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کو ایمان اور اطاعت میں داخل کرتا ہے، اور جس کو وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا اُس کے ولی اور نصیر ہیں، یعنی انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام اُن کے دُنیا اور آخرت میں کارساز اور مددگار ہیں، جن کے وسیلے سے اُن کو دُنیا میں نعمتیں حاصل ہوں گی اور اُن کی دُعائیں قبول ہوں گی۔اور آخرت میں ان کی شفاعت ان کے کام آئے گی اور ان کو عذاب سے نجات ملے گی اور جنت ملے گی۔اور دوسرا گروہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں داخل نہیں کیا وہ آخرت میں بے یار و مددگار ہوگا۔۔چنانچہ۔۔ فرمانِ خداوندی۔۔۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ

اور اگر چاہتا اللہ، تو یقیناً کر دیتا اُنہیں ایک ہی قوم لیکن وہ داخل فرماتا ہے جسے چاہے

فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞ ۸

اپنی رحمت میں۔اور اندھیر والوں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار ہے●

(اور) ارشادِ ربانی ہے کہ **(اگر چاہتا اللہ)** تعالیٰ **(تو یقیناً کر دیتا انہیں ایک ہی قوم)** جو راہِ ہدایت پر ہوتی۔۔یا۔۔طریقِ ضلالت پر ہوتی، یعنی سب کے سب مؤمن ہوتے۔۔یا۔۔سب کے سب کافر ہوتے۔**(لیکن)** اُس نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ **(وہ داخل فرماتا ہے جسے چاہے)** ہدایت فرما کر اور

عبادت کی توفیق دے کر (اپنی رحمت میں) یعنی بہشت میں، (اور اندھیر والوں کا) یعنی منافقوں اور مشرکوں کا (نہ کوئی یار ہے) جو اُن کے کام کا متولی ہو، (اور نہ) ہی کوئی (مددگار ہے) جو اُن کے اوپر سے عذاب اٹھائے۔ آخر یہ منافقوں اور مشرکوں کی بے راہ روی اور سرکشی کس لیے ہے؟۔۔۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ

"کیا بنالیا اُنہوں نے اللہ کے خلاف دوسرے والی؟" تو اللہ ہی والی ہے، اور وہ زندہ کرے گا مُردوں کو۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ ع ۲

اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے●

(کیا بنالیا انہوں نے اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) اور اُس کے مدمقابل (دوسرے والی)، جیسے اُن کے بت جن کی محبت کا دم بھرتے اور دعویٰ کرتے تھے، آج میدانِ حشر میں دیکھ لو کہ یہ کسی کام کے نہیں، یہ کیا کسی کی مدد کریں گے۔ (تو) یادرکھو کہ صرف (اللہ) تعالیٰ (ہی والی ہے) جو دوستوں کی دستگیری فرماتا ہے۔ (اور وہ زندہ کرے گا مُردوں کو) اپنی قدرت سے، اور یہ کام بتوں کے بس کی بات نہیں (اور) یہ خدا ہی کرسکتا ہے، کیونکہ (وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے) جو چاہے کرے۔ اِن کافروں کے بتوں کو یہ قدرت نہیں۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ

اور جس بات میں تم لوگوں نے اختلاف کیا ہے، تو اُس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔" یہ ہے اللہ میرا رب،

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰

اُسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں"●

اِس سے پہلی آیتوں میں یہ بتایا تھا کہ کافروں کو مؤمن بنادینا رسول اللہ ﷺ کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہے، اور اِس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ کسی معاملہ میں بھی بحث نہیں کرنی چاہیے، اُن کافروں کے ساتھ جس چیز میں بھی اختلاف ہو اُن کو چاہیے کہ اُس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن اہلِ حق کو جزا دے گا اور اہلِ باطل کو سزا دے گا۔ اپنے نزاعی معاملات کے تصفیے کی یہ بہترین۔۔۔

(اور) آسان شکل ہے کہ (جس بات میں تم لوگوں نے اختلاف کیا ہے، تو) طے کرلیا جائے

کہ (اُس کا فیصلہ اللہ) تعالیٰ (کے سپرد ہے) اور وہ حکم کرے گا اُس باب میں قیامت کے دن۔ (یہ ہے اللہ) تعالیٰ (میرا رب) جو خود حق ہے اور حق حکم کرنا جس کی صفت ہے، (اُسی پر میں نے بھروسہ کیا) اپنے سب کاموں میں اور اپنے سب مہمات اُسی کے کرم پر حوالہ کر دیے۔ (اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔ فی الحقیقت بندے کے واسطے اُس کی درگاہ کے سوا کوئی رجوع کرنے اور پھرنے کی جگہ نہیں۔

مفسرینِ کرام نے اِس آیت کریمہ کے اور بھی محامل بیان فرمائے ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

﴿۱﴾۔۔مسلمانوں کا جس سے بھی کوئی اختلاف ہو، تو وہ اس معاملہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرائیں، کسی اور سے فیصلہ نہ کرائیں۔۔ چنانچہ۔۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو، تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔"

﴿۲﴾۔۔جب تمہارا کسی ایسی چیز میں اختلاف ہو جس کے علم اور اُس کی حقیقت تک رسائی کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو، تو اُس چیز کے فیصلہ کو تم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو، جیسے کہ روح کی حقیقت کو جاننے کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ "اور یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔"

﴿۳﴾۔۔اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ مسلمانوں سے یہ فرمائیں کہ جب تمہارا کسی معاملہ میں کفار سے اختلاف ہو، تو اُن سے بحث نہ کرو اور اُس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دو۔

﴿۴﴾۔۔اِس آیت میں علماء کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب اُن کے سامنے کوئی نیا مسئلہ آئے، تو اُس کا حل قرآنِ مجید، رسول اللہ ﷺ کی سنت، اور اجماعِ امت میں تلاش کریں۔

﴿۵﴾۔۔عام مسلمانوں کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اور اُن کو اُس کا شرعی حکم معلوم نہ ہو، تو وہ خود اپنی عقل سے اُس کا حکم تلاش نہ کریں، بلکہ اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ علماء سے اُس کا حل دریافت کریں۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ "اگر تم کو کسی چیز کا علم نہیں، تو اہلِ علم سے اُس کو دریافت کرو۔"

اِس مقام پر یہ خیال رہے کہ 'قیاسِ صحیح' یعنی 'قیاسِ مجتہد' جو قرآن وسنت اور اجماع کے ضابطوں

کی روشنی میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی دلیلِ شرعی ہے۔تو ضرورت کے وقت اُس کی طرف رجوع بھی دراصل قرآن وسنت اور اجماعِ امت ہی کی طرف رجوع ہے۔۔المختصر۔۔اللہ کی طرف رجوع اصل الاصول ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ

بنانے والا آسمانوں اور زمین کا۔پیدا کیا تمہارے لیے تمہیں سے جوڑے، اور

مِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ ؕ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ

چوپایوں سے جوڑے۔پھیلاتا رہتا ہے تمہیں اُسی انداز میں۔نہیں ہے اُس جیسے کی طرح کوئی۔

وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿۱۱﴾

اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے●

وہ اللہ جو۔۔۔(بنانے والا) ہے (آسمانوں اور زمین کا)، جس کی شانِ کریمی یہ ہے کہ (پیدا کیا تمہارے لیے تمہیں سے جوڑے)، یعنی تمہاری ہی جنس سے عورتیں۔(اور چوپایوں سے جوڑے)، قسمیں طرح طرح کی۔اور (پھیلاتا رہتا ہے تمہیں اُسی انداز میں)، یعنی یوں ہی لڑکوں اور اُن کی جوروں کو پیدا فرماتا رہتا ہے۔(نہیں ہے اُس جیسے کی طرح کوئی) یعنی اُس ذات کی طرح کوئی نہیں۔

یہ عرب کا ایک محاورہ ہے جس میں 'مثل' ذات کے معانی میں ہے، جیسے کہتے ہیں مثلك لا يفعل كذا یعنی آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔یا۔۔ مثلك لا يبخل یعنی آپ بخیل نہیں، تو اب لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ کا معنی ہوا، خدا کی ذات بے مثل ہے۔

(اور وہی سننے والا) ہے سب سننے کی باتیں، اور (دیکھنے والا ہے) سب دیکھنے کی چیزیں۔ وہی ہے خالق کائنات، قادرِ مطلق اور مالکِ کل۔

لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ

اُسی کی ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔کشادہ فرمادے روزی جس کی چاہے، اور تنگ بھی کرے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲﴾

بے شک وہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

(اُسی کی ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین) کے خزانوں (کی)۔یعنی رزق کی کنجیاں سب اُسی

کے دستِ قدرت میں ہیں۔اس واسطے کہ آسمانوں کا خزانہ مینھ ہے اور زمین کا خزانہ اُگنے والی چیزیں۔ اُسی کو پورا اختیار ہے کہ (کشادہ فرمادے روزی جس کی چاہے) اپنے ارادہ سے، (اور تنگ بھی کرے) جس کی چاہے اپنی مشیت سے۔ (بے شک وہ ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔ چیزوں کے قبض اور بسط کے دقیقے سب اُس پر واضح ہیں، وہ اُن سب کو بخوبی جاننے والا ہے۔ یہ بھی اُس کا بڑا ہی فضل و کرم ہے کہ۔۔۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

راہ بنائی تم لوگوں کے لیے دین کی جس کا حکم دیا تھا نوح کو، اور جو وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف، اور جس کا

وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

حکم دیا ہم نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو کہ "تم لوگ درست رکھو دین کو، اور نہ پھوٹ ڈالو اِس میں۔"

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ

گراں گزرا مشرکوں پر جس کی طرف بُلاتے ہو تم اُنہیں۔ اللہ چن لے اپنی طرف

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

جسے چاہے، اور راہ دے اپنی طرف اُسے، جو رجوع کرے●

(راہ بنائی تم لوگوں کے لیے دین کی) وہی (جس کا حکم دیا تھا نوح کو، اور جو وحی بھیجی ہم نے تمہاری طرف اور جس کا حکم دیا ہم نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو) اصولِ دین میں سے، یہ (کہ تم لوگ درست رکھو دین کو)، یعنی دین کی جس جس چیز پر ایمان لانا واجب ہے اُس پر ایمان قائم رکھو اور خدا کی فرمانبرداری کرتے رہو، (اور نہ پھوٹ ڈالو اس میں)۔ یعنی دین کی اصل توحید اور طاعت ہے، تو اس میں اختلاف نہ کرو اس واسطے کہ شریعتوں کے فروع میں زمانوں اور وقتوں اور بندوں کی مصلحتوں کے موافق اختلاف ہوتا ہے، مگر اصلِ دین میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اصلِ دین تمام انبیاءِ کرام کی ہدایتوں میں مشترک رہا۔

(گراں گزرا مشرکوں پر جس کی طرف بلاتے ہو تم انہیں)، یعنی توحید کو اپنانے اور شرک سے بچنے کا پیغام مشرکوں پر گراں گزرا۔ اب اگر اُس گرانی کی وجہ سے مشرکین تمہارے پیغام کو قبول نہیں کرتے تو فکر نہ کرو، اس واسطے کہ حق راستہ دکھا دینا یہ تمہاری ذمہ داری ہے، راستے پر لا کر کھڑا کر دینا

یہ تمہارا فریضہ نہیں، یہ تو اللہ نے اپنے ذمہ کرم میں رکھا ہے۔۔چنانچہ۔۔(اللہ) تعالیٰ (چن لے) صحیح اور درست دین، یعنی (اپنی) ہدایت کی (طرف) جدھر تم انہیں بلاتے ہو (جسے چاہے، اور راہ دے اپنی طرف اُسے جو رجوع کرے)۔

یعنی جو کوئی غیر خدا سے منہ پھیر کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسے سیدھی راہ دکھاتا ہے ۔۔الختصر۔۔اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی دوستی کے لیے برگزیدہ کرے۔۔یا۔۔جسے چاہے منصبِ رسالت عطا فرمادے۔۔یا۔۔جسے چاہے صحیح راستے کی ہدایت فرمائے۔ یہ سارے امور اُسی کی مشیت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں ہر نبی ورسول کے عہد والوں کو حکم تھا کہ دین میں پھوٹ نہ ڈالو، لیکن عاد وثمود واصحابِ ایکہ وغیرہ دین کے باب میں پراگندہ ہو گئے۔۔۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اور نہیں پھوٹ ڈالی اُنہوں نے، مگر بعد اِس کے کہ آچکا تھا اُن کے پاس علم، آپس کی ضد سے۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات،

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

جو پہلے ہو چکی تمہارے رب کی طرف سے ایک میعاد مقرر تک، تو ضرور فیصلہ کردیا جاتا اُن کے درمیان۔ اور بے شک جو

اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

وارث بنائے گئے کتاب کے اُن کے بعد، یقیناً شک میں ہیں تردّد کرنے والے●

(اور) وہ بھی (نہیں پھوٹ ڈالی اُنہوں نے مگر بعد اِس کے کہ آچکا تھا اُن کے پاس علم) ان کے پیغمبروں کے خبر دینے سے۔۔یا۔۔یہود ونصاریٰ دین سے نہیں پھرے مگر جب کہ پیغمبرِ اسلام کو توریت اور انجیل کی آیتوں سے پہچان لیا۔ اور ظاہر ہے کہ علم حاصل ہو جانے کے بعد تفرق سراسر گمراہی ہے اور اُن کا پھر جانا (آپس کی ضد سے) تھا، جو ریاست وجاہ طلبی کا ثمرہ ہے۔۔یا۔۔اُس حسد کے سبب سے تھا جو پیغمبر کے ساتھ رکھتے تھے۔

(اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے ہو چکی تمہارے رب کی طرف سے ایک میعاد مقرر تک) اُن کو مہلت دینے کے باب میں آخر عمر۔۔یا۔۔روزِ قیامت تک کی، (تو ضرور فیصلہ کردیا جاتا اُن کے درمیان)۔ اہلِ باطل پر عذاب نازل کر کے، اور اہلِ حق کو نجات دے کر۔ (اور بے شک جو وارث بنائے گئے کتاب کے) یعنی قرآن کے (اُن کے بعد)، یعنی اگلی امتوں کے بعد، (یقیناً شک میں ہیں)

دین۔۔یا۔قرآن۔۔یا۔۔پیغمبر کی طرف سے اور (تردد کرنے والے) ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ

تو اِسی لیے پھر بلاؤ، اور جمے رہو جس طرح حکم دیا گیا تمہیں، اور مت چلواُن کی خواہشوں پر، اور کہہ دو کہ

اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمُ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا

"میں نے مان لیا جو کچھ اتارا اللہ نے کتاب۔اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ انصاف کرتا رہوں تم لوگوں کے درمیان۔اللہ ہمارا رب ہے

وَرَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا

اور تمہارا پالنے والا ہے۔ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے کرتوت۔کوئی بحث نہیں چھوٹی ہمارے

وَبَيۡنَكُمُ ؕ اَللّٰهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ؕ ﴿۱۵﴾

اور تمہارے درمیان۔اللہ اکٹھا کرے گا ہم سب کو، اور اُسی کی طرف پھرنا ہے"•

(تو) اَے محبوب! (اِسی لیے پھر بلاؤ) انہیں ملتِ اسلام پر متفق ہو جانے کی طرف، (اور جمے رہو جس طرح حکم دیا گیا تمہیں)۔یعنی اپنی دعوت پر قائم رہو اور دین وملت پر ثابت قدم رہو۔(اور مت چلواُن کی خواہشوں پر) دینِ حق سے انحراف کی صورت میں۔۔۔ولید ابن مغیرہ اپنا آدھا مال دینے کو تیار ہے اور شیبہ بن ربیعہ اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کر دینے پر راضی ہے۔۔۔

تو اَے محبوب! سنا دو اُن کو (اور کہہ دو کہ میں نے مان لیا جو کچھ اُتارا اللہ) تعالیٰ (نے کتاب) مجھ پر اور انبیاء پر مجھ سے پہلے، یعنی جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں سب پر ایمان رکھتا ہوں اور حق تعالیٰ نے سب کتابوں میں توحید کا حکم کیا ہے۔(اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ انصاف کرتا رہوں تم لوگوں کے درمیان)۔یعنی اشراف اور ارزال کو برابر حق کی طرف بلاؤں اور احکام پہنچانے میں کسی کی طرف جھک نہ جاؤں۔(اللہ) تعالیٰ (ہمارا رب ہے اور تمہارا پالنے والا ہے۔ہمارے لیے ہمارے عمل) کی جزائیں (ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے کرتوت) کی سزائیں ہیں۔

۔۔یا یہ کہ۔۔

ہر شخص کے عمل کا مواخذہ اُسی سے کیا جائے گا، تو نہ تو ہمارے اعمال کا مواخذہ تم سے کیا جائے گا اور نہ ہی تمہارے اعمال کا مواخذہ ہم سے کیا جائے گا۔ہر فرد اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار اور اُس کے تعلق سے جوابدہ ہے۔(کوئی بحث نہیں چھوٹی ہمارے اور تمہارے درمیان)۔حق ظاہر ہو چکا، اتمام حجت

ہو چکی، اب خصومت کرنے کی مجال نہیں رہی۔ اور اگر اب کوئی خلاف کرے، تو عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہوگا۔ (اللہ) تعالیٰ قیامت میں (اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اُسی کی طرف پھرنا ہے) سب کو۔

بعضوں کے نزدیک خصومت نہ کرنے کا حکم آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ

اور جو دلیل بازی کریں اللہ کے بارے میں بعد اِس کے کہ "مان لیا گیا ہے اُسے،" اُن کی کٹ حجتی

دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

بے بنیاد ہے اُن کے رب کے نزدیک، اور اُن پر غضب ہے، اور اُنہیں کے لیے سخت عذاب ہے●

(اور جو دلیل بازی کریں اللہ) تعالیٰ (کے بارے میں بعد اِس کے کہ مان لیا گیا ہے اُسے)، یعنی اللہ کا قول روزِ میثاق میں اور اُس کے رب ہونے کا اقرار کر چکے ہیں۔

۔۔یا۔۔ یہود مراد ہیں کہ انہوں نے خدا کی بات توریت میں مان لی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔۔ یا یہ کہ۔۔ جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کی دُعا قبول فرمائی اور معجزے ظاہر فرمائے، جو اُن کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

(اُن کی کٹ حجتی بے بنیاد ہے اُن کے رب کے نزدیک)، اس واسطے کہ معجزے ظاہر ہونے کے بعد دشمنوں کا حجتیں کرنا محض عناد ہے، (اور اُن پر غضب ہے) خدا کا، کیونکہ وہ دینِ خداوندی کو باطل ثابت کرنے کی نیت سے جھگڑ رہے ہیں۔ (اور انہیں کے لیے سخت عذاب ہے) آتشِ دوزخ کا اُن کے کفر کے سبب سے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ

اللہ ہے جس نے اُتارا کتاب کو بالکل درست، اور انصاف کے ترازو کو۔ اور کیا خبر تجھے

لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾

کہ قیامت نزدیک ہی ہو●

(اللہ) تعالیٰ (ہے جس نے اتارا کتاب کو بالکل درست) یعنی صحت اور درستی کے ساتھ، (اور) قائم فرمایا (انصاف کے ترازو کو) جس میں تولنے کی چیزیں تولی جاتی ہیں، تاکہ لوگ بیچنے اور مول لینے کے باب میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔

بعض محقق لوگ اِس بات پر ہیں کہ ترازو سے معاملات میں عدل مراد ہے۔ اور عدل اور راستی کو ترازو کے ساتھ کنایہ کیا ہے، اس لیے کہ ترازو آلہ عدل ہے اور عدل کرنا عبارت ہے عدل کے حکم سے۔ 'عین المعانی' میں ہے کہ ترازو سے ذاتِ محمدی ﷺ مراد ہے، اس واسطے کہ عدل کا قاعدہ اور قانون آپ ہی کے سبب سے درست ہوتا ہے، اور عدل کرنا آپ کو رسول کر کے بھیجنا ہے۔۔ الختصر۔۔ **اَلْکِتٰبَ** سے قرآن مراد ہے اور **اَلْمِیْزَانَ** سے صاحبِ قرآن مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کے برحق ہونے پر دلائل قائم فرما دیے، تو اسلام کے مخالفین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کافروں اور مشرکوں کو عموماً قیامت کے اچانک واقع ہونے سے ڈراتے تھے، اور اہلِ مکہ نے ابھی وقوع قیامت کی علامات میں سے کوئی علامت نہیں دیکھی تھی، اس لیے وہ آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ کاش قیامت ہوجاتی تا کہ ہم کو بھی پتا چل جاتا کہ آیا ہم حق پر ہیں یا محمد ﷺ حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔۔۔

(اور) اَے مخاطب! (کیا خبر تجھے کہ قیامت نزدیک ہی ہو)۔ یعنی یقیناً جس ساعت میں قیامت قائم ہوگی وہ نزدیک ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔۔۔

اس لیے کہ **لَعَلَّ** یعنی شاید کا لفظ کلامِ الٰہی میں تحقیق ہی کے لیے ہوتا ہے۔

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ

جلدی مچاتے ہیں اُس کی وہی، جو اُس کو نہیں مانتے، اور جو مان چکے ہیں کانپ رہے ہیں اُس سے۔

وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ

اور جانتے ہیں کہ "بلاشبہ وہ حق ہے۔" یاد رکھو کہ جو شک کریں

فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ۝۱۸

قیامت کے بارے میں، یقیناً دُور دراز کی بے راہی میں ہیں●

(جلدی مچاتے ہیں اُس کی وہی جو اُس کو نہیں مانتے) یعنی اُس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی کرتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے۔ **(اور جو مان چکے ہیں کانپ رہے ہیں اس سے)**، یعنی جو لوگ قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں وہ اُس کے آنے سے ڈرتے ہیں، اس واسطے کہ وہ نہیں جانتے کہ

خدا اُن کے ساتھ کیا کرے گا؟ اور حساب کیونکر ہوگا؟ اور جزا کیا ملے گی؟ **(اور جانتے ہیں کہ بلاشبہ وہ حق ہے)** یعنی قیامت کا آنا برحق ہے۔ **(یادرکھو! کہ جو شک کریں قیامت کے بارے میں، یقیناً دُور دراز کی بے راہی میں ہیں)**۔ یعنی گمراہی میں ہیں اور راہِ صواب سے بہت دُور ہیں۔ حق تعالیٰ نہیں پسند فرماتا کہ اُس کے بندے راہِ صواب سے ہٹے رہیں۔۔ کیونکہ۔۔

ع۲

اَللّٰهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾

اللہ لطف فرمانے والا ہے اپنے بندوں پر، روزی دے جسے چاہے، اور وہی قوت والا عزت والا ہے●

(اللہ) تعالیٰ **(لطف فرمانے والا ہے اپنے بندوں پر)**، یعنی اپنے بندوں کو نیکی کی توفیق دینے والا ہے اور گناہوں سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اِس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر شفیق ہے۔ عکرمہ نے کہا وہ بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے۔ مقاتل نے کہا کہ وہ نیک اور بد دونوں کے ساتھ لطیف ہے کیونکہ وہ بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے اُن کو بھوکا نہیں مارتا۔ یہ اُس کی مہربانی ہی ہے کہ۔۔۔

(روزی دے جسے چاہے اور وہی قوت والا) ہے مہربانی اور رحمت میں، اور **(عزت والا ہے)** یعنی غالب ہے حکم اور ارادے میں۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمانے میں دُو اعتبار سے لطیف ہے۔ ایک یہ کہ اُس نے تم کو طیبات سے رزق عطا فرمایا ہے، دوسرے یہ کہ اُس نے تم کو ایک ہی بار سب رزق نہیں عطا فرمادیا، بلکہ وہ تم کو بتدریج رزق عطا فرماتا ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ **لَطِيفٌ** وہ ہے جو اشیاء کی باریک ترین مصلحتوں کا جاننے والا ہو، اور ہر مصلحت کو اُس کے مستحق تک نرمی اور آسانی سے پہنچانے والا ہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ **لَطِيفٌ** کے چار معنی ہیں۔ ایک مہربان: یہ اس کی مہربانی ہے کہ کفایت سے زیادہ دیتا ہے اور قوت سے بہت کم کام کا حکم فرماتا ہے۔ دوسرے نوازنے والا: اِس سے بڑھ کر نوازنا اور کیا ہے کہ اس نے اپنی طرف بندوں کی نسبت فرمائی۔ تیسرے باریک داں اور دور بیں: کہ چھپے ہوئے امور جانتا ہے اور سبھوں کے بھید اُس سے پوشیدہ نہیں۔ چوتھے کام چھپانے والا: کسی کو اس کے قضا و قدر کی بھیدوں کی طرف راہ نہیں اور اس

کے کاموں میں چون و چرا کا دخل نہیں۔

ایک قول ہے کہ **لَطِیْفٌ** اُسے کہتے ہیں جو سب امور اپنے علم سے جانے اور جرائم جمہور سے بسبب حلم کے درگزر رے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **لَطِیْفٌ** وہ ہے جس کا علم شامل مصلحتوں کو محیط اور جس کی حکمت باہرہ منفعتوں کو شامل ہو۔ کشف الاسرار میں **لَطِیْفٌ** کے معنی اس طرح پر لکھے ہیں کہ نعمت تو اپنی شایانِ شان دے اور شکر بندہ کی استطاعت کے مطابق چاہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ

جو چاہتا رہے آخرت کی کھیتی کو، تو ہم ترقی دیں اُسے اُس کی کھیتی میں، اور جو دُنیا کی کھیتی

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰

چاہتا رہے، دے دیں گے ہم اُسے اِس سے، اور نہیں ہے اُس کا آخرت میں کوئی حصہ●

سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کو **لَطِیْفٌ** اور بہت زیادہ احسان فرمانے والا فرمایا۔ اب اِس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بندوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں کی طلب میں بہت کوشش کریں اور بُرے کام سے بچنے کی کوشش کریں۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے طالب اور دُنیا کے طالب میں حسبِ ذیل وجوہ سے فرق کیا ہے۔

﴿۱﴾۔۔آخرت کے طالب کو دُنیا کے طالب پر مقدم فرمایا۔

﴿۲﴾۔۔آخرت کے طالب کے متعلق فرمایا کہ ہم اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے۔ اور دُنیا کے طالب کے متعلق فرمایا کہ ہم اُس کی کھیتی میں سے اُس کو کچھ حصہ دیں گے۔

﴿۳﴾۔۔آخرت کے طالب کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اُس کو دُنیا میں کچھ دیں گے۔۔یا۔۔نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کو دُنیا میں سے کچھ حصہ دیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو دُنیا میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے۔ اور دُنیا کے طالب کے متعلق فرمایا کہ اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

﴿۴﴾۔۔دُنیا کا حصہ نقد ہے اور آخرت کا حصہ اُدھار ہے، لیکن آخرت کے حصہ میں زیادتی اور دوام ہے، اور دُنیا کے حصہ میں نقصان اور بطلان ہے۔

﴿۵﴾۔۔کھیتی سے جو حصہ حاصل ہوتا ہے اُس میں مشقت کرنی پڑتی ہے۔۔مثلاً: زمین میں ہل چلانا، بیج ڈالنا، پانی سینچنا، فصل پکنے کے بعد دانے کو بھوسوں سے الگ کرنا وغیرہ

وغیرہ۔ مگر اس مشقت اور اس کے ثمرات کے لیے فنا ہے۔ اِس کے برخلاف انسان جو آخرت کی کھیتی میں مشقت کرتا ہے اُس کو بقا حاصل ہوتی ہے۔۔ الحاصل۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(جو چاہتا رہے) اپنے عمل سے (آخرت کی کھیتی کو) یعنی کھیتی اچھی آخرت کی۔۔ یا۔۔ اس کی جزا، (تو ہم ترقی دیں اُسے اُس کی کھیتی میں)۔۔ یا۔۔ ثواب میں۔

کھیتی کا ذکر کر کے آخرت کے ثواب کی خبر دی تمثیل کی جہت سے، یعنی جس طرح کھیتی دانہ کو زیادہ کرتی ہے کہ ایک دانہ اُس سے بہت دانے ہو جاتے ہیں، اُسی طرح مؤمن کا عمل روز بروز خدا کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ ایک ذرہ کوہِ اُحد کے برابر ہو جاتا ہے۔

(اور جو) اپنے کردار سے (دُنیا کی کھیتی چاہتا رہے) یعنی صرف دُنیا حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے، تو (دے دیں گے ہم اسے اُس سے) جو کچھ قسمتِ ازلی میں اُس کا حصہ مقرر ہو، (اور نہیں ہے اُس کا آخرت میں کوئی حصہ)۔

اِس سے کافر مراد ہیں کہ اِسی دُنیا کو چاہتے ہیں بس۔۔ یا۔۔ وہ منافق جو جہادوں میں مؤمنوں کے ساتھ شریک ہوتے، لیکن اُن کی غرض فقط یہ ہوتی کہ مالِ غنیمت حاصل ہو، تو حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو کوئی دُنیا چاہتا ہے تو جس قدر ہم مقدر کر چکے ہیں اُس کو دے دیں گے، اور آخرت کی نعمت سے وہ بے نصیب رہے گا۔ اور جو کوئی آخرت طلب کرتا ہے وہ دُنیا میں بھی اپنا حصہ لیتا ہے اور آخرت میں زیادہ سے زیادہ فیض پائے گا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا اُن کے کچھ شریک ہیں کہ راہ بنادی اُن کے لیے دین کی، جس کی نہیں اجازت دی اللہ نے۔ اور اگر نہ ہو چکی ہوتی

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾

فیصلے کے متعلق بات، تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اُن کا۔ اور بے شک اندھیر والوں کے لیے دکھ والا عذاب ہے●

اِس سے پہلی آیت میں دُنیا اور آخرت کے لیے کوشش کرنے والوں کے احوال اور ان کے انجام بتائے، اور اِس آیت میں گمراہی کی اصل بتائی جس کی وجہ سے انسان آخرت کی بجائے دُنیا کو اپنا مقصود بنالیتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ اس آیت میں کفار کے شرکاء کا ذکر فرمایا ہے۔ ان شرکاء سے مراد کافروں کے وہ شیاطین ہیں جنہوں نے اُن کے لیے کفر و شرک کو، قیامت

کے اِنکار کو، اور دُنیا کی رنگینیوں کو اور زیب و زینت کو، کھانے پینے اور جنس کی ناجائز لذات کو مزین کیا۔۔یا۔۔اُن سے مراد اُن کے وہ بت ہیں جن کو کفار استحقاقِ عبادت میں اللہ کا شریک قرار دیتے تھے۔ یہ اگرچہ بے جان تھے مگر اُن کے گمراہ ہونے کا سبب تھے، اس لیے گمراہ کرنے کی نسبت اُن کی طرف کردی گئی۔۔یا یہ کہ۔۔اہلِ مکہ کو قدیم زمانے کے کفار نے گمراہ کیا اور اُن کے لیے ایک شریعت بنادی جس میں بتوں کی پرستش کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔

تو (کیا اُن) طالبانِ دُنیا اور آخرت بیزار لوگوں (کے کچھ شریک ہیں) جنہوں نے (کہ راہ بنادی ان کے لیے دین کی)۔۔مثلاً: شرک، قیامت سے اِنکار، دُنیا کے واسطے کام کرنا اور بحیرہ اور سائبہ کو حرام کرلینا وغیرہ وغیرہ، پر مشتمل ایک نیا دستور اور نیا دھرم ہی بناڈالا (جس کی نہیں اجازت دی اللہ تعالیٰ (نے)۔سب کچھ من مانی کرڈالا۔(اور اگر نہ ہوچکی ہوتی فیصلہ کے متعلق بات)، یعنی اگر تاخیرِ مکافات کے باب میں پہلا حکم نہ ہوچکا ہوتا، (تو ضرور فیصلہ کردیا جاتا ان کا)۔یعنی مشرکوں اور ان کے شریکوں کا۔اور ہر ایک نے سزا پائی ہوتی، مگر ان میں فیصلہ ہونے کا وعدہ قیامت کے دن ہے۔(اور بے شک اندھیر والوں کے لیے دکھ والا عذاب ہے) جو ہمیشہ رہے گا اور کبھی تمام نہ ہوگا۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دیکھو گے اُن ظالموں کو سہمے ہوئے، جو کمائی کررکھی ہے، اور وہ ہونے والا ہی ہے اُنہیں۔اور جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ

اور نیکیاں کیں، وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں۔اُن کے لیے ہے جو چاہیں اپنے رب کے یہاں۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

یہی بڑا فضل ہے●

(دیکھو گے ان ظالموں کو) قیامت کے دن (سہمے ہوئے) بہ سبب اُس کرتوت کے (جو کمائی کررکھی ہے، اور وہ) یعنی اُن کے اعمال و افعال کا وبال (ہونے والا ہی ہے انہیں)۔یہ وبال اُن تک پہنچے گا ہی جس سے وہ اپنے کو بچا نہیں سکتے۔(اور) وہ لوگ (جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں) یعنی جنت میں جو مقام بہت خوب اور فرحت بخش اور نزہت زیادہ کرنے والا ہے، وہاں ہوں گے۔(ان کے لیے ہے) بہشت میں (جو چاہیں اپنے رب کے یہاں)، یعنی

اُن کی ہر آرزو وہاں پوری کی جائے گی۔ یہ جو مذکور ہوا جنتیوں کی بزرگی کے تعلق سے، (یہی بڑا فضل ہے)۔۔اور۔۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

یہ ہے جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو، جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً

کہہ دو کہ "میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر، مگر دوستی قرابت داروں کی۔" اور جو کمالے خوبی کو،

نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

بڑھادیں گے ہم اُس کے لیے اُس میں خوبی کو۔ بے شک اللہ مغفرت فرمانے والا اقدر فرمانے والا ہے●

(یہ ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ) تعالیٰ (اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں)، تاکہ وہ جان لیں کہ ہمارے کام ضائع ہونے والے نہیں ہیں۔

سورہ زیرِ تفسیر کی اِسی آیت ۲۳ میں ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو بہشت کی بشارت دی ہے، اُس سے ایمان وعملِ صالح کی عظمت واہمیت کا پتا چلتا ہے۔ ان دونوں کی اہمیت کا اندازہ ایسے بھی لگتا ہے کہ ان کا تعارف اجرِ رسالت کے طور پر کرایا گیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ حکمِ خداوندی سے آپ ﷺ قرآنِ کریم کی تمام ہدایات اور آیات کی تبلیغ فرماتے رہے اور اس راہ کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے، تو آپ کی طرف سے یہ وضاحت ضروری تھی۔ آپ یہ مشقت کسی مالی منفعت یا اقتدار کے حصول کے لیے نہیں اٹھارہے ہیں۔

۔۔چنانچہ۔۔آپ کسی معروف اجر مثلاً: مال ودولت، سونا چاندی۔۔یا۔۔دُنیا کا عیش و آرام اور یہاں کی سلطنت وحکومت کے متمنی نہیں ہیں۔ رسول کریم اگر اجر بھی چاہیں گے تو وہ معروف اجر کے سوا ہوگا، جس سے خود رسول کا اپنا ذاتی فائدہ نہیں، بلکہ وہ اجر بھی خود اجر دینے والوں کے ہی فائدہ کے لیے ہوگا۔۔۔

تو اَے محبوب! علانیہ (کہہ دو کہ میں نہیں مانگتا تم سے اِس پر) یعنی تبلیغِ احکام پر (کوئی اجر مگر دوستی قرابت داروں کی)۔ اس لیے کہ یہ دوستی اور محبت اُن سے قربت کا ذریعہ ہوگی، اور یہ قربت اُن سے مخلصانہ دِلی تعلق کی تمہید ہوجائے گی، اور یہ دلی تعلق اُن کو اطاعت واتباع پر مجبور کردے گی، اور یہ اطاعت واتباع تمہاری اخروی نجات کی ضامن ہوگی، تو میں اپنے اجر میں تم سے تمہاری اسی نجات کا

طالب ہوں۔ یہ کوئی معروف اجر نہیں ہے جس سے میرا کوئی ذاتی فائدہ وابستہ ہو۔

اپنی آل کی محبت کو اپنا اجرِ رسالت قرار دینا نبی ﷺ کی طرف سے ایک واضح اشارہ ہے کہ آپ کے اہل بیت خود رسول کریم کے اسوۂ مبارکہ کا آئینہ ہیں۔ اُن کی اطاعت و اتباع خود نبی کریم کی اطاعت واتباع ہے۔۔المختصر۔۔ نبی کریم کے مذکورہ بالا مطالبہء اجر کو اقرباء پروری کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

اِس آیت کی تفسیر میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اِس آیت میں **قُرْبٰی** سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔اب آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے جو تمہارے لیے دلائل وہدایت کی تبلیغ کی ہے میں اُس پر تم سے اِس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تم اللہ سے محبت رکھو اور اُس کی اطاعت کر کے اُس کا قرب حاصل کرو۔ظاہر ہے کہ یہ بھی وہ اجر معروف نہیں جس کی طلب کی نفی کی گئی ہے،اور یہ بھی وہ مبارک اجر ہے جس سے اجر دینے والا ہی مستفیض ہوتا ہے اور اُس میں اُسی کا سراسر فائدہ ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے تعلق سے یہ قول بھی ہے کہ اِس آیت میں **قُرْبٰی** سے مراد رحم کی قرابت ہے۔اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے اِس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرتا کہ تمہارے ساتھ جو میری قرابت ہے اُس قرابت کا خیال رکھو،اور اسی قرابت کی وجہ سے تم مجھ سے محبت رکھو اور میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی حفاظت کرو اور اُس کی بناء پر میرے ساتھ ملاپ سے رہو۔

چونکہ قریش کے ہر قبیلہ میں آپ کی قرابت اور رشتہ داری تھی،اسی لیے کہا گیا کہ آپ کہیے کہ میں تم سے اِس کے سوا کوئی اجر طلب نہیں کرتا کہ تم میری حفاظت کرو اور مجھ سے ضرر کو دُور کرو کیونکہ میری تم سے قرابت ہے۔ظاہر ہے کہ آپ کی ذات سے محبت کرنا شرعاً مطلوب ہے،کیونکہ جب قبائلِ عرب آپ کی ذات سے محبت کریں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے، تو اُس سے اُن کے اسلام قبول کرنے میں آسانی ہوگی۔ظاہر ہے کہ یہ معروف اجر نہیں اور یہ وہ اجر نہیں ہے جس کو طلب کرنے کی دیگر آیات میں نفی کی گئی ہے۔اِس آیت میں مذکور **قُرْبٰی** کی تفسیر میں جو تینؔ اقوال پیش کیے گئے،یعنی قرابت داروں سے محبت۔قربِ خداوندی کی محبت۔قرابت ورشتہ داری کی محبت،یہ سب نیکیاں ہی نیکیاں اور خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔

(اور جو کمالے) کسی (خوبی کو، بڑھادیں گے ہم اُس کے لیے اُس میں خوبی کو)، یعنی اس

نیکی کا ثواب ہم زیادہ کردیں گے۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (مغفرت فرمانے والا) ہے گنہگاروں کی، اور (قدر فرمانے والا ہے) فرمانبرداروں کی اُن کی طاعت قبول فرما کے۔ اَے محبوب!۔۔۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ "بہتان باندھا ہے اللہ پر جھوٹ"، تو اگر اللہ چاہے، تو حفاظت کی مہر لگادے تمہارے دِل پر۔

وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾

اور مٹا دیتا ہے اللہ باطل کو، اور درست رکھتا ہے حق کو اپنی باتوں سے۔ بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات●

(کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ بہتان باندھا ہے) محمد ﷺ نے (اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ) نبوت کے دعوے اور قرآن نازل ہونے میں۔ (تو اگر اللہ) تعالیٰ (چاہے تو حفاظت کی مہر لگادے تمہارے دِل پر) تاکہ آپ کے دِل کے اندر ان کافروں کی تکذیب کی اذیت کا گزر ہی نہ ہو، اور آپ ان کے قول کی ایذا رسانی پر صبر فرمائیں۔

اِس آیتِ مذکورہ بالا کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ قرآنِ مجید کی تلاوت کرکے یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، سو آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس قول کا رَد کرتے ہوئے فرمایا، پس اگر اللہ چاہے تو وہ آپ کے دِل پر مہر لگادے، یعنی اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دِل پر ایسی مہر لگادیتا کہ آپ کسی چیز کا ادراک نہ کرسکتے، نہ کسی حرف یا لفظ کا تلفظ کرسکتے حتیٰ کہ آپ کوئی بات نہ کرسکتے۔ پس اگر بالفرض آپ اللہ پر افتراء کرتے، تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر ایسی مہر لگادیتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے دِل پر ایسی مہر نہیں لگائی، تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھا اور کفار کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ حضرت سہیل بن عبداللہ سے منقول ہے کہ اِس کے یہ معنی ہیں کہ شوقِ ابدی اور محبتِ سرمدی کی مہر تمہارے دِل پر رکھ دے، تاکہ اُس کے سوا کی طرف تم التفات نہ کرو اور خلق کے قبول کرنے اور انکار کرنے سے فارغ ہوجاؤ۔

(اور مٹا دیتا ہے اللہ) تعالیٰ (باطل کو اور درست رکھتا ہے حق کو اپنی باتوں سے)، اپنے کلمات سے یعنی وحی سے۔۔۔یا۔۔۔حکم قضا سے کہ کوئی اُسے دفع نہیں کرسکتا۔

کلام مذکور کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ نے اللہ پر افترا باندھا ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اُس کو مٹا دیتا اور حق کو ثابت کر دیتا۔ اِس کا ایک دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کی نبوت پر طعن کر رہے ہیں کہ آپ پر حقیقۃً وحی نازل نہیں ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ پر 'معاذ اللہ' افتراء باندھا ہے، اُن کا یہ طعن باطل ہے اور آپ کی نبوت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے طعن کو مٹا دے گا اور آپ کی نبوت کو ثابت کر دے گا۔

(**بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات**)۔ جو کچھ دلوں میں ہے یعنی تمہارا سچا ہونا اور اُن کا یہ گمان کہ تم افتراء کرتے ہو خدا پر پوشیدہ نہیں۔

عین المعانی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آیت **قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا** نازل ہونے کے بعد بعض لوگوں کے دِل میں یہ بات آئی کہ ہمارے رسول اپنے قرابت داروں کے ساتھ دوستی کرنے کا حکم فرماتے ہیں، تا کہ آپ کے بعد ہم اُن کی فرمانبرداری کریں اور وہ ہمارے حاکم بنیں۔ بس جبرائیل امین نے حضرت ﷺ کو یہ خبر کر دی کہ یہ لوگ اِس آیت کے سبب سے آپ کے تعلق سے یہ خیال کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے کہا، انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے ہیں، یعنی ہم کو یہ خیال آیا تھا اور ہم اپنے اس خیال سے توبہ کرتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ

وہی ہے جو قبول فرماتا ہے توبہ کو اپنے بندوں سے، اور درگزر فرمائے گناہوں سے،

وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور جانے جو تم لوگ کرو●

(وہی ہے جو) اپنے کرم سے (**قبول فرماتا ہے توبہ کو اپنے بندوں سے**) یعنی جب بندے اُس کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور جو گناہ کیا ہے اُس پر نادم ہوتے ہیں، تو حق تعالیٰ اُس رجوع کو قبول کر لیتا ہے۔ (**اور**) پھر اُس کی کریمی یہ ہے کہ (**درگزر فرمائے گناہوں سے**) یعنی توبہ کے بعد اُن کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ (**اور جانے جو تم لوگ کرو**) یعنی گناہ اور توبہ دونوں سے باخبر ہے۔۔یا۔۔ توبہ کے بعد جو کچھ تم کرو گے نیکی۔۔یا۔۔ بدی سب اُس کے علم میں ہے۔

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ
اور دُعا قبول فرمائے اُن کی جو ایمان لاچکے اور نیکیاں کیں، اور ترقی دے انہیں اپنے فضل سے۔
وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾
اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے●

(اور دُعا قبول فرمائے اُن کی جو ایمان لاچکے اور نیکیاں کیں)۔
دُعا قبول فرمانے کی تین[۳] شکلیں ہیں۔ نمبر ایک تو یہی کہ سائل جو سوال کرے وہی اُسے عطا فرمادیا جائے۔ نمبر دو[۲] یہ کہ اُس کا نعم البدل دے دیا جائے۔ نمبر تین[۳] یہ کہ اُس کی دُعا کو قیامت کے دن کے لیے محفوظ کرلیا جائے، جہاں وہ باعثِ دفعہ سیئات۔۔یا۔۔ سبب رفعِ درجات بنے۔ قبولیت کی یہ تیسری شکل عارفین کے نزدیک سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔
(اور ترقی دے انہیں اپنے فضل سے)۔ یعنی ان کو وہ نعمت عطا فرمائے جس کے مانگنے کی جرأت تک اُن سے نہ ہوسکی ہو، اور وہ دیدارِ الٰہی اور سلام خداوندی ہے۔ **(اور)** اُن کے برعکس **(کافروں کے لیے سخت عذاب ہے)**۔ اور وہ حجاب کی ذلت ہے اور ہمیشہ کا عذاب اور عقوبت ہے۔ اور کوئی رنج اور عذاب ذلتِ حجاب سے بدتر نہیں۔
روایت ہے کہ اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ فقر وفاقہ میں گزران کرتے تھے، ایک دن اُن میں سے کسی کے دِل میں یہ بات آئی کہ کیا خوب بات ہوتی کہ ہم مالدار ہوتے اور اپنا مال فلاں فلاں نیک مصرف میں صرف کرتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ
اور اگر کشادہ فرمادیتا اللہ رزق کو اپنے سارے بندوں کے لیے، تو ضرور سرکش ہوجاتے زمین میں، لیکن اُتارتا رہتا ہے
مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾
اللہ جس قدر چاہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور نگراں ہے●

(اور اگر کشادہ فرمادیتا اللہ) تعالیٰ **(روزی کو اپنے سارے بندوں کے لیے)** اوران پر فراخ کردیتا **(تو ضرور سرکش ہوجاتے زمین میں)** یعنی غلبہ وبرتری ڈھونڈھتے۔۔یا۔۔ تکبر اور فساد کرتے۔
اور یہ بات اکثر ہے سب لوگوں کے تعلق سے نہیں، اس لیے کہ حضرت عثمان غنی اور

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سب اصحاب میں بہت مالدار تھے اور ہرگز ظلم اور زیادتی کا اثر بھی اُن سے ظاہر نہیں ہوا۔۔اور۔۔بعضوں نے کہا ہے کہ دُنیا کا مال مینھ کے مثل ہے کہ سب زمین پر پہنچتا ہے اور اُس کے ہر قطرے سے گھاس اُگتی ہے۔اور چونکہ خلق کی اکثر طبیعتیں ہوا و ہوس کی طرف مائل ہیں اور صفاتِ بہیمی کی پرورش ان پر غالب ہے اور دُنیا کا مال اِس باب میں بہت قوی ترین اسباب سے ہے، تو اگر حق تعالیٰ روزی کشادہ کرتا، تو اکثر آدمی ظالم اور باغی ہوجاتے، تو اس کو حکمت کے ساتھ تقسیم کیا، جیسا کہ فرمایا ہے کہ۔۔۔

(لیکن اتارتا رہتا ہے اللہ) تعالیٰ (جس قدر چاہے) اور جس کے لیے چاہے۔(بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور نگراں ہے)۔سب کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ کس کو کیا چاہیے؟ اور کس قدر چاہیے؟ اور کب چاہیے؟

وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ

اور وہی ہے جو اُتارے بارش کو، اُس کے بعد کہ ناامید ہوگئے لوگ، اور پھیلادے اپنی رحمت کو۔

وَهُوَ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

اور وہی سب کا والی حمد والا ہے●

(اور وہی ہے جو اُتارے بارش کو اِس کے بعد کہ ناامید ہوگئے لوگ) اُس کے برسنے سے، (اور پھیلادے اپنی رحمت کو) یعنی مینھ کو میدانوں اور پہاڑوں میں منتشر کردے (اور وہی) ہے اپنے (سب) بندوں (کا والی)، اُن کا کام بنانے والا مینھ برسا کر اور رحمت منتشر فرما کر۔اور (حمد والا ہے) جس کی تعریف ہر زبان میں کی گئی۔۔یا۔۔جس نے اپنے حمد کرنے والے بندوں کی تعریف کی، اور وہ قادرِ مطلق ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ

اور اُس کی نشانیوں سے ہے پیدائش آسمانوں کی اور زمین کی، اور جو کچھ پھیلا رکھا ہے اُن میں چلنے والے۔

وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ع

اور وہ اُن کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قدرت رکھنے والا ہے●

(اور اُس کی) قدرت کی دلیلوں اور خلقت کی (نشانیوں سے ہے پیدائش آسمانوں کی اور زمین

کی اور جو کچھ پھیلا رکھا ہے اُن میں) یعنی آسمان و زمین میں (چلنے والے) زندہ اور جان دار، جیسے فرشتے، جن، انسان اور سب حیوان۔ تو دَآبَّۃ اِس آیت میں 'مجاز' پر محمول ہے۔ (اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قدرت رکھنے والا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے جن مخلوقات اور جانداروں کو زمین و آسمان میں پھیلا دیا ہے وہ جب چاہے اور جہاں چاہے اُس کو جمع کرنے پر قادر ہے، اور اُس کے سوا سب اِس بات میں عاجز ہیں۔

اوپر کے ارشادات میں ربِّ قدیر نے اپنی قدرت و رحمت کے جلوے دکھائے ہیں۔
اب آگے ایمان والوں کو عفو و مغفرت کا مژدہ سنا رہا ہے، یہ واضح کرنے کے بعد کہ گناہ مصائب کا سبب ہوتے ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ فرماتا ہے کہ اَے ایمان والو!۔۔۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

اور جو پہنچی تمہیں کوئی مصیبت، تو اُس کی سبب سے ہے جو کمائی کی تمہارے ہاتھوں نے، اور معاف فرماتا ہے، بہت کچھ ●

(اور) نبی کریم کے غلامو! (جو پہنچی تمہیں کوئی مصیبت) اور آفت مال میں۔۔یا۔۔ بدن اور اہل و عیال میں، (تو اُس کی سبب سے ہے جو کمائی کی تمہارے ہاتھوں نے) یعنی تمہارے گناہوں کی شامت سے ہے۔ ہر چند میرے حکم سے ہے مگر تمہارے گناہوں کی عقوبت اور وبال ہے۔ (اور معاف فرماتا ہے بہت کچھ)۔ یعنی اکثر گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور وہ بڑا رحیم و کریم ہے، جو گناہ ایک بار دُنیا میں معاف کر چکا دوبارہ عقبیٰ میں اُس کے سبب مواخذہ نہ کرے گا۔

مصائب کے آنے کے اسباب کے سلسلے میں عطرِ تحقیق یہ ہے کہ عام بندۂ مؤمن پر دُنیا میں جو مصائب آتے ہیں، وہ اُس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ البتہ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر جو مصائب آتے ہیں، وہ اُن کے درجات میں ترقی کے لیے ہوتے ہیں، اور صالحین پر جو مصائب آتے ہیں، وہ اُن کے امتحان کے لیے ہوتے ہیں، اور دیوانوں اور بچوں پر جو مصائب آتے ہیں، وہ اُن کے والدین کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہیں، بشرطیکہ وہ صبر کریں۔ اور کافروں اور زندیقوں پر جو مصائب آتے ہیں وہ اُن کی توہین کے لیے ہوتے ہیں۔

۔۔المختصر۔۔ مؤمنین فاسقین کو اگر جہنم میں لے جایا گیا، تو یہ اُن کی گناہوں سے تطہیر کے لیے ہوگا۔ اور کفار و مشرکین اور منافقین کو جہنم میں لے جانا اُن کی تذلیل کے لیے ہوگا۔ اب آگے جماعتِ مشرکین کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم روئے زمین میں کہیں بھی جاؤ مجھے عاجز نہیں

کرسکتے، تو تم زمین میں کہیں بھی بھاگ کر جاؤ میری گرفت سے باہر نہ ہوگے۔اور جن بتوں
کی تم پرستش کرتے ہو یہ اللہ کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ
فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور نہیں ہو تم بے قابو کردینے والے زمین میں۔اور نہیں ہے تمہارا اللہ کے خلاف

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

کوئی یار اور نہ مددگار●

(اور) اَے کافرو! (نہیں ہو تم بے قابو کردینے والے) یعنی عاجز کردینے والے خدا کو حکم جاری کرنے۔۔یا۔۔مستحق پر عذاب کرنے سے (زمین میں)۔یعنی تم زمین میں جہاں بھی رہو گے میری گرفت اور میرے قابو میں رہو گے۔ (اور نہیں ہے تمہارا اللہ) تعالیٰ (کے خلاف کوئی یار) دُنیا میں جو تمہارا کام بنائے، (اور نہ مددگار) عقبیٰ میں جو عذاب کو باز رکھے۔

اب آگے کے ارشاد سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اُس کی قدرت، اس کی حکمت اور اس کی توحید پر استدلال کیا جائے۔۔چنانچہ۔۔ارشادِ خداوندی۔۔۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ

اور اُس کی نشانیوں سے ہیں چلنے والی دریا میں، جیسے پہاڑ● اگر چاہے تو روک دے ہَوا کو، تو رکی رہ جائیں

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

دریا کی سطح پر۔بے شک اِس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے، بڑے شکر گزار کے لیے●

(اور) فرمانِ الٰہی ہے کہ (اُس کی نشانیوں) میں (سے ہیں چلنے والی) کشتیاں (دریا میں جیسے پہاڑ) بڑائی میں۔ (اگر) حق تعالیٰ (چاہے تو روک دے ہوا کو) جو کشتی کو چلا رہی ہے، (تو) کشتیاں (رکی رہ جائیں دریا کی سطح پر) اور کشتی والے مضطرب ہو جائیں۔ (بے شک اِس میں) یعنی ہوا کو مسخر کرنے اور کشتیوں کو رواں کرنے میں (ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے)، جو کشتی میں صبر کرتا ہے اور ہر (بڑے شکر گزار کے لیے) جو کشتی سے اترتے وقت شکر کرتا ہے۔

أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾

یاہلاک کردے اُنہیں جولوگوں نے کمار کھا ہے، اور معاف فرمادے بہت کچھ●

اِس سے پہلی والی آیت میں ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ کشتیاں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں۔ اور اگر اللہ چاہے تو ہواؤں کو چھوڑ دے اور تیز ہواؤں اور آندھیوں کی وجہ سے یہ کشتیاں تباہ ہوجائیں اور ان کشتیوں میں بیٹھنے والے ہلاک ہوجائیں۔۔الحاصل۔۔ اللہ اگر چاہے تو ہوا روک دے۔۔۔

(یا) تیز ہوا چلا کر (ہلاک کردے انہیں) بہ سبب اُس کے (جولوگوں نے کمار کھا ہے، اور) یا یہ کہ (معاف فرمادے بہت کچھ) یعنی اُن کی بہت ساری خطاؤں کو درگزر فرما کر اُن کو غرق ہونے سے بچالے۔

بعضوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ حق تعالیٰ نجات دیتا ہے بہتوں کو غرق ہونے سے۔ پس اگر چاہے تو مؤمنوں کو نجات دے اور اگر چاہے تو کافروں کو غرق کردے کہ اُن سے انتقام اور بدلہ ہوجائے۔

وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَا أُوتِيتُمْ

اور بتادے اُنہیں جو کٹ حجتی کریں ہماری آیتوں میں کہ "نہیں ہے اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ"● تو جو کچھ دیا گیا ہے

مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ

تم لوگوں کو، تو وہ پونجی ہے دُنیاوی زندگی کی۔ اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے، بہت بہتر ہے، اور باقی رہنے والی ہے

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ

اُن کے لیے جو مان گئے، اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں● اور جو بچا کریں کبیرہ گناہوں سے

وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

اور بے شرمیوں سے، اور جب غصہ آیا لوگوں پر تو بخش دیں●

(اور) تا (کہ بتادے انہیں جو کٹ حجتی کریں ہماری آیتوں میں) یعنی ہماری قدرت کی نشانیوں میں کہ) بلاء نازل ہونے کے محل میں، (نہیں ہے اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ● تو جو کچھ دیا گیا ہے تم لوگوں کو) مال اور فرزند، (تو وہ پونجی ہے دُنیاوی زندگی کی)، یعنی جب تک زندہ ہو اُس

سے فائدہ لیتے رہو۔ (اور جو کچھ اللہ) تعالیٰ (کے یہاں ہے) آخرت کا ثواب اور جنت کی نعمتیں، اُس میں کی ہر شے (بہت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے اُن کے لیے جو مان گئے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں • اور جو بچا کریں کبیرہ گناہوں سے اور بے شرمیوں سے، اور) اُن کی شان یہ ہے کہ (جب غصہ آیا لوگوں پر) رنج۔۔یا۔۔نقصان۔۔یا۔۔بُرائی کے سبب جو انہیں پہنچائی گئی ہو، (تو بخش دیں) اور معاف کر دیں۔

یہ آیتِ کریمہ اگرچہ خاص طور پر صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم کی شان میں نازل فرمائی گئی، لیکن بالعموم اُن سارے مسلمانوں کے حق میں بھی ہے، جو اُن بزرگوں کا طریقہ اختیار کریں۔ جمع کا صیغہ اِس مضمون پر دلالت کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠

اور جنہوں نے قبول کرلیا اپنے رب کو اور پابندی کی نماز کی، اور اُن کا کام مشورہ کر لینا ہے آپس میں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ

اور اُس سے جو روزی دی ہم نے خیرات کرتے رہیں • اور وہ جنہیں پہنچی

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

بغاوت، تو وہ بدلہ لیں •

(اور) ان لوگوں کے واسطے بھی (جنہوں نے قبول کرلیا اپنے رب کو)۔

اُس سے انصار مراد ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں ایمان کی طرف بلایا، تو اُسی وقت انہوں نے خوشی کے ساتھ ایمان قبول کرلیا۔

(اور پابندی کی نماز کی) اور اس کے تمام شرائط وارکان کے ساتھ وقت پر پڑھی اور پھر کماحقّہٗ ادا کرتے رہے۔ (اور ان کا کام مشورہ کر لینا ہے آپس میں) جب وہ کوئی کام کرتے ہیں، تو باہم صلاح اور مشورہ کر کے کرتے ہیں۔ (اور اُس سے جو روزی دی ہم نے خیرات کرتے رہیں • اور وہ جنہیں پہنچی بغاوت) یعنی ان پر کافروں نے ظلم کیا (تو وہ بدلہ لیں)، اس واسطے کہ مذکورہ بالا صورتِ حال میں کافروں سے اہلِ استطاعت اور صاحبانِ کفایت کا بدلہ لینا فرض ہے اور ان پر جہاد کرنا لازم ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ

اور بُرائی کا بدلہ اُسی کے برابر کی بُرائی ہے۔تو جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی، تو اُس کا اجر

عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ﴿٤٠﴾

اللہ پر ہے۔بے شک وہ نہیں پسند فرماتا ظالموں کو●

(اور بُرائی کا بدلہ اُسی کے برابر کی بُرائی ہے)۔ چونکہ ظلم کرنے والا جن افعال وآلات کے ذریعہ ظلم کرتا ہے تو اُس کے ظلم کا جواب دینے والا بھی اُسی طرح کے افعال وآلات سے جواب دیتا ہے، لیکن پہل کرنے والے کے عمل میں جارحیت ہے اس لیے وہ ظلم ہے، اور جواب دینے والے کا عمل دفاعی ہے اس لیے وہ عدل وانصاف کا تقاضہ ہے۔ اگرچہ عمل کی صورت دونوں جگہ ایک ہی جیسی نظر آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں پہلا ظلم ہے اور دوسرا عدل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے خلاف کوئی اجتماعی طور پر بغاوت کرے۔۔یا۔۔ظلم کرے، تو اُس کو کیفرِ کردار تک پہنچانا واجب ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر انفرادی طور پر کوئی ظلم۔۔یا۔۔زیادتی کرے، اور بعد میں اُس پر نادم ہو اور اپنی زیادتی پر معافی کا خواستگار ہو، تو اُس کو معاف کر دینا اور اُس سے بدلہ نہ لینا افضل ہے۔اِسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

(تو جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی، تو اُس کا اجر اللہ) تعالیٰ (پر ہے)۔

مبہم وعدہ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وعدہ کی ہوئی چیز بہت بڑی اور بہتر ہے۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ندا پہنچے گی کہ جو کوئی خدا پر اجر رکھتا ہے اُس سے کہو کہ اٹھے اور اپنا اجر لے لے، تو کوئی نہ اٹھے گا مگر وہی جس نے ظالم کا ظلم معاف کر دیا ہو۔

(بے شک وہ نہیں پسند فرماتا ظالموں کو)، یعنی اُن لوگوں کو جو پہلے ظلم کرتے ہیں۔۔یا۔۔ بدلہ لینے میں حد سے گزر جاتے ہیں۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ

اُس کے لیے جس نے بدلہ لیا اپنے مظلوم ہونے کے بعد، تو وہ ہیں جن پر پکڑ کی کوئی راہ نہیں● اُس کی راہ اُنہیں پر ہے،

عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ

جو زیادتی کریں لوگوں پر، اور بغاوت پھیلائیں زمین میں ناحق۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

وہی ہیں جن کے لیے دکھ والا عذاب ہے●

(اُس کے لیے جس نے بدلہ لیا اپنے مظلوم ہونے کے بعد، تو وہ ہیں جن پر پکڑ کی کوئی راہ نہیں)، یعنی اُن پر غصہ کرنے اور ملامت کرنے کا کوئی جواز نہیں۔۔یا۔۔اُن پر کچھ گناہ نہیں۔ہاں (اُس کی راہ انہیں پر ہے جو زیادتی کریں لوگوں پر، اور بغاوت پھیلائیں زمین میں ناحق)۔یعنی اپنی زیادتیوں میں حد سے گزر جائیں اور بلا جواز لوگوں کو ستائیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے پھریں۔

یعنی اسلحہ کے زور پر لوگوں کا مال چھین لیں اور جبراً بھتہ وصول کریں۔حکومت پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے مواخذہ کرے اور اُن کو ڈاکہ ڈالنے اور جبراً بھتہ لینے سے روکے۔ بنیادی طور پر اگرچہ اِس آیت کا روئے سخن ان ظالم مشرکین کی طرف ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے، اور وہ لوگ جو علانیہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے ۔۔لیکن۔۔قتادہ نے فرمایا یہ آیت ہر قسم کے ظلم کرنے والوں کے لیے عام ہے۔

(وہی ہیں جن کے لیے دکھ والا عذاب ہے) جس میں سب سے کڑا عذاب دوزخ کا عذاب ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع ۵

اور جس نے صبر کیا، اور بخش دیا، تو بے شک یہ حوصلہ مندی کے کاموں سے ہے●

(اور جس نے صبر کیا) لوگوں کی ایذاء پر (اور بخش دیا) یعنی معاف کر دیا اور ظالموں سے اُن کے ظلم کا بدلہ نہیں لیا، (تو بے شک یہ) صبر کرنا اور معاف کر دینا (حوصلہ مندی کے کاموں سے ہے) یعنی بہتر کاموں میں سے ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاف کرنے والا بلند و بالا حوصلے والا ہے اور اُس کی فکر برتر و بزرگ تر ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا

اور جسے بے راہ رکھے اللہ، تو نہیں اُس کا کوئی مددگار اُس کے بعد۔اور دیکھو گے ظالموں کو کہ جہاں

رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

دیکھ لیا عذاب کو، تو کہیں گے کہ "کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے"●

(اور جسے بے راہ رکھے اللہ) تعالیٰ اور اس میں ہدایت نہ پیدا فرمائے کہ وہ راہ پر آسکے، (تو نہیں اُس کا کوئی مددگار) اُس کو خدا کے (اِس) چھوڑ دینے (کے بعد) جو اُس کا کام بنائے۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ ہدایت وضلالت دونوں خدا ہی کے طرف سے ہے اور خدا نے اپنے بندوں کو دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی قوت دے رکھی ہے، تو جب بندہ اپنے خداداد اختیار سے اُن میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا ایسا عزم کر لیتا ہے جس کے بعد وہ فعل ظاہر ہو جائے، تو خدائے تعالیٰ اس فعل کو بندے کی ذات میں پیدا فرما دیتا ہے، تو بندہ اُس فعل کا کاسب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس فعل کا خالق ہوتا ہے۔

جزاء وسزا کا دارومدار بندے کے کسب ہی پر ہے۔ ہر چند کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تخلیق کی وجہ سے، لیکن اس کے ظہور میں بندے کا کسب بھی دخیل ہے، تو اَز راہِ ادب کہنا یوں چاہیے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور گم راہی انسان کے اپنے اختیار اور اُس کے نفس کے شر کی طرف سے ہے۔

(اور دیکھو گے ظالموں کو) یعنی کافروں کو (کہ جہاں دیکھ لیا عذاب کو) یعنی قیامت کے دن کو، (تو کہیں گے کہ کیا) دُنیا کی طرف (واپس جانے کی کوئی راہ ہے)؟ کہ پھر وہاں جائیں اور جو نیک کام ہم سے فوت ہوئے اُن کا تدارک کریں۔

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ

اور دیکھو گے اُنہیں کہ پیش کیے جاتے ہیں اُسی آگ پر جھکے پڑے، ذلت سے دیکھتے ہیں، چھپی نگاہ

خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

سے۔ اور بول پڑے وہ جو ایمان لا چکے تھے کہ "بے شک خسارہ والے وہ ہیں، جنہوں نے خسارے میں ڈالا خود اپنے کو،

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵

اور اپنے والوں کو قیامت کے دن۔" یاد رکھو کہ بلاشبہ اندھیر والے ہمیشہ والے عذاب میں ہیں●

(اور دیکھو گے انہیں کہ پیش کیے جاتے ہیں اُسی آگ پر جھکے پڑے ذلت سے) اِس حال میں کہ فروتر اور حقیر ہوں گے اور ذلت اور رسوائی کے سبب سے (دیکھتے ہیں چھپی نگاہ سے)۔ یعنی کنکھیوں سے دوزخ کی طرف دیکھتے ہوں گے اور اُس کے ہَول اور ہیبت سے سر اٹھانے کی مجال نہ ہوگی۔۔ یا یہ کہ۔۔ دیکھیں گے گوشۂ چشم سے، کبھی فرشتوں کو، کبھی عرش کی طرف، اور کبھی دوزخ کی جانب، یعنی وہ

پوری طرح آنکھیں کھول کرنہیں دیکھ رہے ہوں گے جس طرح کوئی شخص اُس چیز کو دیکھتا ہے جواُس کو بہت مرغوب اور پسند ہو۔اور جس چیز سے انسان بہت خوفزدہ اور دہشت زدہ ہواُس کو تھوڑی سی پلکیں اٹھا کر دیکھتا ہے، خصوصاً اُس چیز کو جس کا منظر بہت خوفناک اور بہت دہشت ناک ہو۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۷ میں ہے کہ" اللہ قیامت کے دن اُن کو مونہوں کے بَل اٹھائے گا، اُس وقت یہ اندھے بہرے اور گونگے ہوں گے۔" اور سورہ الشوریٰ کی مذکورہ بالا آیت ۴۵ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بینا ہوں گے اور کنکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں وہ بینا ہوں اور بعد میں اُن کی بینائی سلب کر کے اُن کو اندھا کردیا جائے۔یہ بھی ہوسکتا کہ کفار کا ایک گروہ بینا ہواور دوسرا گروہ اندھا ہو۔

جب اُن کو اِس حال (اور) اس مصیبت میں دیکھا، تو (بول پڑے وہ) لوگ (جو ایمان لا چکے تھے کہ بے شک خسارہ والے وہ ہیں، جنہوں نے خسارہ میں ڈالا خود اپنے کو اور اپنے والوں کو قیامت کے دن)۔

نقصان یہ ہے کہ اپنے کو بتوں کی عبادت کے سبب سے دوزخ کا مستحق کرلیا۔اور اپنے لوگوں میں نقصان کی شکل یہ ہے کہ اگر وہ دوزخی ہیں، تو ان کو ایمان سے باز رکھا اور اگر جنتی ہیں تو یہ نقصان ہے کہ خود اُن کے دیدار سے محروم رہے۔

(یاد رکھو کہ بلا شبہ اندھیر والے ہمیشہ والے عذاب میں ہیں)، جو باقی رہے گا کبھی منقطع نہیں ہوگا۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

نہ رہے اُن کے کچھ دوست کہ مدد کریں اُن کی اللہ کے خلاف۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾

اور جسے بے راہ رکھے اللہ، تونہیں ہے اُس کے لیے کوئی راہ•

(نہ رہے اُن کے کچھ دوست)، یعنی نہ ہوگا اُن کافروں کے واسطے عذاب کے وقت کوئی دوستوں اور مدد کرنے والوں میں سے، جو **(کہ مدد کریں اُن کی اللہ)** تعالیٰ **(کے خلاف)**۔یعنی خدا کے سوا کسی کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ اُن پر سے عذاب دُور کرسکے، اور صورتِ حال یہ ہوگی کہ خدا انہیں عذاب سے نہ بچائے گا۔**(اور جسے بے راہ رکھے اللہ)** تعالیٰ، **(تو نہیں ہے اُس کے لیے کوئی)** نجات کی **(راہ)**۔

تو اَے لوگو!۔۔۔

اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ
"حکم مان لو اپنے رب کا اِس سے پہلے کہ آجائے وہ دن، جس کی واپسی نہیں اللہ کی طرف سے۔

مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ ﴿۴۷﴾
نہیں ہے تمہاری کوئی پناہ گاہ اُس دن، اور نہ تمہارا کوئی عذاب روکنے والا"●

(حکم مان لو اپنے رب کا)، یعنی ایمان اور توحید کا جو اُس نے حکم کیا ہے اُسے مان لو، (اِس سے پہلے کہ آجائے وہ دن جس کی واپسی نہیں اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے) جس دن کے آنے کا حکم ہوا ہے۔ اور یہ حکم نہ ٹلے گا۔ (نہیں ہے تمہاری کوئی پناہ گاہ) اور گریز گاہ (اُس دن، اور نہ تمہارا کوئی عذاب روکنے والا)۔ اُس دن تم اپنے عملوں سے منکر نہ ہوسکو گے، اس واسطے کہ کراماً کاتبین نے اعمال ناموں میں لکھا ہوگا اور تمہارے اعضاء بھی اُن اعمال پر گواہی دیں گے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ
تو اگر ان لوگوں نے منہ پھیر لیا، تو ہم نے نہیں بھیجا تمہیں اُن کا ذمہ دار نگراں۔ تم پر بس پیغام پہنچا دینا ہے۔

وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ
اور بے شک ہم نے جب چکھایا انسان کو اپنی طرف سے رحمت، تو خوش ہو گیا اُس سے۔ اور اگر پہنچے اُنہیں کوئی مصیبت،

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنسَانَ كَفُورٌ ﴿۴۸﴾
بسبب اُس کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ، تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے●

(تو) اَے محبوب! (اگر ان) مشرک (لوگوں نے منہ پھیر لیا) دعوت اسلام قبول کرنے سے (تو) تم فکر مند نہ ہو، اس لیے کہ (ہم نے نہیں بھیجا تمہیں اُن کا ذمہ دار نگراں) بنا کر کہ تم انہیں بُرے کاموں سے بچائے رکھو، کیونکہ (تم پر بس پیغام پہنچا دینا ہے)۔ پیغام کا منوانا تمہارے فریضۂ نبوت میں نہیں ہے۔ رہ گیا پیغام کا پہنچانا، تو وہ تم بحسن وخوبی ادا کر چکے ہو۔

اب آگے یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کفار کی اپنے مذہبِ باطلہ پر اصرار کرنے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس کی وجہ۔۔۔۔

(اور) اُس کا سبب یہ ہے کہ (بے شک ہم نے جب چکھایا انسان کو اپنی طرف سے رحمت) اور اُسے نعمتیں حاصل ہوئیں، خوش حالی اور آسودگی ملی، اور بہت سے لوگوں پر اس کو ریاست حاصل ہوئی،

(تو خوش ہو گیا اُس سے)، اور اُس میں تکبر و غرور پیدا ہو گیا، اور حق کی پیروی میں اُسے عار محسوس ہونے لگا۔ یہ ہمارا شکر ادا کرنے سے گریز کرنے لگا بلکہ ان نعمتوں کو خود اپنی عقل و فہم کا نتیجہ سمجھنے لگا۔

(اور اگر پہنچے انہیں کوئی مصیبت) جیسے بیماری، مفلسی اور محنت وغیرہا (بہ سبب اُس) کرتوت (کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ)، یعنی ان کی اپنی بداعمالیوں کے سبب، تو یہ مصیبت میں توبہ و استغفار کر کے ہماری طرف رجوع نہیں کرتا۔ (تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے)۔

اگر اِس آیت میں انسان سے کافر انسان مراد ہے، تو اُس کی ناشکری اور بے ایمانی تو ظاہر ہے۔ اور اگر انسان سے سب آدمی مراد ہوں، تو اکثر اُن میں سے ایسے ہی ہیں کہ راحت و نعمت بھول جاتے ہیں اور محنت اور مصیبت کو سخت اور بہت جانتے ہیں۔

یہ مغرور اور سرکش انسان دُنیاوی حکومت و ریاست پر ناز کرنے والا کس خام خیالی میں ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ در حقیقت۔۔۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا

اللہ ہی کی ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ پیدا فرمائے جو چاہے۔ اور دے جسے چاہے بیٹیاں،

وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ

اور دے جسے چاہے بیٹے ● یا جوڑے دے اُنہیں بیٹے اور بیٹیاں، اور کر دے

مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

جسے چاہے بانجھ۔ بے شک وہ علم والا قدرت والا ہے ●

(اللہ) تعالیٰ (ہی کی ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ پیدا فرمائے جو چاہے۔ اور دے جسے چاہے بیٹیاں اور دے جسے چاہے بیٹے)۔

جیسے حضرت لوط علیہ السلام کو صرف بیٹیاں عطا فرمائیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے عطا فرمائے۔

(یا جوڑے دے انہیں بیٹے اور بیٹیاں) یعنی بیٹے اور بیٹی دونوں عطا فرمائے، جیسے کہ ہمارے رسول مقبول کو عطا فرمائے۔۔۔

اِس مقام پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں صرف بیٹیاں۔۔یا۔۔صرف بیٹے عطا کرنے کی بات کی، اُسے اپنی مشیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ لیکن جسے دونوں کو عطا فرمانے کی

بات ارشاد فرمائی وہاں مشیت کا ذکر نہیں فرمایا، حالانکہ یہ عنایت بھی مشیت ہی کے مرہونِ منت ہے۔

شاید اس اندازِ کلام میں حکمت یہ ہو کہ جہاں صرف بیٹی عطا کرتا ہے وہاں شاید ماں باپ کو بیٹے کی تمنا ہو، اور جہاں فقط بیٹا عطا فرماتا ہے وہاں شاید ماں باپ کو بیٹی کی آرزو ہو، تو وہاں اپنی مشیت کے ساتھ متعلق کیا کہ ہم جو کچھ چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔اور جہاں بیٹا اور بیٹی دونوں عطا فرمائے تو ماں باپ کی کوئی آرزو نہیں باقی رہتی کہ اس کی نفی کرنے کی ضرورت ہو۔۔الحتصر۔۔وہ قادرِ مطلق جسے چاہے بیٹی دے۔۔یا۔۔جسے چاہے بیٹا دے اور جسے چاہے دونوں عطا فرمادے۔۔۔

(اور کر دے جسے چاہے بانجھ) یعنی لاولد کہ اُس کے اولاد پیدا ہی نہ ہو۔ **(بے شک وہ علم والا)** ہے یعنی جو کچھ دیتا ہے اُسے جانتا ہے اور **(قدرت والا ہے)** یعنی قادر ہے ہر چیز پر جس کی تخلیق فرماتا ہے۔اُس کا علم اور دانائی جہل اور نادانی سے مقدس اور مبرّا ہے، اور اُس کی قدرت اور توانائی عجز سے منزہ اور معرا ہے۔

اِس مقام پر کسی کے حاشیۂ خیال میں یہ سوال آسکتا ہے کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ قادرِ مطلق نے کسی سے آمنے سامنے ہو کر بالمشافہ کلام نہیں فرمایا۔۔چنانچہ۔۔ایک روایت بھی ہے کہ یہود نے حضرت سید عالم ﷺ سے کہا کہ آپ کا خدا آپ سے بے واسطہ بات کیوں نہیں کرتا کہ آپ اُس کا دیدار بھی کریں۔یہودیوں کے خیالِ فاسد میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام بھی فرماتے تھے اور اُسے دیکھتے بھی تھے۔دونوں باتوں کا جواب اِس ارشادِ ربانی۔۔۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ

اور نہیں ہوسکتا کسی بشری صورت والے کے لیے کہ بات کرے اُس سے اللہ، مگر خواب و بیداری کی وحی یا پردۂ جاہ وجلال سے

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

یا بھیج دے کوئی قاصد، تو وحی پہنچائے اُس کے حکم سے جو وہ چاہے۔بے شک وہ بلندی والا حکمت والا ہے●

(اور) فرمانِ خداوندی میں ہوگیا کہ یہ **(نہیں ہوسکتا کسی بشری صورت والے کے لیے کہ بات کرے اُس سے اللہ)** تعالیٰ **(مگر خواب و بیداری کی وحی۔۔یا۔۔پردۂ جاہ وجلال سے۔۔یا۔۔بھیج**

دے کوئی قاصد) یعنی کوئی فرشتہ اُس بشر پر، (تو وحی پہنچائے) وہ فرشتہ اُس بشر کو جس کی طرف بھیجا گیا ہے (اس کے حکم سے) یعنی خدا کے اذن سے (جو وہ چاہے)، یعنی جو خدا چاہے۔ (بے شک وہ بلندی والا) ہے، یعنی برتر ہے صفاتِ مخلوق سے اور غالب ہے وحی پہنچانے میں (حکمت والا ہے) یعنی جانتا ہے بشر کے ساتھ کلام کرنا حکمت کی رُو سے جس طرح پر کہ چاہیے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ

اور اِسی طرح وحی کی جان بھیجی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے۔" تم قیاس نہیں کر سکتے تھے کہ کیا چیز ہے کتاب اللہ،

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ

نہ ایمان کا،" لیکن بنادیا ہم نے اس قرآن کو نور، راہ دیتے ہیں اِس سے جسے چاہیں اپنے بندوں سے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

اور بے شک تم ہدایت دیتے ہو سیدھی راہ کی●

(اور) جس طرح وحی بھیجی ہم نے پیغمبروں کی طرف تم سے پہلے، (اُسی طرح وحی کی جان بھیجی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے)۔

اِس آیت میں 'وحی کی روح' سے مراد قرآنِ کریم ہے، اس واسطے کہ اس کے سبب سے دِل زندہ ہوتے ہیں۔ جس طرح بدن روح سے زندگی پاتا ہے۔۔۔

(تم قیاس نہیں کر سکتے تھے کہ کیا چیز ہے کتاب اللہ) وحی کے قبل۔ یعنی جب قرآن اُتارا نہیں گیا تھا تو تم اُسے نہ جانتے تھے۔۔یا۔۔ ازل میں جو سعادت و شقاوت لکھی گئی تم کو کچھ معلوم نہ تھی اور (نہ) ہی (ایمان) کی تفصیلات (کا) علم تھا۔ ایمان کی طرف دعوت کرنا اور بلانا۔۔یا۔۔ ایمان کے احکام اور شرائع، اُس کے عِلم کے تم عالم نہ تھے۔۔یا۔۔ اہلِ ایمان یعنی وہ لوگ جو تم پر ایمان لانے والے تھے اُن سے باخبر نہ تھے، (لیکن بنادیا ہم نے اِس قرآن کو نور، راہ دیتے ہیں اُس سے جسے چاہیں اپنے بندوں سے)۔ یعنی جب بندے اُس کو قبول کر لیتے ہیں تو طریقِ دین کی راہ پاتے ہیں۔

(اور بے شک تم ہدایت دیتے ہو سیدھی راہ کی) وحی کے سبب سے لوگوں کو۔ تمہارا پکارنا تو عام ہے تمام خلق کو اور میری ہدایت خاص ہے، جسے میں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں۔ تمہارا کام ہے سیدھا راستہ دکھانا جو ساری مخلوقات کے لیے عام ہے، اور میرا فضل ہے منزل تک پہنچا دینا، جس کو

میں پہنچانا چاہوں۔ جس سیدھی راہ کی تم ہدایت دیتے ہو، وہ۔۔۔

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

اللہ کی راہ۔ کہ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵

یادرکھو کہ اللہ کی طرف پھر کر جاتے ہیں سارے کام●

(اللہ) تعالیٰ (کی راہ) ہے۔ وہ خدا، (کہ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ یادرکھو کہ اللہ) تعالیٰ (کی طرف پھر کر جاتے ہیں سارے کام)۔ یعنی ہر وقت اور ہر حال میں سب کام اُسی کی طرف پھرتے ہیں۔ یعنی جملہ مخلوق کے جملہ امور دُنیا و آخرت میں اُسی کی طرف راجع ہیں، اس لیے کہ وہ جملہ امور کا مدبّر ہے۔ اُس کی قضاء و قدر سے کوئی امر خارج نہیں ہوتا۔

بعونہٖ تعالیٰ گزشتہ روز 'سورہ الشوریٰ' کی تفسیر مکمل کر کے آج بتاریخ
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ۔۔ مطابق۔۔ ۹ر اپریل ۲۰۱۲ء
بروز دوشنبہ 'سورہ الزخرف' کی تفسیر شروع کر دی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔
اٰمِیْن یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وَصٓ
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سُوْرَةُ الزُّخْرُف

سُوْرَةُ الزُّخْرُف ۴۳ مَكِّيَّة ۶۳ — اٰیَاتُهَا ۸۹ رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۂ زخرف۔۔ ۴۳ مکیہ ۶۳ — آیاتہا ۸۹۔۔ رکوعاتہا ۷

'زخرف' کا معنی ہے سونا، کسی چیز کے کمالِ حسن کو بھی 'زخرف' کہتے ہیں۔ اور کسی چیز پر سونے کی ملمع کاری کی جائے، تو اس کو 'مزخرف' کہتے ہیں۔ زمین پر رنگ برنگ کے سبزہ اور پھول کھلے ہوں، تو اُسے 'مزخرف' کہتے ہیں۔ اِس سورہ کا نام 'الزخرف' ہے، اس لیے کہ اِسی سورہ کی آیت ۳۵ میں 'زخرف' کا لفظ آیا ہے، تو پوری سورۂ مبارکہ کا نام یہی رکھ دیا گیا۔ اِس کمالِ حسن و جمال رکھنے والی سورۂ مبارکہ کو۔۔ یا۔۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

ح م ● قسم ہے روشن کتاب کی ●

(ح م) حروفِ مقطعہ آگاہی اور جتانے کے واسطے ہیں، تا کہ سننے والوں کو خوابِ غفلت سے ہوشیار کردیں۔

ثعلبی کے اُس قول سے اِس بات کی تائید ہوتی ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ حروفِ تہجی ادائے تنبیہ کے واسطے آتے ہیں الا کے مقام پر، تو یہاں حے اور میم کلامِ اعظم سننے کو آگاہ کرنے کے واسطے ہیں۔ 'کشف الاسرار' میں ہے کہ 'ح' حیاتِ حق کی طرف اشارہ ہے، اور 'م' اُس کے ملک کی طرف۔

وہ قسم یاد کرتا ہے حیاتِ بے زوال اور ملکِ بے انتقال کی اور (قسم ہے روشن کتاب کی)، یعنی قرآن کی جو روشن اور ظاہر ہے دلائلِ اعجاز کے ساتھ اور ظاہر کرنے والا ہے احکامِ شرع کا اور ہدایت کی راہوں کا۔

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾

بلاشبہ بنایا ہم نے قرآن کو عربی زبان میں، کہ تم لوگ سمجھ سکو ●

(بلاشبہ بنایا ہم نے قرآن کو عربی زبان میں) اس لیے کہ یہ آسمان والوں کی زبان ہے۔۔یا۔۔ اس لیے کہ یہ خود اُس نبی کی اور اُس کی قوم کی زبان ہے جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے، تا (کہ) اَے عرب والو! (تم لوگ سمجھ سکو)، اس لیے کہ تم اِس کے مخاطبِ اوّل ہو۔۔یا۔۔ اَے عرب وعجم والو! تم غور وفکر کرسکو اس لیے کہ قرآن تمام اہلِ عالم کے لیے ہدایت ہے۔

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾

اور بے شک وہ اصل نوشتہ میں ہمارے پاس، یقیناً بلندرتبہ سراپا حکمت ہے ●

(اور بے شک وہ) یعنی قرآن (اصل نوشتہ میں)، یعنی ساری آسمانی کتابوں کی اصل، لوحِ محفوظ میں جو ہر طرح کے تغیّر سے محفوظ ہے، (ہمارے پاس یقیناً بلند رتبہ سراپا حکمت ہے)۔ محکم کیا ہوا کہ اس میں تناقض نہیں ہے۔ اور اگلی آسمانی کتابوں کو منسوخ کرنے والا ہے، اور خود منسوخ نہیں ہوتا۔

أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝٥

تو کیا ہم نصیحت کا پہلو پھیر دیں؟ اس پر، کہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو●

(تو کیا ہم نصیحت کا پہلو پھیر دیں) اَے مشرکو! (اِس) بات (پر کہ تم لوگ) اپنی تکذیب و اِنکار میں (حد سے بڑھ جانے والے ہو)؟ یعنی باوصف اِس کے کہ تم قرآن سے اِنکار کرتے ہو اور اِس کی تکذیب کرتے ہو، مگر ہم اپنی وحی نہ روکیں گے، بلکہ تمہیں راہِ ہدایت پر لانے کے لیے پے در پے بھیجیں گے۔

ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ۔۔۔

تمہارے شرک کے سبب سے قرآن کو ہم آسمان پر نہ اٹھالیں گے، اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ پیدا ہوں گے جو اِس پر ایمان لائیں گے اور اِس کے احکام پر عمل کریں گے۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝٦ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

اور کتنے بھیجے ہم نے نبی اگلوں میں● اور نہ آتا اُنہیں کوئی نبی مگر اُس کی

يَسْتَهْزِئُونَ ۝٧ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝٨

ہنسی بناتے تھے● تو برباد کر دیا ہم نے ان لوگوں سے زیادہ پکڑ میں سخت لوگوں کو، اور گزر چکا اگلوں کا حال●

(اور کتنے بھیجے ہم نے نبی اگلوں میں) کہ وہ لوگ مشرک اور مسرف تھے اور اُن کے کفر نے ہمیں رسول بھیجنے سے نہیں روکا۔ (اور نہ آتا انہیں کوئی نبی مگر) قوم کے معاند لوگ (اُس کی ہنسی بناتے تھے)، جس طرح قریش کے منکر تمہارے ساتھ ہنسی اور مسخرا پن کرتے ہیں، (تو) ہنسی اور تمسخر کرنے کے سبب سے (برباد کر دیا ہم نے ان لوگوں سے زیادہ پکڑ میں سخت لوگوں کو)۔ یعنی اِن کافروں سے زیادہ جو قوی تھے اُن کو ہم نے ہلاک کر دیا، اور اُن کی سختی اور شوکت نے ہم کو عاجز نہیں کیا۔ (اور) قرآنِ کریم میں کئی جگہ (گزر چکا اگلوں کا حال) اور اُن کا قصہ کہ انہوں نے پیغمبروں کے ساتھ کیا کیا اور ہم نے اُن کے ساتھ کیا کیا۔

اِس جگہ سے حضرت رسولِ مقبول ﷺ سے نصرت کا وعدہ اور دشمنوں کے لیے عذاب اور عقوبت کی وعید نکلتی ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر تم نے اُن سے پوچھا کہ "کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو،" تو ضرور کہہ دیں گے

خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۹

کہ "پیدا کیا ہے اُنہیں عزت والے علم والے نے"●

(اور) اَے محبوب! (اگر تم نے) اپنی قوم کے (اِن) مشرکین (سے پوچھا کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو؟ تو ضرور کہہ دیں گے کہ پیدا کیا ہے انہیں عزت والے علم والے نے)، جو غالب ہے اپنے حکم میں اور جاننے والا ہے بندوں کے احوال، اس واسطے کہ پیدا کرنا کسی جاہل اور عاجز کا کام نہیں ہوسکتا۔

یہ آیت ان کافروں کے کمالِ جہالت اور حماقت سے خبر دیتی ہے کہ اقرار تو کرتے ہیں کہ پیدا کرنے والا قوی اور دانا ہے، اور اُس کے غیر کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ اپنی صفت میں فرماتا ہے کہ خدائے علیم وقدیر وہ ہے۔۔۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا

جس نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر، اور بنائے تمہارے لیے

سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰

اُس میں راستے، کہ راہ پاؤ●

(جس نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر) یعنی تمہاری قرارگاہ، (اور بنائے تمہارے لیے اس میں راستے) تا (کہ) تم جن شہروں اور مکانوں کی طرف جانا چاہو اُدھر جانے کی (راہ پاؤ) اور اپنے مطلوبہ مقام پر بآسانی پہنچ جاؤ۔

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ

اور جس نے اُتارا آسمان کی طرف سے پانی ایک اندازے سے، پھر اُٹھا کر کھڑا کر دیا ہم نے اُس مُردہ آبادی کو۔

كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑪

اِسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے●

(اور جس نے اُتارا آسمان کی طرف سے پانی ایک اندازے سے) بقدرِ حاجت اور مصلحت کے قدر۔ یعنی نہ تو بہت کہ اُس کے سبب سے غرق ہو جائیں جیسے طوفانِ نوح، اور نہ تھوڑا کہ کھیتوں کی ضرورت کو کافی نہ ہو۔ **(پھر اٹھا کر کھڑا کر دیا ہم نے اُس مردہ آبادی کو)**۔ یعنی جس شہر کی زمین خشک بے آب و گیاہ ہو گئی تھی، پانی کے سبب وہ سرسبز و شاداب ہو گئی، اُس کے پودوں کو اور اُس کی گھاس کو تر و تازگی مل گئی جو اُس کی زندگی کی طرح ہے۔

آیتِ کریمہ میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات اِس جہت سے ہے کہ یہ فعل اُسی کے ساتھ خاص ہے۔

(اسی) زندہ کرنے کی **(طرح تم لوگ نکالے جاوگے)** قبروں سے زندہ ہو کر۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ

اور جس نے پیدا فرمایا سارے جوڑے، اور بنایا تمہارے لیے کشتیوں

وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ⑫

اور چوپایوں سے وہ، جن کی سواری کرتے ہو●

(اور) وہ خداوند وہ ہے **(جس نے پیدا فرمایا سارے جوڑے)**۔ یعنی مذکر و مونث پر مشتمل جوڑے پیدا فرمائے۔۔یا۔ ازواج سے مراد اقسام ہیں، یعنی ہر قسم کی چیزوں کو پیدا فرمایا۔۔یا۔۔ ہر چیز کا مقابل پیدا کیا جو مل کر ایک جوڑا ہو گئے۔۔ مثلاً: سردی اور گرمی۔۔ رات اور دن۔۔ آسمان اور زمین۔۔ سورج اور چاند۔۔ جنت اور دوزخ وغیرہ وغیرہ۔

ایک چوتھی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُس سے مراد انسانوں کے وہ احوال وصفات ہیں جن میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔۔ مثلاً: خیر اور شر۔۔ ایمان اور کفر۔۔ خوش حالی اور تنگ دستی اور صحت اور بیماری وغیرہ۔۔ الحختصر۔۔ قطع نظر اِس بات کے اِس آیت کریمہ میں ازواج سے خاص طور پر کیا مراد ہے؟ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اوپر جن کا ذکر کیا گیا، وہ سب اور اُن کے سوا سارے مخلوقات کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا۔۔۔

(اور بنایا تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں سے وہ، جن کی سواری کرتے ہو)۔ کشتیوں

سے دریامیں اور چوپایوں سے خشکی میں۔۔۔

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ

تاکہ جم کر بیٹھو اُن کی پیٹھوں پر، پھر یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جہاں ٹھیک بیٹھ چکے تم اُس پر،

وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور کہو کہ "پاکی ہے اُس کی جس نے قابو میں کر دیا ہمارے اُس کو، اور نہ تھے ہم اُس کے بوتے والے●

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں"●

(تاکہ جم کر بیٹھو اُن کی پیٹھوں پر، پھر یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جہاں ٹھیک بیٹھ چکے تم اس پر)۔ وہیں پر سکون سے بیٹھنے کے بعد۔۔یا۔۔جیسے ہی تم اُس پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، تو دِل سے خدا کی نعمت کو یاد کرو، **(اور)** زبان سے **(کہو کہ پاکی ہے اُس)** خدائے برتر و بالا **(کی، جس نے قابو میں کر دیا ہمارے اِس)** کشتی۔۔یا۔۔اِس چارپایہ **(کو)** کہ اِن پر سوار ہو کر ہم خشکی اور تری طے کرتے ہیں، **(اور نہ تھے)** اپنی قوت سے **(ہم اِس کے بوتے والے)** یعنی اِس کو تھامنے والے اور اپنا فرمانبردار کرنے والے۔

(اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں) اپنی آخری عمر میں اُس سواری پر جس کو جنازہ کہتے ہیں۔اور دُنیا کی سواریوں میں وہ اخیر سواری ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ رکاب میں پائے مبارک رکھتے، تو **بِسْمِ اللّٰهِ** کہتے اور جب سواری کی پشت پر بیٹھ جاتے، تو کہتے کہ الحمد لله على كل حال **سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ**

حضرت امام حسین نے کسی کو دیکھا کہ سواری پر بیٹھا اور آیت **سُبْحٰنَ الَّذِيْ** آخر تک پڑھی، حضرت امام نے فرمایا کہ تم کو کس نے یہ حکم کیا ہے؟ سوار نے عرض کی کہ اَے فرزندِ رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم فرمایا ہے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد فرمایا ہے "کہ یاد کرو اپنے رب کی نعمت سوار ہوتے وقت"، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ سوار ہوتے وقت حمد کرنے سے غافل نہ رہو۔

۔۔کافروں کی خدا فراموشی اور اُن کی جہالت کا عالَم یہ ہے کہ خدا کی خالقیت اور عزت اور

عِلم کا اقرار کرنے کے بعد، اس کے واسطے اولاد ثابت کرتے ہیں۔۔چنانچہ۔۔انہوں نے اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا۔۔۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ ع ۱۵

اور بنالیا اُس کے لیے اُس کے بندوں سے جزء۔ بے شک انسان ضرور کھلا ناشکرا ہے●

(اور بنالیا اُس کے لیے بندوں سے جزء)، یعنی اُس کے بندوں میں سے ایک حصہ، یعنی کہتے ہیں کہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں۔ اِس طرح انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اُس کا جزء قرار دے دیا۔ اور اُس کے جنس میں شامل کر دیا، اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ولادت اجسام کی صفتوں میں سے ہے اور وہ سب جسموں کا خالق ہے۔

(بے شک انسان ضرور کھلا ناشکرا ہے)۔اُس کی ناشکری اور اُس کا کفر بالکل واضح ہے، کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔

اور ان کافروں کی جہالت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیٹیوں کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور اپنے واسطے بیٹے چاہتے ہیں، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾

کیا اُس نے لیا جو مخلوق فرماتا ہے اُس سے بیٹیاں، اور چن رکھا ہے تمہارے لیے بیٹے؟●

(کیا اس نے) یعنی حق تعالیٰ نے اپنے واسطے (لیا جو مخلوق فرماتا ہے اُس) میں (سے بیٹیاں)، جو خود کافروں کی نگاہ میں بہت بُری، لائقِ شرم اور ناقص ہوتی ہیں، تو اُن ناقصات کو خدا نے اپنے لیے رکھ لیا؟ (اور چن رکھا ہے تمہارے لیے بیٹے) جو نسبتاً بہتر اور کامل ہوتے ہیں۔ اور یہ بات کیونکر ہونا چاہیے کہ خدا کا بچہ بندہ کے بچہ سے کمتر ہو۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

حالانکہ جب خوشخبری دیا گیا اُن میں کا کوئی، جو خدائے مہربان کے لیے کہاوت بنالی ہے،

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾

تو سارا دن اُس کا چہرہ کالا ہے اور وہ گھٹتا رہتا ہے●

(حالانکہ جب خوش خبری دیا گیا اُن میں کا کوئی) اُسی کی (جو خدائے مہربان کے لیے کہاوت بنالی ہے)، اور جس کے ساتھ اُس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے اور اُسے بیٹی والا قرار دیا ہے، تو اب اگر اُسی کو اس کے یہاں بیٹی کی پیدائش کی خبری دی جائے، (تو) صاف نظر آئے گا کہ (سارا دن اُس کا چہرہ کالا ہے) رنج وغم کی وجہ سے، (اور وہ گھٹتا رہتا ہے)۔ یعنی غم اور بے چینی اور بے صبری میں اپنے دل ہی دل میں غم کھاتا رہتا ہے۔ پس اَے کافرو! جب تم اپنے واسطے بیٹیاں پسند نہیں کرتے، تو خدا کے واسطے کیوں روا رکھتے ہو۔

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾

کیا جس کی نشو ونما کی جائے گہنوں میں، اور وہ بحث میں صاف نہ بول سکے•

(کیا جس کی نشو ونما کی جائے گہنوں میں) یعنی ناز سے پرورش کی جائے اور اُس کو لڑائی اور معرکہ آرائی کی قوت نہ ہو، (اور وہ بحث میں صاف نہ بول سکے)۔

عرب کو شجاعت اور فصاحت پر فخر تھا اور اکثر عورتوں میں یہ دونوں صفتیں نہیں ہوتی ہیں، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

کیا جو کوئی ایسا ہو، تو خدا اُس کو اپنی فرزندی میں لے لے گا؟ اَے کافرو! آخر تمہاری اس بے عقلی کو کیا کہا جائے؟ جس کو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اُسے خدا کے لیے روا رکھتے ہو۔ ان کافروں کی بے عقلی بڑھتی گئی۔۔۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ

اور قرار دیا اُن لوگوں نے فرشتوں کو، جو خدائے مہربان کے بندے ہیں عورتیں، کیا اُنہوں نے دیکھی ہے اُن کی پیدائش؟

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾

اب لکھ لی جائے گی اُن کی گواہی، اور باز پرس کیے جائیں گے•

(اور قرار دیا ان لوگوں نے فرشتوں کو جو خدائے مہربان کے بندے ہیں عورتیں)، یعنی فرشتوں کو جو ہر وقت عبادت وبندگی میں مشغول رہتے ہیں اُن کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ (کیا انہوں نے دیکھی ہے اُن کی پیدائش؟) اور اُن میں عورت ہونے کی صفت دیکھی ہے؟

معالم میں ہے کہ حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کافروں سے پوچھا کہ تم کیونکر جانتے

ہو کہ فرشتے عورتیں ہیں؟ تو کافروں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اب لکھ لی جائے گی اُن کی گواہی، اور باز پرس کیے جائیں گے) قیامت کے دن کہ یہ بات بتاؤ تمہارے پاس فرشتوں کے عورت ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اور ان فرشتوں کی پرستش کرنے کا سبب کیا ہے؟ اِس بات پر کفار کٹ حجتی پر اتر آئے۔۔۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ

اور یہ لوگ بولے کہ "اگر چاہتا خدائے مہربان، تو ہم نہ پوجتے اُنہیں۔" نہیں اُنہیں اِس کا کوئی علم۔

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰ۭ

یہ لوگ بس اَٹکل دوڑاتے ہیں●

(اور یہ لوگ بولے)، یعنی بنی ملیح نے خزاعہ سے کہا **(کہ اگر چاہتا خدائے مہربان، تو ہم نہ پوجتے انہیں)**۔

یہ بات انہوں نے بطور کٹ حجتی کہی اور اس اعتقاد کی راہ سے نہیں کہی کہ خدا کی مشیت بندوں کی مشیت پر غالب ہے، اس لیے کہ یہ اعتقاد تو ایمان میں سے ہے اور وہ مؤمن ہی کب تھے جو یہ اعتقاد رکھتے، اسی لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(نہیں انہیں اِس کا کوئی عِلم۔ یہ لوگ) تو **(بس اٹکل دوڑاتے ہیں)**۔۔ چنانچہ۔۔۔ جو کچھ کہتے ہیں وہ علم کی رُو سے نہیں کہتے۔ مشیتِ الٰہی کا نام تو صرف نادانوں کو دھوکا دینے کے لیے لے لیا ہے اور حکمِ الٰہی کو ضائع کرنے کے لیے مشیت کو بطورِ دلیل پیش کر دیا ہے۔

اور اِس گفتگو سے اُن کا مدعا یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں اُن کی پرستش لکھ دی ہے، اور اس بات پر خدا راضی ہے تو اس بات کے سبب سے ہم پر عذاب نہ کرے گا۔ تو وہ جھوٹ کہتے تھے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کسی کافر کے کفر سے راضی نہیں۔ جو وہ کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ اُن سے دریافت کرو کہ۔۔۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝۲۱

کیا دے رکھی ہے ہم نے اُنہیں کوئی کتاب اِس کے پہلے سے، تو وہ اُسی سے دلیل لانے والے ہیں●

(کیا دے رکھی ہے ہم نے انہیں کوئی کتاب اِس) قرآن (کے پہلے سے) جس سے اُن کی بات کا سچ ہونا ثابت ہو (تو وہ اُسی سے دلیل لانے والے ہیں؟)۔اور یہ بات مقرر ہے کہ ہم نے قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہیں دی کہ اُس سے کوئی دلیل اور نقل لائیں، اور عقل کی راہ سے بھی کوئی دلیل نہیں رکھتے۔۔۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾

بلکہ وہ تو کہہ چکے کہ "بلاشبہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک جمعیت پر، اور بے شک ہم اُن کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں"●

(بلکہ وہ تو) خود (کہہ چکے کہ بلاشبہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک جمعیت پر) یعنی ایک طریقہ اور ایک خصلت پر، (اور بے شک ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں) اور انہیں کے طور و طریقے کو اپنانے والے ہیں۔

اِس مقام پر تین۳ چیزیں ہیں۔ایک مشیت ہے، دوسری چیز اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اور تیسری چیز اللہ تعالیٰ کا امر اور اُس کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ اُس وقت راضی ہوتا ہے، جب اُس کے امر اور اُس کے حکم پر عمل کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اُس کا ارادہ، اُس کی رضا اور اُس کے حکم سے عام ہے۔اِس کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اُس کے ارادہ سے ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی نہیں ہوتا، اور نہ ہر چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

جہاں تک انسانوں کے افعال کا تعلق ہے، انسانوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ انسان کے اُسی فعل کو پیدا کرتا ہے جس فعل کو انسان خود اختیار کرتا ہے، اور اُسی اختیار کی بنا پر اس کو جزاء اور سزا دی جاتی ہے۔اگر انسان کو اختیار نہ دیا گیا ہوتا، تو پھر رسولوں کو بھیجنا، حساب اور کتاب لینا، میزان قائم کرنا، جزاء اور سزا دینا، یہ تمام امور عبث اور بے کار ہو جائیں گے اور قرآنِ پاک کی وہ ساری آیتیں محل نظر ہو جائیں گی جو اِس بات پر دلیل ہیں کہ انسان کو اچھے اور بُرے کاموں اور ایمان اور کفر کا اختیار دیا گیا ہے، اور اس کے نیک کاموں پر اس کو جزا ملے گی اور بُرے کاموں پر وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

اَے محبوب! یہ جو آپ کے عہد کے کفار اپنے باپ دادوں کی پیروی کی بات کرتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔۔۔

وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ

اور اسی طرح نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کسی آبادی میں کوئی ڈرانے والا، مگر کہا کیے اُس کے آسودہ لوگ،

اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ

کہ "ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک جمعیت پر، اور ہم اُن کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے ہیں"• اُنھوں نے جواب دیا

جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَیْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ

کہ "کیا گو ہم لے آئیں تمھارے پاس نہایت بڑی ہدایت اُس سے، جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادوں کو؟ سب بول کر رہ گئے

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾

کہ "ہم سب اِس سے، جس کے تم پیغمبر بنائے گئے ہو انکاری ہیں"•

(اور) یہ کوئی اِن کا نیا عذر نہیں، بلکہ اِن کے اگلوں کی بھی یہی بولی رہی ہے۔۔ چنانچہ۔۔(اسی طرح نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کسی آبادی میں کوئی ڈرانے والا) کہ اُس نے عذاب سے اُس قریہ والوں کو ڈرایا اور شرک سے توحید کی طرف بلایا، (مگر کہا کیے اُس کے آسودہ لوگ) یعنی دولت منداور سردار لوگ (کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک جمعیت پر اور ہم اُن کے نشانِ قدم پر پیچھے پیچھے ہیں• اُنھوں نے جواب دیا کہ کیا گو ہم لے آئیں تمھارے پاس نہایت بڑی ہدایت اُس سے، جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادوں کو)۔ وہ اپنی اندھی تقلید پر ایسے کڑے اور اَڑے ہوئے تھے کہ محض عناد کی راہ سے (سب بول کر رہ گئے کہ ہم سب اُس سے جس کے تم پیغمبر بنائے گئے ہو انکاری ہیں) تو اندھی تقلید کی شامت سے اُن کا کام تکبر اور دشمنی کو پہنچا۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۵﴾ ع

(النصف) ع ۸

تو بدلہ لیا ہم نے اُن سے، تو دیکھو کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا•

(تو بدلہ لیا ہم نے اُن سے) اور ان مقلدوں اور معاندوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ (تو دیکھو کہ کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا)۔

اِس کلام میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تسلی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اپنے باپ دادوں ہی کی تقلید کرنی ہے، تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کرو جو تمھارے باپ دادا میں سب سے زیادہ شریف اور بزرگ ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾

اور جب کہ کہا ابراہیم نے اپنے بابا سے اور اپنی قوم سے کہ "بلاشبہ میں بیزار ہوں اُس سے جسے تم لوگ پوجتے ہو●

إِلَّا ٱلَّذِى فَطَرَنِى فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾

مگر وہ جس نے پیدا فرمایا مجھے کہ بلاشبہ وہ راہ دے گا مجھے"●

(اور) یاد کرو اُس کو (جب کہ کہا ابراہیم نے) غار سے باہر نکلنے کے بعد (اپنے بابا اور اپنی قوم سے)، جب انہیں بت پرستی کرتے دیکھا، (کہ بلاشبہ میں بیزار ہوں اُس سے جسے تم لوگ پوجتے ہو● مگر وہ جس نے پیدا فرمایا مجھے) اور میں صرف اُسی کا پرستار ہوں، کیوں (کہ بلاشبہ وہ راہ دے گا مجھے) یعنی راہِ حق پر ثابت قدم رکھے گا۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِى عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

اور بنا رکھا اُسے باقی رہنے والی بات اپنے بعد والوں میں، کہ وہ باز آئیں●

(اور بنا رکھا ہے اُسے باقی رہنے والی بات اپنے بعد والوں میں)۔ یعنی حضرت ابراہیم نے کلمہءِ توحید کو اپنی ذریت میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا ہے۔ اِسی وجہ سے حضرت ابراہیم کی اولاد میں موحد اور توحید کی طرف بلانے والے ہوئے۔

بعضوں نے کہا کہ "عقب ابراہیم" علیہ السلام سے آلِ محمد ﷺ ۔۔یا۔۔امتِ محمدی ﷺ مراد ہے اور بعضے اِس بات پر ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں کلمہءِ توحید کو باقی چھوڑا۔۔۔

تا (کہ وہ) جو کفر و شرک پر ہیں وہ حضرت ابراہیم کے دین پر (باز آئیں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ توقع پوری نہیں ہوئی کہ اُن کی تمام اولاد عقیدۂ توحید اور اسلام پر قائم رہے۔ حق تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے میں جو اہلِ مکہ تھے وہ نسلِ ابراہیم سے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو خوب نوازا۔ چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

ہم نے انہیں محروم نہیں چھوڑ دیا۔۔۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَءَابَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾

بلکہ مال و متاع دیا ہم نے اُنہیں، اور اُن کے باپ دادوں کو، یہاں تک کہ آ گیا اُن کے پاس حق، اور صاف صاف بتانے والا رسول●

(بلکہ مال ومتاع دیا ہم نے انہیں) پیغمبرِ اسلام کے عہد والوں کو، (اوران کے باپ دادوں کو)۔ سبھی کو دُنیاوی نعمتیں اورآسائشیں دیں اوروہ ان نعمتوں اورآسائشوں اوراُن کی لذتوں میں ڈوب کرعقیدۂ توحیداوراسلام کے احکام سے غافل ہوگئے۔ (یہاں تک کہ آگیااُن کے پاس حق) قرآنِ کریم (اور) قرآنِ کریم کے احکام کو (صاف صاف بتانے والا رسول)، جس کی رسالت اُس کے پیش کردہ معجزات کی وجہ سے بالکل ظاہر تھی، اور جواللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کو بیان کرنے والاتھا۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ۝

اور جب آگیااُن کے پاس حق، توبولے کہ "یہ جادو ہے، اور ہم بے شک اُس کے انکاری ہیں"●

(اور جب آگیااُن کے پاس حق، توبولے کہ یہ جادو ہے، اور ہم بے شک اِس کے اِنکاری ہیں)۔

یہ لوگ عقیدۂ توحید سے غافل ہو چکے تھے اور جب ہمارے نبی ﷺ اُن کوخوابِ غفلت سے جگانے کے لیے آئے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے آئے، تو انہوں نے آپ کا اور آپ کے پیغام کا اور قرآنِ مجید کا اِنکار کیا۔۔۔

وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ۝

اور بولے کہ "کیوں نہ نازل کیا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر؟ دونوں آبادیوں سے"●

(اور بولے کہ کیوں نہ نازل کیا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر؟ دونوں آبادیوں سے)، یعنی مکہ معظمہ اور شہر طائف کے کسی صاحبِ مال اور صاحبِ جاہ انسان پر کیوں نہیں اتارا گیا؟

۔۔مثلاً: مکہ میں ولید ابن مغیرہ پر۔۔یا۔۔عتبہ بن ربیعہ پر۔۔یا۔۔اخنس بن شریف پر اور طائف میں عروہ ثقفی۔۔یا۔۔خبیب بن عمر پر۔۔یا۔۔کنانہ پر۔ کافروں کا مدعا یہ تھا کہ رسالت بڑا منصب ہے، چاہیے تھا کسی بزرگ آدمی کو ملتا، اور بزرگی اُن کے نزدیک مزخرفاتِ دُنیوی جمع ہونے اور حکومت کرنے اور گروہ اور حشمت کی کثرت پر منحصر تھی۔ اور انہوں نے یہ نہ جانا کہ رسالت عالی رتبہ اور اُس کا استحقاق فضائل روحانی اور کمال قدسی سے آراستہ ہونا ہے۔ اور اُن سب اختصاص کے ساتھ جاننا چاہیے کہ حضرت واھب العطایا کے خاص فضل سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ۔۔۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ

"کیا یہ لوگ بانٹتے ہیں تمہارے رب کی رحمت کو؟" ہم نے خود بانٹا ہے اُن کے درمیان،

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ

اُن کے سامانِ زندگی کو دُنیاوی زندگی میں، اور اونچا کیا ایک کو دوسرے پر بہت کچھ، تاکہ بنائے رکھیں

بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۳۲

ایک دوسرے کو دبتا ہوا۔ اور تمہارے رب کی رحمت بہتر ہے اُس سے، جو وہ جمع جتھا کرتے رہتے ہیں ●

(**کیا یہ لوگ بانٹتے ہیں تمہارے رب کی رحمت کو؟**) یعنی نبوت کو، تو کیا رسالت کی کنجیاں اُن کے دستِ تصرف میں ہیں تاکہ جس پر چاہیں نبوت کا دروازہ کھول دیں؟ (**ہم نے خود بانٹا ہے اُن کے درمیان اُن کے سامانِ زندگی کو دُنیاوی زندگی میں**)۔ یعنی وہ چیز جس کے سبب سے زندہ رہتے ہیں دُنیا میں اور اُس کی تدبیر اور تغییر میں عاجز ہیں۔ پس کہاں امرِ رسالت میں کہ مراتب انسانیہ میں اعلیٰ رتبہ ہے دخل دیتے ہیں۔

(**اور اونچا کیا ایک کو دوسرے پر بہت کچھ**) روزی میں کہ ایک مالدار ہے دوسرا فقیر۔۔یا۔۔ حریت میں کہ ایک آزاد ہے دوسرا غلام۔۔یا۔۔ بزرگیوں میں کہ ایک فاضل ہے دوسرا مفضول۔ درحقیقت درجوں کا فرق نیک اخلاق کے سبب سے ہے۔ جس کی خو بہت نیک، اُس کا درجہ بہت بلند۔ اور یہ تفاوت ہم نے اس لیے کیا۔۔۔ (**تاکہ بنائے رکھیں ایک دوسرے کو دبتا ہوا**)، کام کرنے والا تابعدار، تاکہ اُن کام کرنے والوں کا بھی کام بنے۔

ایک کام کرانے والا ہے اور دوسرا کام کرنے والا ہے، تو جو کام کرانے والا ہے وہ اپنے مال سے کام کرنے والے کی مدد کرتا ہے، اور جو کام کرنے والا ہے وہ اپنے اعمال سے کام کرانے والے کی مدد کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اِسی محتاجی کے سبب امورِ دُنیوی کا انتظام ہوتا ہے۔

(**اور تمہارے رب کی رحمت**) یعنی نبوت (**بہتر ہے اُس سے جو وہ جمع جتھا کرتے رہتے ہیں**) یعنی مالِ دُنیا۔ اور اُسے بزرگی کا سبب جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا بہت حقیر ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ دُنیا کی محبت کی وجہ سے لوگ کفر اختیار کر لیتے اور کافروں کے گھروں میں انواع واقسام کی نعمتیں اور عیش وعشرت کا

سامان دیکھ کر کفر کی طرف رغبت کرتے، اور یہ وہم کر لیتے کہ کفر ہی میں فضیلت ہے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کافروں کے گھر اور ان کا ساز و سامان سونے کا بنا دیتا، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ

اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ داخل ہو جائیں سب لوگ، ایک ہی اُن کی جمعیت میں، تو بنا دیتے ہم اُن کے لیے جو انکار کریں

بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ۳۳

خدائے مہربان کا، اُن کے گھروں کے لیے سونے چاندی کی چھت اور زینے، جس پر چڑھا کرتے۔

وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ۳۴

اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جس پر تکیہ لگاتے رہیں۔

(اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ داخل ہو جائیں گے سب لوگ) حرص پر مجتمع ہونے میں۔۔یا۔۔ آخرت پر دُنیا کو اختیار کر لینے میں، **(ایک ہی اُن کی جمعیت میں، تو بنا دیتے ہم اُن کے لیے جو اِنکار کریں خدائے مہربان کا، اُن کے گھروں کے لیے سونے چاندی کی چھت اور زینے جس پر چڑھا کرتے)**، تا کہ دوسرے انہیں دیکھیں **(اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جس پر تکیہ لگاتے رہیں)** سب کو چاندی کا بنا دیتے۔

وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ

اور دوسرے سامانِ آرائش، اور یہ سب محض دُنیاوی زندگی کی پونجی ہے، اور آخرت تو تمہارے رب کے یہاں ڈر جانے والوں

رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۳۵ع وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ ۱۰ع

کے لیے ہے۔ اور جس کو رتوندھی ہو خدائے مہربان کے ذکر سے، تو ہم مسلط کر دیں گے اُس کے لیے شیطان کو، تو وہ اُس کا

قَرِیْنٌ ۳۶ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۳۷

ساتھی رہے۔ اور بے شک وہ شیاطین یقیناً روکتے رہتے ہیں اُنہیں راہ سے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ راہ پائے ہوئے ہیں۔

(اور) اِن کے علاوہ بھی اُن کے گھروں کو **(دوسرے سامانِ آرائش)** سے آراستہ کر دیتے۔

اِس آیت میں اشارہ ہے دُنیا کی حقارت کی طرف، یعنی ہمارے سامنے دُنیا کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ دُنیا کے طلب کرنے اور جمع کرنے میں مشغول ہو جاتے، اس واسطے کہ اکثر طبیعتیں دُنیا کی محبت کے ساتھ مخلوق ہیں اور اس کے سبب سے

عبادتِ الٰہی اور فرمانبرداری سے باز رہ کر کفر اور ناشکری کی طرف لوگ میل کرتے ہیں۔

(اور) صورتِ حال یہ ہے کہ **(یہ سب محض دُنیاوی زندگی کی پونجی ہے)**، اور اِس قدر حقیر ہے کہ مقصودِ حیات بنانے کے لائق نہیں، کیونکہ اِس کو فنا ہے۔ اور جو فانی ہو وہ متاع مقصود کیسے ہوسکتی ہے؟ **(اور)** اسے آخرت پر کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے، اس لیے کہ **(آخرت)** کی نعمت یعنی بہشت **(تو تمہارے رب کے یہاں ڈر جانے والوں کے لیے ہے)**۔ یعنی ان پرہیزگاروں کے لیے ہے، جنہوں نے شر اور گناہوں سے احتراز کیا اور لذت حاصل کرنے کی چیزیں اور اس جہاں کی نعمتیں جو فنا ہو جانے والی ہیں، اُن کو اپنا مقصودِ حیات بنانے سے اجتناب کرتے رہے اور خود کو بچاتے رہے۔

اِس مقام پر یہ خیال آسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیتا، تو تمام لوگوں کے لیے اسلام پر مجتمع ہونے کا سبب بن جاتا، لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا اِس میں حکمت کیا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اُس صورت میں لوگ دُنیا طلب کرنے کے لیے اسلام کو قبول کرتے، تو یہ منافقین کا ایمان ہوتا۔ اسلام کو حقانیت کی وجہ سے قبول کرنا اور رضائے الٰہی کے لیے اپنانا مطلوبِ خداوندی ہے۔

(اور جس کو رتوندھی ہو خدائے مہربان کے ذکر سے)، یعنی وہ ذکرِ الٰہی سے آنکھ چرائے اور اِنکار کرے۔۔ الحاصل۔۔ خدائے مہربان کے ذکر سے غافل ہو کر گویا کہ اندھا ہو جائے، **(تو ہم مسلط کردیں گے اُس کے لیے شیطان کو، تو وہ اُس کا ساتھی رہے)** گا۔ **(اور بے شک وہ شیاطین یقیناً روکتے رہتے ہیں انہیں)** اپنے ساتھی آدمی کو **(راہِ)** حق **(سے، اور)** کافر لوگ **(یہ سمجھتے ہیں کہ)** شیطان کی متابعت کے سبب سے **(راہ پائے ہوئے ہیں)**۔۔ یا۔۔ گمان کرتے ہیں کہ شیطان اہلِ ہدایت ہیں اور اِسی گمان پر رہتے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ

یہاں تک کہ جب آنا پڑا ہمارے پاس، تو کہنے لگے کہ "اے کاش! میرے اور تجھ شیطان کے درمیان پورب پچھم کی دُوری ہوتی"،

فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾

تو کتنا برا ساتھی ہے●

(یہاں تک کہ جب آنا پڑا ہمارے پاس) اُن اِنکار کرنے والوں کو۔۔۔

اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ منکر اور اُس کے ساتھی شیطان کو ایک زنجیر میں باندھ کر میدانِ حشر میں لائیں گے، اور دوزخ میں ڈال دیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کافروں کو اٹھا کر میدانِ حشر میں لائیں گے، تو جو شیطان دُنیا میں ان کا ساتھی ہوگا، اُس وقت اُس کے ساتھ ہوگا جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ دوزخ میں جائیں گے۔

۔۔غرضیکہ۔۔جب میدانِ حشر میں آئے، (تو کہنے لگے) اُن میں سے عاصی اپنے قرین سے، یعنی اُس شیطان سے جو اُن کا ساتھی رہا، (کہ اَے کاش! میرے اور تجھ شیطان کے درمیان پورب پچھم کی دُوری ہوتی۔ تُو کتنا بُرا ساتھی ہے)۔

آیتِ کریمہ میں تغلیباً مشرق کے لفظ سے مغرب مراد لیا ہے۔ اہلِ زبان میں یہ استعمال عام طور سے رائج ہے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ **مَشْرِقَیْنِ** سے جاڑے اور گرمی کی دُو مشرقین مراد ہیں اور ان دونوں مشرقوں میں بھی بہت فاصلہ ہے۔ غرض یہ کہ کافر اپنے ساتھی شیطان سے کہے گا کہ کاش کہ تُو مجھ سے اور میں تجھ سے دُور ہوتا، پس تو بُرا ساتھی ہے۔ پھر کہنے والا اُن سے کہے گا۔۔۔

وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور ہرگز کام نہ آئے گا تمہارے اُس دن، جب کہ اندھیر مچا چکے ہو تم، بے شک تم سب عذاب میں شریک ہو●

(اور) اُن پر واضح کر دے گا کہ (ہرگز کام نہ آئے گا تمہارے اِس دن) یعنی آج آخرت کے دن تمہارا یہ آرزو کرنا، (جبکہ اندھیر مچا چکے ہو تم) دُنیا میں، تو آج (بے شک تم سب عذاب میں شریک ہو) اور یہ ہونا بھی چاہیے کہ تم لوگ عذاب میں شریک رہو، جس طرح سببِ عذاب میں شریک رہے۔

بعضوں نے یہ معنی ارشاد فرمائے ہیں کہ تم کو یہ بات کچھ فائدہ نہ دے گی کہ تم عذاب میں شریک رہو، یعنی عذاب میں شریک ہونے کے سبب سے کسی پر سے عذاب کم نہ ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دِلِ مبارک قوم کے ایمان لانے کے ساتھ بہت متعلق رہتا تھا۔۔ چنانچہ۔۔ دعوتِ اسلام پر آپ بہت قائم رہتے اور کافروں کو اکثر دعوت فرماتے، اور کافروں کا عناد اور اُن کا اِنکار بڑھتا ہی جاتا، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾

کیا تم اُن بہروں کو سناؤ گے؟ یا اُن اندھوں کو راہ دکھاؤ گے؟ اور جو کھلی بے راہی میں ہیں●

(کیا تم اُن بہروں کو سناؤ گے یا اُن اندھوں کو راہ دکھاؤ گے)، یعنی جن کے دِل کے کان بہرے ہیں تم کیا حق بات انہیں سنا سکتے ہو؟۔۔یا۔۔جو دِل کے اندھے ہوں کیا تم انہیں راہِ حق دکھا سکتے ہو؟ (اور) اَے محبوب! (جو کھلی بے راہی میں ہیں)، تو کیا تم انہیں ہدایت دے سکتے ہو؟۔۔الحاصل۔۔ اَے محبوب! تمہارا فریضہ صرف صراطِ مستقیم اور سیدھا راستہ دکھانا ہے۔صراطِ مستقیم پر پہنچا دینا تمہاری ذمہ داری ہی نہیں، تو تم اپنے نفس کو بہت رنج اور تکلیف نہ دو۔اَے محبوب! ہماری مشیت نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اِن کافروں پر عذاب ضرور نازل کیا جائے گا، خواہ آپ کی حیات ہی میں۔۔یا۔۔آپ کی وفات کے بعد۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

تو یا ہم اُٹھالے جائیں تمہیں، پھر اُن سے بدلہ لیں● یا تمہیں بھی دکھادیں جس کا وعدہ دیا ہم نے اُن لوگوں کو،

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ

بہر حال ہم اُن پر قدرت رکھنے والے ہیں● تو تم مضبوط پکڑے رہو جو وحی کی گئی تمہاری طرف۔

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾

بے شک تم سیدھی راہ پر ہو●

(تو یا ہم اٹھالے جائیں تمہیں، پھر اِن سے بدلہ لیں●۔۔یا۔۔تمہیں بھی دکھادیں جس کا وعدہ دیا ہم نے اِن لوگوں کو) دُنیا میں عذاب کا۔ (بہر حال ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں● تو تم مضبوط پکڑے رہو جو وحی کی گئی تمہاری طرف)، یعنی جو آیتیں اور احکام تم پر نازل فرمائے گئے حسبِ دستور اُس پر ثابت قدم رہو، اور اُن کو مضبوطی سے تھامے رہو۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور بے شک یہ شرف ہے تمہارا اور تمہاری قوم کے لیے۔اور جلد تم لوگ پوچھے جاؤ گے●

اور (بے شک یہ شرف ہے تمہارا اور تمہاری قوم کے لیے) یعنی قوم قریش کے لیے۔

مجاہد نے فرمایا کہ قوم سے تمام عرب مراد ہیں کہ قرآن اُن کی زبان میں ہے، اور قریش کو ایک خصوصیت ہے کہ آپ اُن میں سے ہیں۔اور اُن میں بنی ہاشم کو اور زیادہ خصوصیت ہے۔اور بعض نے کہا کہ قوم سے اُمت مراد ہے۔

(اور جلد تم لوگ پوچھے جاؤ گے) نعمت اور شکر گزاری کے تعلق سے۔ یعنی تم سے نعمت اور شکر گزاری کا سوال ہوگا۔

وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ

اور پوچھ لواُن سے جن کو ہم نے بھیجا تم سے پہلے اپنے رسولوں سے کہ "کیا قرار دیا تھا ہم نے خدائے رحمٰن کے خلاف

اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ع

کچھ اور معبود، جسے پوجا کریں"●

(اور) اَے محبوب! (پوچھ لواُن سے جن کو ہم نے بھیجا تم سے پہلے اپنے رسولوں سے، کہ کیا قرار دیا تھا ہم نے خدائے رحمٰن کے خلاف کچھ اور معبود، جسے پوجا کریں)۔

اِس آیت سے صرف یہ مراد ہے کہ مشرکینِ قریش وغیرھم کو یہ باور کرایا جائے کہ کسی رسول نے یہ کہا ہے، اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب میں یہ مذکور ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔ اور چونکہ نبی کریم کو اس تعلق سے کوئی شک وشبہ نہیں تھا، تو آپ نے سوال کرنا ضروری نہیں خیال فرمایا۔

تو معراج کی رات بھی جبکہ سارے انبیاءِ کرام بیت المقدس میں موجود تھے آپ نے اُن سے یہ سوال نہیں کیا۔ سوال تو کسی شک وشبہ کو دُور کرنے ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ تو جب آپ کو یقینِ کامل تھا کہ کسی نبی نے ایسا نہیں فرمایا، پھر اُن سے سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا۔۔ تو۔۔ اب نبی کریم سے سوال کرنے کی جو بات ارشاد فرمائی گئی ہے، اس میں صرف یہی حکمت ہے کہ کافروں کو یقین آجائے کہ وہ خدا کے سوا کی جو پرستش کرتے ہیں اُس کا تعلق کسی بھی نبی کی ہدایت سے نہیں ہے۔

بلکہ اِس آیت کریمہ میں کافروں کو اِس بات پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ وہ خود انبیاءِ سابقین کی شریعتوں پر غور وفکر کریں اور اُن کی لائی ہوئی آسمانی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ جب وہ فکرِ مستقیم اور طبع سلیم کے ساتھ یہ کام کریں گے، تو اُن پر خود ہی واضح ہوجائے گا کہ بت پرستی اور غیر خدا کو پوجنے کا تعلق انبیاءِ کرام کی ہدایات سے نہیں ہے۔

اِس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ جو ذکر کیا گیا ہے، اُس سے اِس مضمون کی تاکید کرنا مقصود ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے، کیونکہ کفار نے ہمارے نبی ﷺ پر یہ

اعتراض کیا تھا کہ آپ کے پاس مال کی کثرت نہیں ہے اور نہ معاشرہ میں آپ کو کوئی بڑا منصب حاصل ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے ایسے قوی معجزات پیش کیے جن کے صحیح ہونے میں شک اور شبہ نہ تھا، تو اُس وقت فرعون نے بھی حضرت موسیٰ پر ایسا ہی اعتراض کیا تھا، جیسا کہ کفارِ مکہ نے سیدنا محمد ﷺ پر کیا تھا۔

اُس نے کہا کہ میں غنی ہوں اور میرے پاس بہت مال ہے اور میرے ماتحت بہت بڑی فوجیں ہیں اور تمام مصر کے ملک پر میری حکومت ہے اور میرے محل کے کنارے دریا بہہ رہے ہیں، اور رہے موسیٰ تو وہ فقیر ہیں اور معاشرہ میں کم حیثیت ہیں۔ اُن کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت نہیں۔ اور جو شخص فقیر اور کم حیثیت ہو، اُس کو اتنے بڑے بادشاہ کے دربار میں سفیر بنا کر کیسے بھیجا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایسا ہی شبہ ہے جیسا کفارِ مکہ نے کیا تھا کہ یہ قرآن اِن دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا؟

ایسا ہی اعتراض فرعون نے حضرت موسیٰ پر کیا تھا، تو ہم نے فرعون سے انتقام لیا اور فرعون اور اُس کی قوم کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اور اس قصہ کو یہاں ذکر کرنے سے تین۳ چیزوں کی تاکید کرنا ہے۔

﴿۱﴾۔۔کفار اور مشرکین ہمیشہ انبیاء علیہم السلام پر اِس قسم کے رکیک اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں ۔۔لہٰذا۔۔اِن اعتراضات کی پرواہ نہ کی جائے۔

﴿۲﴾۔۔فرعون روئے زمین کا بہت بڑا بادشاہ تھا، اُس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خائب و خاسر اور ناکام اور نامراد ہوا، اسی طرح مکہ میں آپ سے کفار و مشرکین ناکام اور نامراد رہیں گے۔

﴿۳﴾۔۔حضرت موسیٰ کا مخالف فرعون بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت بہت بڑا لشکر تھا اور اس کے درباری اور معاون اُس زمانہ کے بہت بڑے جادوگر تھے، اور اس کی پوری قوم اس کی خدائی کو مانتی تھی۔ اور سیدنا محمد ﷺ کے جو مخالفین تھے وہ فرعون کی طرح طاقتور نہ تھے اور سب مختلف قبائل اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اُن کے پاس کوئی فوج تھی نہ طاقت اور اقتدار تھا۔ تو جب فرعون حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا، تو یہ کفارِ مکہ تو فرعون کی طرح اقتدار والے نہ تھے، اُن کا سیدنا محمد ﷺ کے مقابلہ میں پسپا ہونا بہت یقینی ہے اور یہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔۔قصہ مختصر۔۔فرمانِ الٰہی۔۔۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ

اور بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف، تو اُنہوں نے کہا کہ "بلاشبہ میں

رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

رسول ہوں رب العٰلمین کا" ● تو جب لے آئے اُن کے پاس ہماری نشانیاں، اب وہ اُس سے ہنس رہے ہیں ●

(اور) ارشادِ خداوندی ہے کہ (بے شک بھیجا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ)، یعنی اپنے معجزات کے ساتھ، کیونکہ معجزہ نبوت کی کھلی ہوئی علامت ہے، (فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف، تو انہوں نے) یعنی موسیٰ علیہ السلام نے (کہا) اُن کو (کہ بلاشبہ میں رسول ہوں رب العالمین کا ● تو جب لے آئے) موسیٰ علیہ السلام (اُن کے پاس ہماری نشانیاں)، جیسے عصا اور ید بیضا وغیرہ، تو (اب وہ) یعنی اُس وقت وہ لوگ اُس میں غور وفکر کرنے اور (اُس سے) ہدایت حاصل کرنے کے بجائے (ہنس رہے ہیں) اور اُس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ

اور نہیں دکھاتے ہم اُنہیں کوئی نشانی، مگر یہ بڑی ہوتی پہلی سے۔ اور گرفتار کیا ہم نے اُنہیں

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾

دُکھ میں، کہ توبہ کرڈالیں ●

(اور نہیں دکھاتے ہم اُنہیں کوئی نشانی مگر یہ بڑی ہوتی پہلی سے) جو اُس کے مثل اور مانند تھی۔ یعنی ہر ایک ایک قسم اعجاز کے ساتھ خاص کیے گئے تھے کہ اس کی جہت سے دوسرے پر تفضیل دیے گئے تھے، اُس بزرگی اور بڑائی کے ساتھ۔۔ الحاصل۔۔ سارے معجزے، معجزے تو تھے ہی، لیکن ہر ایک اپنی اپنی ایک خاص خصوصیت بھی رکھتے تھے جس میں وہ دوسرے سے ممتاز تھے۔ پہلے اُن کو کچھ سمجھنے کا موقع بھی دیا (اور) پھر (گرفتار کیا ہم نے انہیں) قحط، جوؤں اور ٹڈیوں وغیرہ کے عذاب اور (دکھ میں کہ) شاید (توبہ کرڈالیں) اور اپنے آئینِ باطل سے انحراف کرلیں۔ توبہ ورجوع تو بڑی بات رہی، وہ طنز و تعریض پر اُتر آئے۔۔۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور وہ سب بولے کہ "اے جادوگر، دُعا کر دو ہمارے لیے اپنے رب سے وسیلہ سے، اُس کے جو عہد رکھا ہے تمہارے پاس۔ بے شک ہم راہ پر آجانے والے ہیں" ●

(اور وہ سب بولے کہ اَے جادوگر!)، یعنی اَے وہ شخص! جو علم سحر میں مقدم ہے اور سب ساحروں پر غالب ہے۔۔یا۔۔چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ ساحر کہہ کے پکارتے تھے، اُسی عادت کے مطابق اُس وقت بھی کہتے جب اُن پر کوئی عذاب نازل ہوتا، کہ اَے ساحر! (دُعا کردو ہمارے لیے اپنے رب سے وسیلہ سے اُس کے، جو عہد رکھا ہے تمہارے پاس)۔۔چنانچہ۔۔وہ آپ کی دُعا قبول فرماتا ہے۔یعنی جو دُعا آپ کرتے ہیں اُسے آپ کا خدا قبول فرماتا ہے، تو ہم پر سے عذاب دفع ہونے کے واسطے بھی آپ اُسے پکاریے، اس لیے کہ اگر آپ کی دُعا سے ہم پر سے عذاب دفع ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لائیں، اور اِس صورت میں (بے شک ہم راہ پر آجانے والے ہیں)۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾

پھر جب دُور کردیا ہم نے اُن سے عذاب کو، اب وہ عہد شکنی کررہے ہیں●

(پھر جب) موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے (دُور کردیا ہم نے اُن سے عذاب کو)، تو (اب وہ عہد شکنی کررہے ہیں)۔حضرت موسیٰ کی دُعا قبول ہونے سے فرعون متردد ہوا کہ مبادا لوگ اُن کا ایمان لائے، تو بات کارخ پھیرنے کے لیے ندا کی۔۔۔

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ

اور پکار لگائی فرعون نے اپنی قوم میں، بولا کہ "اَے قوم! کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کی شاہی

وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾

اور یہ نہریں؟ بہتی رہتی ہیں میرے نیچے۔تو کیا تم لوگ نہیں دیکھا کرتے؟●

(اور پکار لگائی فرعون نے اپنی قوم میں) اور (بولا کہ اَے قوم! کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کی شاہی)، اسکندریہ سے شام کی سرحد تک، اور (یہ) آب نیل کی (نہریں) جو (بہتی رہتی ہیں میرے محل کے (نیچے)؟

نیل کا پانی تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہروں میں تقسیم تھا اور اُس میں بڑی چار ۴ نہریں فرعون کے باغ میں جاری تھیں، اور یہ نہریں فرعون کے محل کے نیچے سے بہتی تھیں۔

پس فرعون نے اُن نہروں کے سبب سے فخر کیا اور کہا کہ میرے باغوں میں یہ نہریں بہتی ہیں (تو کیا تم لوگ نہیں دیکھا کرتے) اِن مناظر کو جو میری عظمت و برتری کی دلیل ہیں؟

اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیۡنُ ﴿۵۲﴾

یا میں ہی بہتر ہوں اُس سے جو ذلیل ہے۔۔اور بات صاف کرتا معلوم نہیں ہوتا●

(یا) اِس بات کے حقیقت ہونے میں تم کو شک وشبہ ہے کہ **(میں ہی بہتر ہوں اُس سے جو)** ایک مرد **(ذلیل)** اور بے قدر **(ہے۔۔اور بات صاف)** صاف **(کرتا معلوم نہیں ہوتا)**، یعنی اُس کی زبان ہکلی ہے اور اُس میں لکنت ہے۔

حالانکہ یہ بات اُس ملعون نے غلط کہی، اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اُس دُعا سے کہ **وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ** اُس گرہ کو کھول دیا تھا۔مگر یہ بات قوم پر پوشیدہ تھی، اس لیے کہ رسول ہونے کے قبل حضرت موسیٰ کو انہوں نے ایسا ہی جانا اور دیکھا تھا۔

فرعون بولا کہ اگر موسیٰ سچ کہتا ہے کہ قوم کی سرداری اور ریاست اُس کے نامزد ہو چکی ہے۔۔۔

فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِیَ عَلَیۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِیۡنَ ﴿۵۳﴾

تو کیوں نہیں ڈال دیے گئے اُن پر سونے کے کنگن؟ یا آتے اُس کے ساتھ فرشتے مددگار؟ ہر وقت کے ساتھی"●

(تو) حق تعالیٰ کی طرف سے **(کیوں نہیں ڈال دیے گئے اِن پر سونے کے کنگن؟)**

اِس لیے کہ اُس زمانے کا یہ رواج تھا کہ جس کو افسری یا پیشوائی دیتے تھے، تو سونے کا کنگن اُس کے ہاتھ میں اور سونے کا گلوبند اُس کے گلے میں پہنا دیتے تھے۔

(یا آتے اُس کے ساتھ فرشتے مددگار؟ ہر وقت کے ساتھی)، اس واسطے کہ جو بادشاہ اپنی جگہ پر ایلچی بھیجتا ہے، تو اپنے خواص کا ایک گروہ اُس ایلچی کی خدمت کے واسطے نامزد کرتا ہے کہ اُس کا لشکر بہت ہو جائے اور وہ خواصِ سلطانی ہر حال میں اُس کے ممد و معاون رہیں۔تو یہ کیونکر ہوگا کہ حق تعالیٰ ایک مردِ فقیر بیکس کو اپنے پاس سے رسول کر کے بھیجے۔

فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۵۴﴾

تو اُس نے بنا دیا کم سمجھ اپنی قوم کو، تو سب نے کہا مانا اُس کا، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے●

(تو اُس نے بنا دیا کم سمجھ) ہلکی عقل والا **(اپنی قوم کو، تو)** فرعون کا فریب اُن پر اثر کر گیا اور **(سب نے کہا مانا اُس کا)** اور حضرت موسیٰ کی متابعت نہیں کی۔**(بے شک وہ نافرمان لوگ تھے)**۔یعنی ایسے گروہ کے لوگ تھے جو عبادتِ خدا سے اور اطاعتِ خداوندی کے دائرے سے باہر ہو چکے تھے۔

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

تو جب وہ لوگ غضب میں لے آئے ہم کو، تو بدلہ لیا ہم نے، چنانچہ ڈبو دیا ہم نے اُن سب کو●

(تو جب وہ لوگ) اپنی حرکتوں اور اپنے کرتوتوں سے **(غضب میں لے آئے ہم کو)**۔۔یا۔۔ غصے میں لائے ہمارے رسول کو، **(تو بدلہ لیا ہم نے، چنانچہ ڈبو دیا ہم نے اُن سب کو)** اُسی پانی میں جس کی نہروں اور دریاؤں پر فرعون کو ناز تھا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع

تو کر دیا ہم نے اُنہیں پرانی کہانی، اور ضرب المثل پچھلوں کے لیے●

(تو کر دیا ہم نے انہیں پرانی کہانی اور ضرب المثل پچھلوں کے لیے)۔یعنی فرعون اور اُس کے متبعین کو ہم نے بھولا بسرا واقعہ اور قصہ پارینہ بنا دیا، اور بعد کے لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت بنا دیا۔فرعون نے اپنی قوم کی کم فہمی اور بے عقلی سے فائدہ اٹھا کر انہیں غلط سوچ میں ڈال دیا۔اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بھی ڈوبا اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبا۔

ذہن وفکر کو بھٹکا دینے کی ایک دوسری مثال وہ ہے جو ابن زبعری نے پیش کی، ایسا کہ قوم نے یہ سمجھ لیا کہ ابن زبعری نے تو رسولِ عربی کو لاجواب کر دیا، اس پر سبھوں نے خوب ٹھٹھے لگائے اور تمسخر واستہزا کا مظاہرہ کیا۔۔قصہ مختصر۔۔قرآنِ کریم نے یہ ارشاد فرمایا کہ "تحقیق کہ تم اور جس کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا پتھر ہیں دوزخ کے"۔۔۔

تو اِس آیت کے نزول کے بعد ابن زبعری نے کہا کہ خدا کے سوا عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے پوجا، تو جب حضرت عیسیٰ آگ میں ہوں گے تو ہم اور ہمارے خدا بھی آگ میں ہوں گے۔۔الغرض۔۔مشرکین نے کہا کہ "آیا ہمارے خدا بہتر ہیں یا عیسیٰ" جب عیسیٰ جہنم کے پتھر ہوں گے تو ہمارے خدا بھی ہوں تو کیا حرج ہے؟ ابن زبعری نے اپنی قوم کو اپنی اِس گفتگو میں کئی چکمے دیے:

﴿۱﴾۔۔آیتِ کریمہ میں اسم موصول **مَا** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا زبانِ عرب میں حقیقی استعمال 'غیر عاقل' کے لیے ہوتا ہے، تو آیتِ کریمہ میں **مَا** سے بے جان پتھروں کے بت مراد ہیں۔

﴿۲﴾۔۔آیت میں خطاب کفارِ قریش سے ہے جو حضرت عیسیٰ کے پجاری نہیں تھے۔

﴿۳﴾۔۔عاقلین میں بھی وہ لوگ اپنے پرستاروں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جنہوں نے انہیں اپنی پرستش کا حکم دیا ہوگا۔

﴿۴﴾۔۔جہنم میں اللہ تعالیٰ کے وہ محبوبین نہیں جائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ نے حسنِ خاتمہ کا وعدہ فرمالیا ہے۔

شعوری۔۔یا۔۔غیر شعوری طور پر مذکورہ بالا اُن تمام حقائق کو نظر انداز کر کے ابن زبعری اپنی کٹ حجتی میں لگا رہا اور اپنی پوری قوم کو دھوکا دے دیا اور ان کو قہقہہ لگانے کا موقع دے دیا۔ اِس قصے کے تعلق سے حق تعالیٰ کا بیان۔۔۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ﴿۵۷﴾

اور جب ضرب المثل بنائی گئی ابنِ مریم کی، تو اُس وقت تمہاری قوم کے لوگ اُس سے کھلکھلاتے ہیں●

(اور) ارشاد ہے کہ (جب ضرب المثل بنائی گئی ابن مریم کی)، یعنی حضرت عیسیٰ کا واقعہ بطورِ مثال پیش کیا گیا، اور پیش کرنے والا ابن زبعری ہی تھا جس نے وہ بات کہی جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے، (تو اس وقت تمہاری قوم کے لوگ اُس سے کھلکھلاتے ہیں)، اس غلط فہمی کی وجہ سے کہ انہوں نے سمجھا کہ ابن زبعری نے رسولِ عربی کو لاجواب کر دیا ہے، اب اُن کے پاس اِس کا معقول جواب ہے ہی نہیں۔

وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۸﴾

اور بولے کہ "ہمارے معبود بہتر ہیں،" کہ وہ نہیں کہاوت بولے اُن کی تم سے، مگر ہٹ دھرمی کو۔ بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں●

(اور بولے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں، کہ وہ؟) یعنی حضرت عیسیٰ۔ تو جو حضرت عیسیٰ کا حشر ہوگا وہی ہمارے معبودوں کا بھی اِس میں فکر کی کون سی بات ہے۔ ابن زبعری کی اِس مہمل بات پر اُس کی قوم نے خوب قہقہے لگائے، تالیاں بجائیں، شاباشیاں دیں۔ ایسا لگا کہ پیغمبرِ اسلام کو لاجواب کر کے سارا معرکہ سر کرلیا۔ حالانکہ اے محبوب! (نہیں کہاوت بولے اُن کی تم سے)، یعنی اُن کی مثال نہیں دی حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لیے، (مگر ہٹ دھرمی کو) اور جدال اور خصومت کے واسطے۔ (بلکہ وہ سب امور میں ایسے گروہ کے (لوگ) ہیں جو بہت ہی (جھگڑالو ہیں)۔ اُن کا مقصد صرف بلاوجہ جھگڑا کرنا اور غیر معقول طور پر کٹ حجتی کرنا ہے۔ جن ابن مریم علیہ السلام کا واقعہ بطورِ مثال پیش کیا ہے۔۔۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿٥٩﴾

نہیں ہیں وہ ابن مریم، مگر ایک بندہ، جن پر انعام فرمایا ہم نے، اور کر دیا اُنہیں ایک مثال، بنی اسرائیل کے لیے●

(**نہیں ہیں وہ ابن مریم مگر ایک بندہ، جن پر انعام فرمایا ہم نے**) نبوت و رسالت دے کر، (**اور کر دیا انہیں ایک مثال**)، یعنی ایک نشانی اور امر عجیب (**بنی اسرائیل کے لیے**)۔ یعنی بے باپ کے اُن کا پیدا ہونا عجیب قصوں میں سے ایک قصہ ہے اور سب قصوں کے مثل۔۔الحاصل۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا۔۔یا۔۔اُس کے بیٹے نہ تھے، وہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندے تھے اور بہت مقدس اور مقرب بندے تھے۔

بنی اسرائیل کے لیے ہم نے اُن کو اپنی قدرت کا نمونہ بنا دیا۔ تاہم عظیم الشان معجزات کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبدیت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کرنا صحیح نہیں، اور نہ اُن کی عبادت کرنا درست ہے۔۔ہاں۔۔ان معجزات سے یہ ضرور پتا چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی مکرم اور مقرب بندے اور عظیم الشان رسول تھے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾

اور اگر ہم چاہے ہوتے، تو بناتے تمہاری جگہ فرشتوں کو زمین میں، کہ رہا کرتے●

(**اور اگر ہم چاہے ہوتے تو بناتے تمہاری جگہ فرشتوں کو زمین میں کہ رہا کرتے**)، یعنی تم کو ہلاک کر دیتے اور پھر تمہاری جگہ زمین پر فرشتوں کو آباد کر دیتے۔۔الغرض۔۔فرشتوں کے آسمان پر رہنے میں کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے کہ اُن کی عبادت کی جائے۔۔یا۔۔یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے۔۔۔

کہ اگر ہم چاہتے تو اَے مَردو! ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے اور تمہارے بعد زمین پر فرشتے اس طرح رہتے جس طرح تمہاری اولاد تمہارے بعد رہتی ہے۔ اور جس طرح ہم نے عیسیٰ کو عورت سے بغیر مرد پیدا کر دیا، تاکہ تم ہماری عظیم قدرت کو پہچانو اور تم یہ جان لو کہ فرشتوں کا بھی اُسی طرح پیدا ہونا ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اِس سے بہت بلند ہے کہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہوں۔

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

اور بے شک وہ ابن مریم، یقیناً علاماتِ قیامت سے ہیں، تو ہرگز شک نہ کرنا قیامت میں۔

"اور پیچھے پیچھے تم لوگ رہو میرے، یہ سیدھا راستہ ہے"●

(اور بے شک وہ ابن مریم یقیناً علامات قیامت سے ہیں)۔ یعنی اُن کے سبب سے جانو گے کہ قیامت نزدیک ہے، اس لیے کہ قیامت کی علامت میں سے ایک حضرت عیسیٰ کا اترنا ہے کہ جب اہلِ زمین پر دجال کا تسلط ہو جائے گا، تو وہ دمشق کے پورب طرف کے کنارے 'منارۂ بیضا' کے قریب اُتریں گے۔

رنگین کپڑے پہنے ہوئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے اور اُن کے رخسارِ مبارک پر پسینہ آیا ہوگا۔ جب سر آگے جھکائیں گے تو قطرے اُن کے چہرے سے ٹپک پڑیں گے، اور جب سر اوپر اٹھائیں گے تو قطرے اُن کے چہرے پر موتیوں کی طرح رواں ہوں گے۔ اور جس کافر پر اُن کی سانس پہنچے گی وہ مر جائے گا۔ اور جہاں تک اُن کی نگاہ پڑے گی وہاں تک اُن کی سانس بھی پہنچے گی۔ پھر وہ دجال کی تلاش میں چلیں گے۔ باب "لُد" جو ایک موضع ہے ولایتِ شام میں، جب وہاں پہنچیں گے تو اُس کو قتل کریں گے، تو اُس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں گے اور وہاں پناہ اور آڑ پکڑیں گے۔ غرضیکہ۔۔ جب معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔۔۔

(تو) اَے مخاطب! (ہرگز شک نہ کرنا قیامت میں) اور جھگڑا مت مچانا قیامت کے آنے میں، (اور پیچھے پیچھے تم لوگ رہو میرے) یعنی میرے رسول کی شریعت کی پیروی کرتے رہو، کیونکہ (یہ سیدھا راستہ ہے) کہ اِس پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾

اور نہ روک لے تمہیں شیطان۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے●

(اور) خیال رہے کہ (نہ روک لے تمہیں شیطان) اُس پر چلنے سے اپنے وسوسے کے سبب سے، تو اُس کی متابعت نہ کرو۔ (بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)۔ اُس کی دشمنی ڈھکی چھپی نہیں، جبھی اُس نے وسوسے ڈال کے بنی اسرائیلیوں میں کئی گروپ بنا دیے۔۔ چنانچہ۔۔ فرمانِ خداوندی۔۔۔

وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ

اور جب لائے عیسیٰ روشن دلیلیں، بولے کہ "بلاشبہ میں لایا ہوں تمہارے پاس حکمت، اور تاکہ بیان کردوں

بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۶۳﴾

تمہیں کچھ وہ، جس میں تم لوگ جھگڑتے ہو، تو اللہ کو ڈرو اور میرا کہا مانو●

(اور) ارشادِ ربانی ہے کہ (جب لائے عیسیٰ روشن دلیلیں) انجیل کی آیتوں۔۔یا۔۔کھلے ہوئے معجزوں کے ساتھ، تو (بولے) عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے (کہ بلاشبہ میں لایا ہوں تمہارے پاس حکمت) شرع کے ساتھ جو مشتمل ہے قولی اور فعلی حکمت پر، (اور) اس واسطے (تاکہ بیان کردوں تمہیں کچھ وہ جس میں تم لوگ جھگڑتے ہو)، اور وہ امورِ دین۔۔یا۔۔احکامِ توریت ہیں۔ (تو اللہ) تعالیٰ کے عذاب (کو ڈرو اور میرا کہا مانو) جو کچھ میں تمہیں حکم کروں اُس کی پیروی کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۴﴾

بے شک اللہ ہی میرا رب، اور تمہارا پالنے والا ہے، تو پوجو اُس کو۔ یہ سیدھا راستہ ہے"●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی) جس کے حکم سے میں حکم کرتا ہوں (میرا رب اور تمہارا پالنے والا ہے، تو پوجو اُس کو) یگانگی کے ساتھ۔ (یہ سیدھا راستہ ہے) جس میں نہ کجی ہے نہ موڑ۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

پھر کئی ٹولیاں ہوگئیں اُن کی۔ تو ہلاکی ہے اُن کی جنہوں نے اندھیر مچایا،

مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۶۵﴾

دردناک دن کے عذاب سے●

(پھر کئی ٹولیاں ہوگئیں اُن) نصاریٰ (کی) حضرت عیسیٰ کے بعد، جیسے یعقوبیہ، نسطوریہ ملکانیہ، شمعونیہ وغیرہا، (تو ہلاکی ہے اُن کی جنہوں نے اندھیر مچایا دردناک دن) یعنی قیامت کے دن (کے عذاب سے)۔

خیال رہے کہ اُن کا اختلاف عیسیٰ علیہ السلام کے تین ۳ سو سال بعد ہوا، اُن کی موجودگی میں سب متفق تھے کیونکہ انہوں نے جملہ بدعات اُن کے رفع الی السماء کے بعد نکالیں۔ اِس آیت میں جو دردناک عذاب کے دن کی وعید ہے وہ اُن یہودیوں کے بارے میں ہے جو

حضرت عیسیٰ کی شان میں کمی کرتے تھے، اور یوں ہی اُن عیسائیوں سے متعلق ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔۔لہٰذا۔۔اس وعید میں وہ ایمان والے شریک نہیں ہیں، جنہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔مذکورہ بالا یہود و نصاریٰ۔۔۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾

کس کا انتظار کرتے، مگر قیامت کا۔کہ آجائے اُن پر اچانک، اور وہ بے خبر ہیں●

(کس کا انتظار کرتے مگر قیامت کا کہ آجائے اُن پر اچانک، اور وہ بے خبر ہیں)۔

چونکہ اُن کے ہاں قیامت کا آنا لازمی امر تھا، اِسی لیے گویا وہ انتظار کرتے تھے۔اِسی لیے اُن سے فرمایا گیا کہ وہ آئے گی اچانک۔قیامت کے اچانک آنے کا یہ مطلب ہے کہ ایسا نہیں کہ وہ اس کے متعلق کسی وہم وگمان میں ہوں گے، بلکہ وہ اُس سے بالکل غافل اور امورِ دُنیا میں سخت مشغول بلکہ اُس کے بالکل منکر ہوں گے۔اِسی لیے اُن کے لیے فرمایا کہ انہیں اُس کے آنے کا شعور بھی نہ ہوگا۔

یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ بہت سے ایسے امور ہوتے ہیں جن کا آنا اچانک ہوتا ہے اور اُس کے وقوع کا شعور بھی ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ امر آئے گا اور اسے خیال گزرتا ہے کہ اُس کے لیے تیاری کرنی چاہیے، اور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کے وقوع کو نہیں جانتا کہ وہ واقع ہو یا نہ ہو لیکن واقع ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے جس کسی کو کسی امر کے واقع ہونے سے اِنکار ہو تو وہ اُس سے بالکل غافل ہوتا ہے، اِسی لیے ایسوں کے لیے یہ کہنا مناسب ہے کہ اُسے اُس امر کے آنے کا شعور بھی نہ ہوگا۔اس پر ہر ایک کو اس کے عمل پر جزا اور سزا ملے گی۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اُس روز صاف نظر آئے گا کہ۔۔۔

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۱۲/۶

سارے گہرے دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہیں، مگر اللہ سے ڈر جانے والے●

(سارے گہرے دوست) کفر اور معصیت کے (اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہیں، مگر اللہ) تعالیٰ (سے ڈر جانے والے)، یعنی پرہیزگار اہلِ ایمان۔چونکہ کافروں کی آپس کی دوستی کفر اور معصیت پر باہم اعانت کرنے کے واسطے تھی، اس لیے وہ باہم دشمن ہو جائیں گے اور آپس میں ایک

دوسرے پرلعنت کریں گے۔اور مؤمن لوگ جن کی محبت خدا کے واسطے تھی،اُن کی دوستی برقرار رہے گی کہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔

'تاویلاتِ کاشی' میں ہے کہ دوستی چار قسم پر ہوتی ہے:

﴿۱﴾۔۔پہلی دوستی حقیقی: کہ محبت روحانی ہے اور وہ مستند ہے روحوں کے تناسب اور تعارف کے سبب سے، جیسے انبیاء، اولیاء، شہداء اور اصفیا کی محبت ایک دوسرے سے۔

﴿۲﴾۔۔دوسری محبتِ قلبی: اور اِس کی اسناد اوصافِ کاملہ اور اخلاقِ فاضلہ کے تناسب کے سبب سے ہے، جیسے صالح اور ابرار لوگوں کی محبتِ باہمی اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ امتوں کی محبت، اور پیروں کے ساتھ مریدوں کی ارادت، اور اِس قسم کی دونوں محبتوں میں خلل نہیں آتا، دُنیا میں نہ آخرت میں۔اور ان دونوں محبتوں سے ظاہری اور باطنی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

﴿۳﴾۔۔تیسری محبتِ عقلی: کہ اسبابِ معاش حاصل ہونے اور دُنیا کی مصلحتیں آسان ہونے کے سبب سے مستند ہے، جیسے تاجروں اور کاریگروں کے ساتھ محبت، اور خادموں کی دوستی مخدوموں کے ساتھ، اور حاجتمندوں کی محبت دولت مندوں کے ساتھ۔

﴿۴﴾۔۔چوتھی محبتِ نفسانی: حسی لذتوں اور نفسانی خواہش کی چیزوں کے سبب سے اُس کی اسناد ہے، تو قیامت میں کہ ان دو قسم کی محبت کے اسباب فانی اور زائل ہو جائیں گے، تو یہ دونوں محبتیں بھی فنا اور زائل ہو جائیں گی، بلکہ جب تمنا کی ہوئی چیز نہ پائی جائے گی اور غرض اور حاجت نہ حاصل ہوگی، تو وہ دوستی دشمنی کے ساتھ بدل جائے گی۔۔قصہ مختصر۔۔مذکورہ بالا اللہ سے ڈرنے والے متقی ہی ہوں گے۔۔۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا

مخاطبین اس کے کہ "اے میرے بندو! نہ تم پر کوئی ڈر ہے آج، اور نہ تم رنجیدہ ہو"● جو مان گئے تھے ہماری آیتوں کو،

وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور مسلمان تھے● "داخل ہو جنت میں، تم اور تمہاری بیبیاں، تم لوگ خوش کیے جاؤ گے"●

(مخاطبین اِس) خطابِ الٰہی (کے کہ اَے میرے بندو! نہ تم پر کوئی ڈر ہے آج) مکروہات پیش آنے کے سبب سے، یعنی تم پر کوئی ناپسندیدہ چیز پیش آنے والی نہیں، (اور نہ) ہی (تم رنجیدہ ہو)

گے مقاصد فوت ہونے کے سبب سے، یعنی تمہارا ہر مقصد پورا ہوگا۔

آگے اُن بندوں کے اوصاف کا ذکر فرما رہا ہے، جن سے خطاب فرمایا کہ یہ وہ ہیں۔۔۔

(جو مان گئے تھے ہماری آیتوں کو) اور ایمان لائے ہمارے کلام کی آیتوں پر **(اور مسلمان تھے)**۔ گردن جھکائے ہوئے حکمِ الٰہی کے سامنے۔ اُس وقت ندا کرنے والا اُن سے کہے گا کہ **(داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری)** مسلمان **(بیبیاں، تم لوگ خوش کیے جاؤ گے)**۔ یعنی تم کو شادکام کیا جائے گا۔۔یا۔۔ بزرگی عطا کی جائے گی۔۔یا۔۔ تمہیں آراستہ کیا جائے گا۔۔الغرض۔۔ جو بھی کیا جائے گا وہ تمہاری خوشی اور شادمانی کا باعث ہوگا۔۔اور۔۔

یُطَافُ عَلَیۡہِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَہَبٍ وَّاَکۡوَابٍ ۚ وَ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡہِ الۡاَنۡفُسُ

دَور چلایا جائے گا اُن پر سونے کے پیالوں اور ساغروں کا۔ اور اُس میں ہے جس چیز کو چاہے اُن کا جی،

وَ تَلَذُّ الۡاَعۡیُنُ ۚ وَ اَنۡتُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿ۚ۷۱﴾

اور مزہ لیں آنکھیں۔ "اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو"●

(دَور چلایا جائے گا اُن پر) جو بہشت میں داخل ہوں گے **(سونے کے پیالوں اور ساغروں کا)**۔ یعنی بے دستے کے اور بے گوشے کے کوزوں کا، یعنی صُراحیاں طرح طرح کی پینے کی چیزوں سے بھری ہوئیں۔ **(اور اُس)** بہشت **(میں ہے)** اُن کے لیے **(جس چیز کو چاہے اُن کا جی، اور)** جس چیز کو دیکھنے میں **(مزہ لیں)** خوش ہوں اور لذت حاصل کریں اُن کی **(آنکھیں)**۔

وسیط میں ہے کہ یہ دو کلمے فرما کر حق تعالیٰ نے جنتیوں کے واسطے جو نعمتیں ہیں اُن سب کی خبر دے دی، اس واسطے کہ جنت کی نعمتیں یا نفس کا حصہ ہیں۔۔یا۔۔ آنکھ کا۔ ایک درویش نے فرمایا کہ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ آنکھ کی لذت کس چیز میں ہوسکتی ہے۔ ہر صاحبِ بصیرت پر یہ بات ظاہر ہے کہ اہلِ شوق کے واسطے آنکھ کی لذت جمالِ محبوب کے مشاہدہ کے سوا اور کسی چیز میں متصور نہیں۔

امام قشیری نے لکھا ہے کہ لذتِ دیدار اشتیاق کے قدر ہے۔ عاشقوں کو جس قدر شوق زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر لذتِ دیدار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ذوالنون مصری سے منقول ہے کہ شوق محبت کا ثمرہ ہے، جسے جس قدر محبت ہوگی اُسے اُسی قدر محبوب کے دیدار کا شوق زیادہ ہوگا۔ زبور میں ہے کہ اَے داوٗد! میری بہشت مطیعوں کے لیے ہے، اور میری کفایت

متوکلوں کے لیے ہے، اور میری زیادتی شکر گزاروں کے واسطے ہے، اور میرا انس طالبوں کا حصہ ہے، اور میری رحمت نیک کام کرنے والوں کا حق ہے، اور میری مغفرت توبہ کرنے والوں کے واسطے ہے، اور میں خاص اپنے مشتاقوں کا ہوں۔

اب آگے جنتیوں کی پوری لذت کے واسطے فرماتا ہے۔۔۔

(اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو) اور کمالِ نعمت اسی میں ہے جس کے زوال کا کھٹکا نہ ہو۔

وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ

"اور یہ جنت ہے، جس کے وارث تم بنائے گئے، بسبب اُن اعمال کے جو کرتے تھے • تمہارے لیے اُس میں میوہ ہے

كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

بکثرت، کہ اُن میں سے کھاؤ گے"•

(اور یہ جنت ہے جس کے وارث تم بنائے گئے بسبب اُن اعمال) خیر (کے) دُنیا میں **(جو کرتے تھے)**۔

حق تعالیٰ نے میراث کے لفظ سے یاد کیا، اِس واسطے کہ خالص ہے اور استحقاق کے سبب سے ہاتھ آئی ہے۔

(تمہارے لیے اُس میں میوہ ہے بکثرت کہ اُن میں سے کھاؤ گے) وہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

معالم میں ہے کہ حدیث میں وارد ہوا کہ جو کوئی بہشت میں درخت سے میوہ لے گا فوراً ہی ایسا ہی میوہ اُس درخت میں پھر پیدا ہو جائے گا۔ قرآنِ کریم اپنے اسلوب کے مطابق مؤمنین کے ذکر کے بعد کافروں کا ذکر فرما رہا ہے کہ۔۔۔

اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيۡهِ

بلاشبہ مجرم کفر لوگ، جہنم کے عذاب میں ہمیشہ پڑے رہنے والے ہیں • نہیں تخفیف کی جائے گی اُن سے، اور وہ اُس میں

مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾

بے آس ہیں • اور ہم نے زیادتی نہیں فرمائی اُن پر، لیکن وہ خود ہی ظالم تھے •

(بلاشبہ مجرم کفر لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ پڑے رہنے والے ہیں • نہیں تخفیف کی

جائے گی اُن سے)، یعنی اُن کا عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا، (اور وہ اُس) عذاب (میں) عذابوں کی قلت اور خفت سے (بے آس ہیں) اور بالکل مایوس ہیں۔ (اور ہم نے) عذاب کرنے میں (زیادتی نہیں فرمائی اُن پر، لیکن وہ خود ہی ظالم تھے)، کیونکہ اُنہوں نے شرک کیا اور بے محل عبادت کی۔ جب نجات کی امید منقطع ہوگی، تو اُن فرشتوں کو پکاریں گے جو دوزخ کے مہتمم ہیں۔۔چنانچہ۔آواز لگائی۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝۷۷

اور پکار مچائی اُنہوں نے کہ "اَے مالک! مار ڈالے ہمیں تمہارا رب۔" اُس نے جواب دیا کہ "تم لوگ اِسی طرح ہمیشہ رہنے والے ہو"●

(اور پکار مچائی انہوں نے کہ اَے مالک! مار ڈالے ہمیں تمہارا رب)۔ یعنی کہیں گے کہ اَے مالک! درخواست کر خدا سے تاکہ حکم کرے ہم پر، یعنی ہم کو مار ڈالے تیرا رب تاکہ عذاب کھینچنے سے ہم رہائی پائیں۔ (اُس نے) ہزار برس کے بعد۔

۔۔یا۔۔ایک قول کے مطابق چالیس[۴۰] دن کے بعد اُس جہان کے دنوں میں سے، کہ ایک دن یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوگا۔۔۔

(جواب دیا کہ تم لوگ اِسی طرح ہمیشہ رہنے والے ہو) دوزخ میں، کہ نہ تم مروگے نہ تم پر تخفیفِ عذاب ہوگی۔

پھر حق تعالیٰ مالک کے جواب دینے کے بعد اُن سے فرمائے گا کہ۔۔۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝۷۸

بے شک لائے ہم تمہارے پاس حق، لیکن تمہارے بہتیرے حق سے ناگواری رکھنے والے ہیں●

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝۷۹

کیا اُنہوں نے قطعی طے کر لیا ہے کسی امر کو، تو بلاشبہ ہم بھی قطعی طے کر لینے والے ہیں●

(بے شک لائے ہم تمہارے پاس حق)، یعنی پیغمبروں کی زبانی ہم نے تمہارے پاس کلام صحیح و درست بھیجا، (لیکن تمہارے بہتیرے حق سے ناگواری رکھنے والے ہیں)۔ انہوں نے حق کو قبول کرنے سے کراہت کا مظاہرہ کیا اور اُسے پسند نہ کیا۔ (کیا انہوں نے قطعی طے کر لیا ہے کسی امر کو)، یعنی حق کو باطل اور رَد کرنے کو۔۔یا۔۔پیغمبروں کے ساتھ مکر کرنے کو، (تو بلاشبہ ہم بھی قطعی طے کر لینے والے ہیں) کام اُن کے مکافات کے واسطے۔۔یا۔۔انبیاء کی نصرت کے ساتھ کافروں کا مکر

باطل کرنے کو۔

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

کیا خیال کرتے ہیں کہ "ہم نہیں سنتے اُن کے راز کو، اور اُن کے باہمی مشورہ کو؟" کیوں نہیں!
حالانکہ ہمارے قاصد اُن کے پاس لکھتے رہتے ہیں●

(کیا خیال کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے اُن کے راز کو) جو وہ دل میں رکھتے ہیں، **(اور اُن کے باہمی مشورہ کو؟)** جو اپنی زبانوں سے باہم ایک دوسرے سے کرتے ہیں اپنی مصلحتوں کے پیشِ نظر۔ **(کیوں نہیں)** ہاں! سنتے ہیں ہم اُسے، ہمارے اُن باتوں سے بے خبر رہنے کا سوال ہی کیا ہے۔ **(حالانکہ ہمارے قاصد)** یعنی ہمارے بھیجے ہوئے محافظ فرشتے، جو اُن پر مسلط اور موکل ہیں **(ان کے پاس، لکھتے رہتے ہیں)** اُسے میرے حکم سے۔ اور جب اُن کی پوشیدہ باتیں میرے فرشتوں پر ظاہر ہیں، تو ہم جو خداوند ہیں ہم پر کیونکر پوشیدہ ہوں گی۔ اَے محبوب!

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾

کہہ دو کہ "اگر ہوتا خدائے رحمٰن کے لیے بچہ، تو میں ہوتا سب سے پہلا پجاری"●

(کہہ دو کہ اگر ہوتا خدائے رحمٰن کے لیے بچہ) جیسا کہ تم گمان کرتے ہو، **(تو میں ہو)** جا **(تا سب سے پہلا)** اُس کی تعظیم کرنے والا اور اُس کا **(پجاری)**، یعنی اگر کوئی خدا کا فرزند ہوتا اور صحیح دلیل سے ثابت ہو جاتا، تو میں سب سے پہلے اُس کی تعظیم کرتا۔ یعنی میں کہ ہمیشہ خدا کی تعظیم کرتا ہوں، اگر اُس کا کوئی فرزند ہوتا تو اُس کی بھی تعظیم کرتا، اس لیے کہ بیٹے کی تعظیم باپ کی تعظیم ہوتی ہے۔

یہ بات تمثیل کے طور پر ہے اور اُس میں حق تعالیٰ کے فرزند نہ ہونے میں مبالغہ ہے۔

اِس کلام میں اِس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ۔۔۔

میں اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہوں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے ہی نور کو پیدا کیا۔ اُس وقت مخلوقات میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ تو اگر بالفرض کوئی خدا کا فرزند ہوتا تو اُس کی پرستش میں ہی کرتا اور اس کام میں کوئی دوسرا میرا شریک نہ ہوتا۔۔ الغرض۔۔ خدا کے فرزند پر سب سے پہلے ایمان میں لاتا، اُس کے وجود کا سب سے پہلا اعتراف میں کرتا۔۔ الحاصل۔۔ اُس کا سب سے پہلا پجاری میں ہوتا۔ لیکن جب ایسی بات ہے ہی نہیں اور خدا کا فرزند ہونا محالاتِ خرد میں سے ہے، جس کا عقلاً نقلاً باطل ہونا ظاہر ہے، اس لیے کہ۔۔۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب، عرش والے کی، اُس سے جو یہ بتاتے ہیں●

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾

تو چھوڑ دو انہیں، کہ بکتے رہیں اور کھیلا کریں، یہاں تک کہ پاجائیں اپنے اُس دن کو، جس کا وعدہ دیے گئے ہیں●

(پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب عرش والے کی) یعنی خداوند عرش کی (اُس سے، جو یہ) کافر (بتاتے ہیں)، یعنی دُنیا میں اُسے صاحبِ اولاد کہتے ہیں، (تو) اَے محبوب! (چھوڑ دو انہیں کہ بکتے رہیں)، یعنی باطل کی حمایت میں کوشش کرتے رہیں، (اور کھیلا کریں) یعنی دُنیاوی لہو ولعب میں مشغول رہیں، (یہاں تک کہ پاجائیں اپنے اُس دن کو جس کا وعدہ دیے گئے ہیں) یعنی قیامت کا دن۔

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾

اور وہی ہے جو آسمان میں معبود، اور زمین میں بھی معبود۔ اور وہی حکمت والا علم والا ہے●

(اور وہی ہے جو آسمان میں معبود) یعنی مستحقِ عبادت ہے، (اور زمین میں بھی معبود) یعنی مستحقِ عبادت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے زمین وآسمان میں کوئی ظرف نہیں ہے، لیکن دونوں جگہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے۔۔ لہٰذا۔ آسمان پر رہنے والے فرشتے آسمان پر اُسی کی عبادت کرتے ہیں، اور زمین پر رہنے والے انبیاء ومرسلین اور سارے مؤمنین زمین پر اُسی کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ زمین وآسمان کہیں بھی اُس کی اولاد نہیں، اسی لیے تنہا وحدہ لاشریک معبودِ برحق ہے۔ (اور وہی حکمت والا) ہے، یعنی تدبیر خلق میں راست کار ہے اور (علم والا ہے)، یعنی ان کی مصلحتیں جاننے والا ہے۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا

اور بڑا بابرکت ہے وہ، جس کی شاہی آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان میں ہے۔

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور اُسی کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے●

(اور بڑا بابرکت) بزرگی والا (ہے وہ، جس کی شاہی آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان میں ہے)۔ یعنی اُس کا حکم سب مخلوقات کے اجزاء پر جاری ہے۔ (اور اُسی کے پاس ہے قیامت کا علم)، یعنی اُس ساعت کا علم جس میں قیامت قائم ہوگی۔ (اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) یعنی سب خلائق اُس دن اُس کی طرف پھیری جائے گی۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں اختیار رکھتے، جن کی یہ لوگ دہائی دیتے ہیں اللہ کے خلاف سفارش کی، مگر جس نے گواہی دی

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

حق کی، اور وہ علم رکھتے ہیں●

(اور نہیں اختیار رکھتے) وہ، (جن کی یہ) کافر (لوگ دُہائی دیتے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے خلاف سفارش کی)۔ یعنی کافروں کے معبود، جن، انسان، فرشتے، بت کہ مشرک اُن کی شفاعت کے امیدوار ہیں، وہ اُس دن شفاعت نہ کرسکیں گے، (مگر جس نے گواہی دی حق کی) جیسے فرشتے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہم السلام کہ اُن کو شفاعت کرنے کا رتبہ من جانب اللہ حاصل ہے، اس لیے کہ انہوں نے شہادتِ برحق ادا کی ہے۔ (اور وہ علم رکھتے ہیں) اس بات کا کہ انہوں نے گواہی دی ہے اور وہ گنہگار مومنوں کے سوا اور کسی کی شفاعت نہ کریں گے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

اور اگر پوچھ لیا تم نے کہ "کس نے پیدا کیا اُنہیں"، تو ضرور جواب دیں گے کہ "اللہ"، تو کہاں اوندھائے جاتے ہیں●

(اور) اَے محبوب! (اگر پوچھ لیا تم نے) اُن عبادت کرنے والوں سے اور اُن سے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں (کہ کس نے پیدا کیا انہیں؟ تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ) تعالیٰ، اس واسطے کہ یہ جواب ایسا ظاہر ہے کہ اِس سے اِنکار نہ کرسکیں گے۔ (تو کہاں اوندھائے جاتے ہیں)، یعنی کیونکر پھیرے جاتے ہیں مشرک لوگ اُس کی عبادت سے اُس کے غیر کی عبادت کی طرف۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ

وقف لازم

قسم ہے آنحضرت کے اُس قول کی کہ "پروردگارا! یہ لوگ نہیں مانتے"●-- تو درگزر کرو اُن سے، اور کہو کہ

ع ۱۴

سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

"میرا تو سلام ہے۔" کہ جلد ہی وہ لوگ جان جائیں گے۔

(قسم ہے آنحضرت کے اِس قول کی کہ پروردگارا! یہ لوگ نہیں مانتے)، یعنی یہ ایمان لانے والے نہیں، (تو) اَے محبوب! (درگزر کرو اُن سے) اور اُن سے انتقام نہ لو، (اور کہو کہ میرا تو سلام ہے)۔ یعنی تمہیں چھوڑ دینا مجھے منظور ہے، یعنی دُنیا میں میری طرف سے تم کو سلامتی ہے۔

یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔

۔۔الختصر۔۔اَے محبوب! فی الحال انہیں سلامتی کا پروانہ دے دو، کیوں (کہ جلد ہی وہ لوگ جان جائیں گے) دُنیا میں جنگ بدر کے دن، اور عقبیٰ میں آتشِ دوزخ میں داخل ہونے کے سبب سے۔

بعونہٖ تعالیٰ آج بتاریخ

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۴ر اپریل ۲۰۱۲ء

بروش شنبہ 'سورۂ زخرف' کی تفسیر مکمل کر کے آج ہی 'سورۂ الدخان' کی تفسیر شروع کردی۔ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وَصٓ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سُوْرَةُ الدُّخَانِ

سورۃ الدخان ۔۔۴۴ مکیہ ۶۴ — آیاتہا ۵۹۔۔رکوعاتہا ۳

اِس سورۃ کی ابتداء 'سورۃ الزخرف' کی ابتداء کے مشابہ ہے، کیونکہ دونوں سورتوں کے شروع میں قرآنِ مجید کی عظمت اور شان بیان کی گئی ہے، اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اور اِس میں یہ دلیل ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اِس سورت کا نام 'الدخان' ہے، کیونکہ اِس سورت کی آیت ۱۰ میں 'الدخان' کا لفظ آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے صبح کو

اٹھ کر حٰمٓ الدُّخَان کی تلاوت کی، اُس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کی شب حٰمٓ الدُّخَان کی تلاوت کی، اُس کی مغفرت کردی جائے گی۔ ایسی نجات دہندہ مغفرت آثار سورۂ مبارکہ ۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر، اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

رکوع ۱۲

حٰمٓ ۝۱

ح م ●

(ح م)۔

امام ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں امام محمد حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ جو سورتیں حروفِ مقطعہ سے شروع کی گئی ہیں اُن میں جتنے احکام اور قصے مذکور اور مجتمع ہیں، وہ مجملاً حروفِ مقطعہ میں بھی جمع ہیں، مگر چونکہ نبی اور ولی کے سوا حروفِ مقطعہ میں اُن احکام اور قصوں کو کوئی نہیں پہچانتا، تو عوام کو سمجھانے کے لیے پوری سورت میں مفصل ذکر کیے ہیں۔۔اور۔۔بعضوں نے کہا کہ وہ حروف کلمات کی طرف اشارہ ہیں۔۔چنانچہ۔۔حٰمٓ میں کہا ہے حَمِيْتُ الْمُحِبِّيْن کی طرف، یعنی میں نے حمایت کی ہے اپنے دوستوں کی ماسوی کی طرف متوجہ ہونے سے۔۔۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝۳

قسم ہے روشن کتاب کی ● کہ بے شک نازل فرمایا اُسے مبارک رات میں، بے شک ہم ہیں ڈرانے والے ●

(قسم ہے روشن کتاب کی ● کہ) محض اپنے کرم سے (بے شک نازل فرمایا اُسے مبارک رات میں) جو بزرگ اور برکت والی ہے کہ وہ شب قدر ہے، تو اُس کے برابر اور کیا برکت ہوسکتی ہے کہ اُس رات میں کتابِ کریم جو دینی دُنیوی فائدوں اور ظاہری باطنی واسطوں کے سبب سے لوحِ محفوظ

سے آسمانِ دُنیا پر نازل ہوئی، (بے شک ہم ہیں ڈرانے والے) اُس شب قرآن نازل کر کے۔

اور ایک گروہ اِس بات پر ہے کہ لیلہء مبارکہ شبِ برأت اور وہ ماہِ شعبان کی پندرھویں شب ہے۔ اُس کی برکت فرشتے نازل ہونے، اور دُعائیں قبول ہونے اور حکم جاری ہونے اور نعمتیں تقسیم ہونے میں ہے۔

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾

اُسی وقت میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ہر حکمت والا حکم●

(اُسی وقت میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ہر حکمت والا حکم) یعنی اُس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔۔ مثلاً: روزیوں کا اور اَجلوں کا۔ اور شبِ برأت اُن بزرگ راتوں میں سے ہے جو اِس امت کو عطا ہوئیں۔

حدیث میں ہے کہ اس رات اتنے گنہگار بخشے جاتے ہیں، جتنے روئیں قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے جسم پر ہیں، اور اُس رات آبِ زمزم زیادہ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی اِس شب میں سو۱۰۰ رکعت نماز پڑھتا ہے، حق تعالیٰ سو فرشتے بھیجتا ہے کہ وہ اُس نماز پڑھنے والے کے ساتھ رہتے ہیں، تیس۳۰ فرشتے اُسے بہشت کی بشارت دیتے ہیں، اور تیس۳۰ فرشتے اُسے دوزخ سے بے خوف کرتے ہیں اور تیس۳۰ فرشتے اُسے دُنیا کی آفتوں سے بچاتے ہیں، اور دس۱۰ فرشتے اُس سے شیطان کے مکر کو دفع کرتے ہیں۔ اور اُس رات بندوں پر نعمت تقسیم کرتے ہیں، اور۔۔۔

أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ

ہماری طرف سے حکم۔ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں● رحمت تمہاری رب کی طرف سے۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦﴾

بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے●

(ہماری طرف سے) ایک (حکم) کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ (بے شک ہم بھیجنے والے ہیں) تم کو اَے محبوب! (رحمت) بنا کر (تمہارے رب کی طرف سے) خلق پر، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے، وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔۔یا۔۔ بھیجنے والے ہیں ہم جبرائیل کو قرآن کے ساتھ اپنے

حبیب پر۔۔یا۔۔اُس رات فرشتوں کو ہم نے بھیجا مومنوں پر سلام کے ساتھ۔(بے شک وہی سننے والا) ہے اُن کی باتیں اور(جاننے والا ہے) اُن سب کی نیتیں۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞ ٧

پالنے والا آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے سب کا۔۔اگرتم یقین کرو●

(پالنے والا آسمانوں اور زمین کا اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے سب کا۔۔اگرتم یقین کرو)۔ یعنی اگرتم کسی شے کا یقین کر سکتے ہو، تو صرف مذکورہ بالا کو یقین کرو کہ وہ بہت زیادہ ظاہر ہے، تو اگرتم کسی شے کے تعلق سے یقین کا ارادہ رکھتے ہو، تو وہی یقین کے لائق ہے اور بس۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ ٨

نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل، سوا اُس کے، وہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے۔تمہارا رب، اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب●

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۞ ٩

بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں●

(نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل سوا اُس کے۔ وہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے)، یعنی زندگی اور موت کا موجود کرنے والا وہی ہے اور وہی (تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب) ہے، (بلکہ وہ) یعنی کافر (شک میں پڑے کھیل رہے ہیں)۔۔چنانچہ۔۔وہ اس بات پر یقین کرنے والے نہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۞ ١٠ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ

تو انتظار کرو اُس دن کا، کہ لے آئے گا آسمان دھواں دکھائی پڑنے والا● چھا جائے گا لوگوں پر۔

هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ ١١

یہ ہے دکھ والا عذاب●

(تو انتظار کرو) اُن کے واسطے (اُس دن کا کہ لے آئے گا آسمان دھواں دکھائی پڑنے والا) جو (چھا جائے گا لوگوں پر)۔

جو شر غالب ہوتا ہے عرب اُسے **دُخان** کہتے ہیں۔ اِس سے وہ عذاب مراد ہے جو

وقف لازم

قرآن کے ساتھ ہنسی کرنے والوں پر نازل ہوگا۔عین المعانی میں ہے کہ دھوئیں سے وہ غبار مراد ہے، جو فتح مکہ کے دن اٹھا تھا اور پوری فضا پر چھا گیا تھا۔۔اور۔۔بعض کہتے ہیں کہ قحط کا زمانہ مراد ہے کہ رسول مقبول کی دُعا سے کفار بھوکے مرنے لگے اور مرے ہوئے کتوں کو ہڈی سمیت کھا جاتے تھے، اور دھویں سے وہ دھند مراد ہے کہ جو بھوک کی شدت میں آدمی کو ضعفِ بصارت کے سبب سے اپنے اور آسمان کے درمیان دُھویں کی ایسی ایک چیز نظر آتی ہے۔۔۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قحط کے ساتھ خشک سالی کے سبب سے سیاہ غبار زمین سے اٹھتا ہے دھویں کی شکل میں اسی واسطے قحط کے برس کو 'سنة الغبرا' کہتے ہیں اور 'عام الرماد' نام ہونے کی وجہ یہی ہے۔اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا، جیسا کہ 'اشراط الساعة' کی حدیث میں آیا ہے 'فذکر الدخان والدجال' یعنی پھر ذکر کیا دھواں اور دجال کا۔اور وہ دھواں ہوگا مشرق سے مغرب تک گھیر لے گا لوگوں کو اور چالیس[۴۰] دن کے بعد موقوف ہوگا، اور اُس کے سبب سے مؤمنوں کی ایسی حالت ہوگی جیسے زکام میں ہوتا ہے، مگر کافروں کو بے ہوش اور سراسیمہ کردے گا۔

فرشتے اُن سے کہیں گے (یہ ہے دکھ والا عذاب) جو حق تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔پس کافر روئیں گے اور کہیں گے۔۔۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ

"پروردگارا! دُور کردے ہم سے اِس عذاب کو، بے شک ہم مانے لیتے ہیں"● اُنہیں کہاں نصیحت ماننا،

وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾

حالانکہ آیا اُن کے پاس رسول، صاف صاف بتانے والا●

(پروردگارا! دُور کردے ہم سے اِس عذاب کو، بے شک ہم مانے لیتے ہیں) یعنی عذاب دفع ہونے کے بعد ہم ضرور ایمان لائیں گے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے (انہیں کہاں نصیحت ماننا) اتنے عذاب سے، (حالانکہ آیا اُن کے پاس رسول صاف صاف بتانے والا) اور معجزوں کو ظاہر کرنے والا، انہوں نے اس سبب سے نصیحت نہیں مانی۔۔۔

رُکوعِ الطرّم

ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾

پھر وہ پھر گئے اُس سے، اور بولے کہ "سکھایا ہوا پاگل ہے" --●--

(**پھر وہ**) معجزات کو دیکھنے کے باوجود (**پھر گئے اُس سے**) اور اُس کا اِنکار کر بیٹھے (**اور بولے کہ**) یہ شخص جبیر اور یسار کا شاگرد اور (**سکھایا ہوا**) ہے، جو اُسے قرآن سکھاتے ہیں۔۔نیز۔۔(**پاگل ہے**)، دیوانہ ہے اُس کے دماغ میں خبط ہو گیا ہے۔ باوصف ان باتوں کے اگر وہ ایمان کا وعدہ کرتے ہیں۔۔تو۔۔

رُکوعِ الطرّم

اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾

بے شک ہم ہٹائے دیتے ہیں عذاب کو کچھ دن کے لیے، بلاشبہ تم پھر یہی کرنے والے ہو --●--

(**بے شک ہم ہٹائے دیتے ہیں عذاب کو کچھ دن کے لیے**)، یعنی پیغمبر کی دُعا سے اِن کافروں کے مرتے دم ہم قحط اٹھالیں گے مگر کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ (**بلاشبہ تم پھر یہی کرنے والے ہو**) اور کفر کی طرف پھر جانے والے ہو۔

روایت ہے کہ قحط کے زمانہ میں ابوسفیان قریش کے ایک گروپ کے ساتھ مدینہ میں آیا اور خدا اور رحمان کی قسم پیغمبر کو دی، اور آنحضرت ﷺ نے دُعا فرمائی تو قحط کی بلاء دفع ہوگئی اور وہ اُسی طرح کفر پر جمے رہے۔ اور بعضے لوگ جو دھویں کو علاماتِ قیامت میں سے لیتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب دُعا اور زاری کریں گے، تو چالیس[۴۰] دن کے بعد دھواں اٹھ جائے گا اور وہ اُسی حال پر پھر آئیں گے، جس شرک اور فسق کے حال پر پہلے تھے۔ یاد کرو کہ۔۔۔

يَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰى ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

جس دن پکڑیں گے ہم بہت بڑی پکڑ، تو بے شک ہم بدلہ لے لینے والے ہیں●

(**جس دن پکڑیں گے ہم**) کافروں کو (**بہت بڑی پکڑ**) یعنی قیامت کے دن۔

اور تفسیرِ دمیاطی میں لکھا ہے کہ جنگ بدر کا دن مراد ہے کہ حق تعالیٰ مشرک کو وعید کرتا ہے کہ اُس دن بڑے عذاب میں، ہم تم کو مبتلا کریں گے اور وہ قتل اور قید ہے۔۔۔

(**تو بے شک ہم بدلہ لے لینے والے ہیں**) اُس روز۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾

اور بے شک آزمایا ہم نے اُن سے پہلے فرعونیوں کو، اور آیا اُن کے پاس ایک رسول مکرم ●

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾

کہ "دے دو مجھے اللہ کے بندوں کو، یقیناً میں تمہارا امانت دار رسول ہوں ●

(اور بے شک آزمایا ہم نے اِن) کفارِ مکہ (سے پہلے فرعونیوں کو، اور آیا اُن کے پاس ایک رسول مکرم)، یعنی حسب نسب میں بزرگ موسیٰ بن عمران اِس بات کے ساتھ، (کہ دے دو مجھے اللہ تعالیٰ (کے بندوں) بنی اسرائیل (کو، یقیناً میں تمہارا امانت دار رسول ہوں)۔ وحی کی امانت رکھنے والا اور مجھ پر کوئی تہمت نہیں اور میں خلق کا خیر خواہ ہوں۔

وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾

اور یہ کہ ڈینگ کی نہ لو اللہ پر۔ بے شک میں لے آیا ہوں تمہارے پاس روشن سند ●

(اور) آیا ہوں میں تمہارے پاس (یہ) بات لے کر (کہ ڈینگ کی نہ لو اللہ) تعالیٰ (پر)، یعنی سرکشی اور تکبر نہ کرو اور اُس کی وحی کی اہانت نہ کرو، اور (بے شک میں) اپنے مدعا کے سچ ہونے پر (لے آیا ہوں تمہارے پاس روشن سند) یعنی کھلی ہوئی دلیل۔

فرعون والوں نے یہ بات سن کر حضرت موسیٰ کو ایذاء دینے کا قصد کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔

وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾

اور میں نے پناہ لے لی ہے اپنے رب اور تمہارے پالنے والے کی، کہ تم سنگسار کر سکو مجھے ●

اور اگر تم لوگوں نے نہ مانا مجھے، تو مجھ سے دُور رہو ●

(اور میں نے پناہ لے لی ہے اپنے رب اور تمہارے پالنے والے کی) اِس سے (کہ تم سنگسار کر سکو مجھے) یا قتل کرو۔۔یا۔۔گالی دو، اِس واسطے کہ وہ میرا نگہبان ہے۔ (اور اگر تم لوگوں نے نہ مانا مجھے) اور مجھ پر ایمان نہیں لائے، (تو مجھ سے دُور رہو) اور مجھ کو ایذاء نہ دو۔ اُن کافروں نے حضرت موسیٰ کی بات نہ مانی اور ہاتھ اور زبان سے ایذاء دینا شروع کی۔۔تو۔۔

...دَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر عرض کیا اپنے رب سے کہ "بلاشبہ یہ لوگ جرائم پیشہ ہیں"• "تو نکال لے جاؤ میرے سب بندوں کو راتوں رات، کہ ضرور تم لوگ پیچھا کیے جاؤ گے•

(پھر) موسیٰ علیہ السلام نے (عرض کیا اپنے رب سے کہ بلاشبہ یہ لوگ جرائم پیشہ ہیں) جو کفر اور تکبر پر مصر ہیں، یا اللہ! تُو اِن کو ہلاک کردے کیونکہ وہ مشرک ہیں اور جنم کے کافر ہیں۔ تو حق تعالیٰ نے جب اُن کی دُعا قبول فرمائی، (تو) حکم دیا کہ (نکال لے جاؤ) مصر سے (میرے سب بندوں کو راتوں رات)، اور یہ ذہن نشین رہے (کہ ضرور تم لوگ پیچھا کیے جاؤ گے) یعنی جب تم جاؤ گے تو فرعون اور اُس کی قوم کے لوگ خبر پائیں گے اور تمہارے پیچھے آئیں گے، اور جب دریا کے کنارے تم پہنچنا تو اپنا عصا دریا پر مارنا کہ وہ پھٹ جائے گا اور اُس میں راہیں ظاہر ہو جائیں گی، تا کہ بنی اسرائیل گزر جائیں۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور چھوڑ رکھو دریا کو کھلی کھلی راہ، کہ بے شک وہ لوگ لشکر والے ڈبو دیے جائیں گے"•

(اور چھوڑ رکھو دریا کو کھلی کھلی راہ)، ساکن اور ٹھہرا ہوا، اُسی طرح اُس پر راہیں کھلی ہوئیں، یعنی دوبارہ اُس پر عصا نہ مارنا کہ پہلے حال پر آ جائے، اور اُسے اُسی طرح چھوڑ دینا کہ قبطی اُس میں آئیں اور ڈرنا نہیں، کیوں (کہ بے شک وہ لوگ لشکر والے ڈبو دیے جائیں گے)، یعنی دریا میں ڈوب جائیں گے، تو فرعون کے لوگ سب غرق ہو گئے۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا

کتنے چھوڑے اُنہوں نے باغ اور چشمے• اور کھیتیاں اور شاندار گھر• اور نعمت جس میں

فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾

رہتے تھے خوش خوش• ایسا ہی ہوا۔ اور وارث بنایا ہم نے اُس کا دوسرے لوگوں کو•

(کتنے چھوڑے اُنہوں نے باغ اور چشمے• اور کھیتیاں اور شاندار گھر• اور نعمت)، یعنی اسبابِ عیش و آرام (جس میں رہتے تھے خوش خوش)۔ الحتصر۔ ہمارے کلام کی تکذیب کرنے والوں کے ساتھ (ایسا ہی ہوا۔) کہ اُن کو تو ہلاک کر دیا (اور وارث بنایا ہم نے اُس) ملکیت (کا دوسرے لوگوں کو) یعنی بنی اسرائیل کو۔

فَمَا بَكَتۡ عَلَيۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ وَمَا كَانُوۡا مُنۡظَرِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

تو نہ رویا اُن پر آسمان وزمین، اور نہ مہلت دی گئی اُنہیں●

(تو نہ رویا اُن پر آسمان وزمین) یعنی اُن کے ہلاک ہونے کا کسی نے حساب نہیں کیا اور اُن کی ہلاکت پر کسی کو افسوس نہیں ہوا۔

معالم میں ہے کہ جب کوئی مؤمن مرتا ہے تو آسمان اور زمین اُس پر چالیس[۴۰] دن تک رویا کرتے ہیں۔ حضرت انس سے منقول ہے کہ کوئی بندہ نہیں آسمان میں جس کے واسطے دو[۲] دروازے نہ ہوں: ایک دروازے سے اُس کی روزی اُترتی ہے اور دوسرے دروازے سے اُس کے عمل آسمان پر جاتے ہیں، تو جب وہ بندہ مرجاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس کی روزی اترنے اور عمل اوپر جانے سے محروم ہوجاتے ہیں اور اُس پر روتے ہیں۔

عطاء رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آسمانوں کا رونا اُس کے کناروں کی سرخی ہے۔ معالم میں ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اُن پر آسمان رویا، اور اس کا رونا یہ تھا کہ اُس کے کنارے سرخ ہوگئے۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ آسمان وزمین کا رونا بھی آدمیوں کا سا رونا ہے۔

اور بعضے اِس بات پر ہیں کہ آسمان وزمین پر ایسی علامت ظاہر ہوتی ہے، جو حزن اور افسوس پر دلیل ہو، جیسے کہ رونا اکثر غم اور رنج پر دلالت کرتا ہے۔ اور بہر تقدیر چونکہ فرعون والوں کا کوئی عمل ایسا نہ تھا جو آسمان پر جائے اور زمین پر بھی۔ انہوں نے کوئی نیک کام نہیں کیا تھا تو آسمان وزمین اُن پر نہ روئے، اور اُن کی ہلاکت پر رنجیدہ نہ ہوئے۔

(اور نہ مہلت دی گئی انہیں) ایک وقت سے دوسرے وقت تک کی۔

وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ﴿۳۰﴾ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ

اور بے شک بچالیا ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل عذاب سے● فرعون کی طرف سے،

اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۳۱﴾

بے شک وہ تھا ڈینگ مارنے والا، حد سے بڑھ جانے والوں سے●

(اور بے شک بچالیا ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل عذاب سے● فرعون کی طرف سے) کہ وہ فرعون کی بندگی اور غلامی تھی اور اُن کے بیٹوں کا قتل اور کام میں رنج وتعب۔ **(بے شک وہ)** یعنی فرعون

تھاڈینگ مارنے والا، حد سے بڑھ جانے والوں سے)، سرکش اپنے کو بڑا اور بلند جاننے والا، کافروں
بں سے کہ وہ ایمان کی حدوں سے تجاوز کیے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۲ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ

اور بے شک چنا ہم نے اُنہیں جان کر سارے اہلِ زمانہ پر ● اور دیں ہم نے اُنہیں نشانیاں

مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝۳۳

جس میں کھلا ہوا انعامی امتحان ہے ●

(اور بے شک چنا ہم نے انہیں) یعنی موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو **(جان کر سارے اہلِ زمانہ پر)**۔ یعنی ہم جانتے تھے کہ یہ برگزیدہ کرنے کے لائق ہیں، تو ہم نے اس کے زمانے کے اہل عالم پر اُن کو چن لیا۔ **(اور دیں ہم نے انہیں نشانیاں)** قدرت کی نشانیوں میں سے، **(جس میں کھلا ہوا انعامی امتحان ہے)**۔ یعنی وہ چیز جس میں نعمت تھی کھلی ہوئی جیسے دریا کا پھٹ جانا اور من وسلویٰ اترنا۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ فرعون اور قومِ فرعون باوجود اِس کے کہ انہیں نزولِ عذاب سے ڈرایا گیا، مگر وہ اپنی ضلالت پر مصر رہے۔ انہیں سے ملتا جلتا حال کفارِ قریش کا ہے جن کو عذاب سے ڈرایا گیا لیکن اِس کے باوجود وہ اپنی ضلالت اور جاہلانہ خیالات پر مصر رہے۔۔ چنانچہ۔۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵

بے شک یہ لوگ کہتے ہیں ● کہ "نہیں ہے مگر یہی پہلی موت ہماری، اور نہیں ہیں ہم اُٹھائے جانے والے ●

(بے شک یہ لوگ) یعنی کفارِ قریش **(کہتے ہیں ● کہ نہیں ہے مگر یہی پہلی موت ہماری)**۔ جب انہیں خبر دی گئی کہ اُن کی زندگی کا انجام کیا ہوگا، یعنی موت اور اُس کے بعد قیامت میں اٹھنا، تو انہوں نے اِسے کہا کہ نہایتِ امر کا حصر صرف موتِ اوّل پر ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ موتِ اوّل ہی حیاتِ دُنیویہ کو زائل کرنے والی ہے، اُس کے بعد اٹھنا نہیں ہے۔

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے اُوْلٰى کی صفت سے یہ ثابت کیا جائے کہ مخالف کو کوئی دوسری موت بھی واقع ہوگی، بلکہ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا مقصد اِنکار ہی ہے۔ اس لیے کہ اوّل کا اثبات اُس کو مستلزم نہیں کہ اُس کا آخر بھی ہو۔۔ مثلاً: اگر کوئی کہتا ہے کہ

"وہ پہلا عبد جس کا وہ پہلے مالک ہوگا وہ آزاد ہے۔" تو وہ جس عبد کا مالک ہوگا وہ آزاد ہو جائے گا، خواہ اُس کے بعد کسی عبد کا مالک ہو یا نہ ہو۔۔الحاصل۔۔کفارِ مکہ کا کہنا ہے کہ یہ جو موت ہماری ہوتی ہے، تو دُنیا میں اِس کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔۔۔

(اور نہیں ہیں ہم اٹھائے جانے والے) یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ مرنے کے بعد ہم زندہ کیے جائیں اور پھر اُٹھائے جائیں۔

فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۶﴾

تو لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر سچے ہو"●

(تو لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر سچے ہو) اِس بات میں کہ موت کے بعد اٹھنا ہے۔

اُن کی یہ بات نادانی کے سبب سے تھی، اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جو بات ظاہر ہونا ایک وقت پر موقوف ہے تو دوسرے کی خواہش سے ہر وقت اس کا ظہور لازم نہیں۔ تو موت کے بعد پھر اٹھنے کا وعدہ آخرت میں ہے۔اگر دُنیا میں ظاہر نہیں ہوتا تو اُس پر کچھ تحکم نہیں پہنچتا۔کفارِ قریش کی یہ خام خیالی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم ہلاک ہونے والے نہیں، اس لیے کہ ہم اس وقت سب سے بہتر ہیں لشکر و جاہ کے لحاظ سے بھی، قوت و طاقت کے لحاظ سے بھی۔

تو اُن سے پوچھو کہ۔۔۔

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۳۷﴾

"کیا یہ لوگ بہتر ہیں کہ تبع، شاہِ یمن کی قوم، اور جو اُن سے پہلے ہوئے؟" ہم نے برباد کر دیا اُنہیں، کہ وہ لوگ مجرم تھے●

(کیا یہ لوگ بہتر ہیں کہ تبع، شاہِ یمن کی قوم) جو عظیم لشکر والی اور دبدبے والی قوم تھی۔اُس کے بادشاہ حمیری کے پاس مال و دولت اور قوت و شوکت کی کمی نہ تھی۔ **(اور)** وہ لوگ، یعنی عاد و ثمود **(جو اُن سے پہلی ہوئے)**۔اُن کی دُنیاوی شان و شوکت اور قوت و طاقت کے باوجود **(ہم نے برباد کر دیا انہیں)** کیوں **(کہ وہ لوگ مجرم تھے)** یعنی کافر تھے اور بعث و حشر کے منکر تھے۔

بعث و حشر اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کا تقاضا ہے، اس لیے کہ حکمت کو یہ بات سزاوار نہیں کہ آدمیوں کو معطل و مہمل یعنی بے ثواب اور بے عذاب چھوڑ دیا جائے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ

کا فرمان۔۔۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ

اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جواُن کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے ● نہیں پیدا فرمایا ہم نے اُنہیں،

اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

مگر بالکل ٹھیک، لیکن اُن کے بہتیرے نہیں جانتے ●

(اور) اس کا ارشاد ہے کہ **(نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جواُن کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے)** یعنی کھیل کے طور پر۔ آسمان وزمین وغیرہ کی تخلیق کوئی کھلواڑ نہیں جس میں کوئی حکمت ہی نہ ہو۔۔ چنانچہ۔۔ **(نہیں پیدا فرمایا ہم نے انہیں مگر بالکل ٹھیک)**۔ تو اہلِ آسمان اور اہلِ زمین کا طاعت پر ثواب پانا اور معصیت پر عذاب اٹھانا بالکل حق اور حکمت کا تقاضا ہے، **(لیکن اُن کے بہتیرے)** شرک میں ملوث ہونے اور غفلت میں پڑے رہنے کی وجہ سے **(نہیں جانتے)** کہ حکیم کا کام حق اور حکمت کے ساتھ ہوتا ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى

بے شک فیصلہ کا دن، اُن سب کا مقرر شدہ وقت ہے ● جس دن نہ کام آئے گا دوست کسی دوست

شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

کے کچھ، اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے ●

(بے شک فیصلہ کا دن اُن سب کا مقرر شدہ وقت ہے) اور جدا کرنے والا ہے اس وقت حق باطل سے، مؤمن کافر سے، اور مطیع عاصی سے، جدا نظر آئے گا **(جس دن نہ کام آئے گا دوست کسی دوست کے کچھ اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے)**۔ یعنی کوئی دوست۔۔یا۔۔ کوئی قرابتی کسی کے عذاب میں سے کچھ کمی نہ کرا سکے گا، اور نہ کسی کو کسی چیز کے سبب کوئی فائدہ پہنچا سکے گا۔۔۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع

ع ۱۳ ۲ ۱۵

مگر جس پر رحم فرمایا اللہ نے۔ بے شک وہی عزت والا رحم والا ہے ●

(مگر جس پر رحم فرمایا اللہ) تعالیٰ **(نے)**، یعنی مؤمن کہ شفاعت کر کے ایک دوسرے کی مدد

کرے گا۔ (بے شک وہی عزت والا) ہے اور غالب ہے کہ جس پر وہ عذاب کرے گا اس کی کوئی مدد نہ کر سکے گا، اور (رحم والا ہے) یعنی مہربان ہے کہ جس پر رحمت کرے گا، اُسے رتبہ شفاعت عطا فرمائے گا۔

تبع اور اس کی قوم کا ذکر اوپر آیا، اُسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ایسا غلبہ وعزت والا ہے کہ پوری سرکش قوم کو ہلاک کر دیا، اور ایسا رحم والا ہے کہ خود تبع کو ایمان کی توفیق دے دی جس کا مختصر قصہ یہ ہے۔ 'تبع' ایک بادشاہ تھا 'حمیرہ' کا۔ اُس کی کنیت 'ابوکرب' تھی۔ یہ بادشاہ بڑے جاہ وحشم اور لشکر کے ساتھ مشرق سے عالَم کی مغربی حد تک پھرا، پھر 'حمیرہ' اُسی نے آباد کیا۔ اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ سمرقند بھی اُسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ 'تبع' کو گالی نہ دو، وہ ایمان لایا ہے اور اسی واسطے حق تعالیٰ نے اس کی قوم کی مذمت کی، خود اُس کی مذمت نہیں کی۔

معالم میں ہے کہ ایک وقت مدینہ میں اُس کے بیٹے کو لوگوں نے قتل کر ڈالا تھا، اور اس نے وہاں کے لوگوں کو قتل کرنے کے قصد سے لشکر کشی کی، اور بنی قریظہ کے ۲ دو عالم کہ ان کا نام 'کعب' اور 'اسد' تھا انہوں نے جب خبر سنی، تو تبع کے پاس گئے، اور کہا کہ یہ جرأت نہ کر اس واسطے کہ مدینہ نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے، اور حضرت ﷺ کی تعریف بیان کی، تو تبع اپنے قصد سے باز آیا، مدینہ منورہ کے لوگوں کو نہ قتل کیا نہ قید۔ اور وہ آتش پرست تھا۔ اور اُن دونوں عالموں کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اہلِ کتاب کے ایک گروپ کے ساتھ یمن کی طرف چلا، تو راہ میں چند آدمی 'ہذیل' کے اس کے سامنے آئے اور یہ بات زبان پر لے آئے کہ ہم تمہیں ایسا مکان بتا دیں کہ جس میں چاندی، موتی، زمرد کا خزانہ ہے۔ تبع نے پوچھا وہ کہاں؟ وہ بولے کہ مکہ میں، اور اُن آدمیوں کی غرض یہ تھی کہ خانۂ کعبہ کھودنے کا ارادہ کرے اور ہلاک ہو جائے۔

تبع نے خزانہ اور مکان کا حال عالموں سے بیان کیا، علماء بولے خبردار ایسا ارادہ ہرگز نہ کرنا، تمام روئے زمین میں وہ مقام بہت بزرگ اور شریف ہے اور جو کوئی اس کے ساتھ بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیے اور اُس مکان کی تعظیم بجالانا چاہیے۔ تبع وہاں گیا اور کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا اور چھ ہزار ۶۰۰۰ اونٹ قربانی کیے اور وہاں سے یمن کی طرف رخ کیا۔ اور اُس کی قوم جو حمیرہ میں تھی اُس نے مخالفت اور بغاوت شروع کہ تُو ہمارے دین سے پھر گیا ہم تجھ سے نہیں ملتے۔ تبع نے خدا کی عبادت کرنے کی

دلیلیں اُن کے سامنے بیاں کیں اورانہوں نے عناد اور عداوت زیادہ کی اور بولے، ہم آگ سے امتحان کرتے ہیں۔یمن کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے دامن میں آگ تھی، جب دوآدمیوں میں جھگڑا ہوتا، تو اُس آگ میں آتے۔ جو ناحق پر ہوتا وہ توجل جاتا، اور جو حق پر ہوتا اُسے کوئی آفت نہ پہنچتی۔۔غرضیکہ۔۔علماء اپنی کتابوں سمیت آگ میں گئے اور صحیح و سلامت نکل آئے اور اُن کے لوگ جل گئے۔

اربابِ سیر کے نزدیک یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ تبع نے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مکتوب لکھا، اور 'شامول یہودی' کو دیا کہ اگر حضرت ﷺ کا زمانہ پائے تو خود آپ کی خدمت میں پہنچائے، ورنہ اپنی اولاد کو سپرد کر کے وصیت کرے۔

شامول کی بیسویں پشت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اُنہوں نے وہ نامہ آنخضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچایا اور آپ نے تین بار فرمایا مرحبا بالاخ الصالح۔ رقاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ابوکرب اسعد حمیری ہمارے پیغمبر پر آپ کی نبوت اور بعثت کے سات سو برس قبل ایمان لائے تھے اور 'درج الدرر' میں ہے کہ ایک ہزار ترپن برس ۱۰۵۳ ہجرت کے قبل کہ نبوت سے ایک ہزار چالیس برس ۱۰۴۰ پہلے ہوئے وہ ایمان لائے تھے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ

بے شک تھوہڑ کا درخت● گنہگار کی غذا ہے● جیسے پگھلا تانبا۔

يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

جوش مارے گا پیٹوں میں● جیسے کھولتے پانی کا جوش●

مذکورہ بالا آیات میں **يَوْمَ الْفَصْلِ** کا ذکر فرمایا گیا اور اُس دن کافروں کی بے چارگی کا عالم کیا ہوگا اُس کی طرف اشارہ کیا گیا۔اوراب یہ فرمایا جارہا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشوں کے بتوں کی پرستش کرتا ہوا اور حرص کا درخت اُگاتا ہو، اُس کا پھل دُنیا میں تو نفسانی لذید شہوات ہیں، لیکن آخرت میں اُس کی خوراک انتہائی بدذائقہ اور تلخ ہوگی۔۔کیونکہ۔۔

(**بے شک تھوہڑ کا درخت**) ابوجہل جیسے (**گنہگار کی غذا ہے**) اور زقوم جب کھائیں گے تو ایسا لگے گا (**جیسے پگھلا تانبا**) جو (**جوش مارے گا پیٹوں میں● جیسے کھولتے پانی کا جوش**) یعنی ان کی آنتوں وغیرہ کو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر حق تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ۔۔۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ

پکڑو اُس کو، پھر گھسیٹو اُس کو، ٹھیک جہنم کی طرف ● پھر ڈالو اُس کے سر پر

مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾

کھولتے پانی کا عذاب ●

(پکڑو اُس) گنہگار (کو، پھر گھسیٹو اُس کو) یعنی قہر کے ساتھ زبردستی اس کو کھینچو (ٹھیک جہنم کی طرف ● پھر ڈالو اُس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب)۔ اِس طرح اُس کے بدن پر اور بدن کے ہر طرف اُس پانی کے سبب سے عذاب ہوگا اور اندر زقوم کے سبب عذاب ہوگا اور کہیں گے اُس سے۔۔۔

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾

چکھ۔ کیا کہنا ہے، "تو ہی عزت والا بزرگ ہے" ●

(چکھ) اور کھینچ یہ عذاب۔ (کیا کہنا ہے، تو ہی عزت والا بزرگ ہے) دُنیا میں جو بہت ہی معزز اور مکرم اپنے کو ظاہر کرتا تھا، تو لے اپنی خود ساختہ کرامت وعزت کا مزہ چکھ۔

۔۔چنانچہ۔۔ابو جہل کہتا تھا کہ اپنے وطن والوں میں میں سب سے زیادہ عزت اور بزرگی والا ہوں۔ بطحا میں مجھ سے زیادہ کوئی عزت والا نہیں ہے، تو قیامت میں حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اِس پر عذاب کرو جو عزیز اور کریم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

بے شک یہ ہے، جس میں تم شک کرتے تھے ●

(بے شک یہ) وہی عذاب (ہے جس میں تم شک کرتے تھے) یہاں تک کہ تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ تو کافروں کا حال ہوگا اور اُن کے برعکس ایمان والوں کی شان ہوگی۔ صاف نظر آئے گا کہ۔۔۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ

بلاشبہ ڈرنے والے امن وامان کی جگہ میں ہیں ● باغوں اور چشموں میں ● پہنیں گے

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾

ریشمی کپڑے نرم اور دبیز، آمنے سامنے بیٹھے●

(بلاشبہ ڈرنے والے) پرہیزگار (امن وامان کی جگہ میں ہیں)۔ ایسے مقام میں جہاں آفات اور کوئی خوف کی بات نہ ہوگی۔ (باغوں اور چشموں میں)، یعنی مقام کے ہر طرف باغ اور چشمے ہوں گے اور (پہنیں گے ریشمی کپڑے نرم اور دبیز)، اِس حال میں کہ ایک دوسرے کے باہم محبت رکھنے والے (آمنے سامنے بیٹھے) ہوں گے۔

منقول ہے کہ یہ رُوبرو بیٹھنا مہمانی کے دن ہوگا 'دارالجلال' میں، کہ حق تعالیٰ سب مؤمنوں کو ایک خوان پر بٹھائے گا اور سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر مسرور ہوں گے۔

كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾

ایسا ہی ہے۔۔ اور بیاہ دیا ہم نے اُنہیں بڑی بڑی آنکھوں والی گوریوں سے●

(ایسا ہی ہے)، یعنی اِسی طرح اور اِسی حال پر رہیں گے بے تغیر وتبدیل کے۔ (اور بیاہ دیا ہم نے انہیں بڑی بڑی آنکھوں والی گوریوں سے)۔ یعنی ہم جوڑا کر دیں گے متقیوں کو گوری عورتوں کے ساتھ۔

اِس بات میں اختلاف ہے کہ یہ دُنیا کی عورتیں ہوں گی یا جنت کی حوریں۔۔۔

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ

طلب کریں گے اُس میں ہر قسم کا میوہ امن وامان سے● نہ چکھیں گے اُس میں موت،

اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

سوا پہلی موت کے۔ اور بچالیا اُنہیں جہنم کے عذاب سے● فضل ہے تمہارے رب کی طرف سے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

یہی ہے بڑی کامیابی●

(طلب کریں گے اُس میں ہر قسم کا میوہ امن وامان سے)، یعنی چاہیں گے ہر میوہ جو آرزو کریں گے، اِس حال میں کہ بے خوف ہیں اُس کے ضرر سے۔۔یا۔۔ منقطع ہوجانے سے۔ (نہ چکھیں گے اُس میں) یعنی آخرت میں (موت، سوا پہلی موت کے) جو دُنیا میں چکھ چکے۔

جب لوگوں کے نزدیک یہ بات ٹھہری ہوئی ہے کہ ہر زندگی کے پیچھے پیچھے موت لگی ہوئی ہے، تو حق تعالیٰ نے خبر دی کہ جنت میں جو زندگی ہے اُس کے بعد موت نہیں ہے۔

(اور بچالیا انہیں جہنم کے عذاب سے)۔ یہ بہت بڑا **(فضل ہے تمہارے رب کی طرف سے)** جہنم سے نجات اور بہشت میں حیاتِ ابدی۔ **(یہی ہے بڑی کامیابی)**۔

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾

توبس ہم نے آسان کر دیا اِس قرآن کو تمہاری زبان میں، کہ وہ نصیحت پکڑیں●

فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿۵۹﴾ ع ۳/۱۷/۱۶

توانتظار کرتے رہو، وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں●

(توبس ہم نے آسان کر دیا اِس قرآن کو تمہاری زبان میں، کہ وہ نصیحت پکڑیں)۔ یعنی شاید تیری قوم کے لوگ سمجھیں اور نصیحت مانیں۔ اور انہوں نے نصیحت نہ مانی **(تو انتظار کرتے رہو)** اور امید رکھو اُس چیز کی جو اُن پر اُترے گی، اور **(وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں)** کہ تم پر کیا نازل ہوتا ہے۔ مگر تمہارے واسطے نصرتِ الٰہی ہوگی اور اُن کے لیے عذابِ نامتناہی۔ دوستوں کو ہر دم فتح تازہ ہے اور دشمنوں کو ہر وقت رنج بے اندازہ ہے۔

۲۳۔۔۵۔۔۱۴۳۳ھ
دوشنبہ
۱۶۔۔۴۔۔۲۰۱۲ء

۲۴۔۔۵۔۔۱۴۳۳ھ
سہ شنبہ
۱۷۔۔۴۔۔۲۰۱۲ء

سورۃ الجاثیۃ ۴۵ مکیۃ ۶۵ — سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ — ایاتہا ۳۷ رکوعاتہا ۴

سورۂ الجاثیہ۔۔۴۵ مکیہ ۶۵ — آیاتہا ۳۷۔۔رکوعاتہا ۴

اِس سورہ کا نام 'الجاثیہ' ہے۔ اِس کا معنی ہے دوزانو۔۔یا۔۔گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی۔ اِسی سورہ کی آیت ۲۸ میں یہ لفظ مذکور ہے۔ یہ سورت اپنے ماقبل والی سورت 'الدخان' کے

مشابہ ہے کہ دونوں ہی کا آغاز قرآنِ مجید کے ذکر سے کیا گیا۔ دوسری مشابہت یہ ہے:
سورہ الدخان میں کائنات کی تخلیق، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کے وجود پر استدلال کیا گیا تھا اور مشرکین کے عقائدِ فاسدہ کا رَد کیا گیا تھا، اور اِس سورت میں بھی اِنہیں مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔

قیامت کے دن اُس دن کے خوف کی شدت سے ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوگی اور اِس انتظار میں ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کردے، اور جو نیک لوگ ہیں وہ جنت میں چلے جائیں اور جو کفار و بدکار ہیں وہ دوزخ میں چلے جائیں۔

اپنے نام ہی سے دل دہلا دینے والی، اور قیامت کے دن خوف کی شدت کا احساس دلانے والی، اور 'سورہ الدخان' کے بعد اور 'سورہ الاحقاف' کے پہلے نازل ہونے والی، اِس سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

ح م ● اُتارنا کتاب کا ہے عزت والے حکمت والے اللہ کی طرف سے ●

(ح م) جو مخفف ہیں اسمائے الٰہی کے۔۔چنانچہ۔۔'ح' اشارہ ہے 'حی' اور 'حفیظ' کی طرف۔ اور 'میم' کنایہ ہے 'مَلک' اور 'مجید' سے۔۔یا۔۔'ح' حکمِ ازلی ہے اور 'میم' ملکِ ابدی ہے۔

توقسم ہے حکمِ ازلی کی اور قسم ہے ملکِ ابدی کی! یہ (اتارنا کتاب کا) قرآن کریم کا (ہے عزت والے حکمت والے اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے)، جو سب پر غالب ہے اور دانا ہے مطالب میسر کرنے اور عطایا مقدر کرنے میں۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ﴿۳﴾ وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ

بے شک آسمانوں اور زمین میں یقیناً نشانیاں ہیں ماننے والوں کے لیے ● اور تمہاری پیدائش میں، اور جو کچھ

مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝۴

پھیلا رکھا ہے جانور، نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو یقین کریں●

(بے شک آسمانوں) میں ثابت اور سیارہ ستارے (اور زمین میں) پہاڑ درخت حیوانات، (یقیناً نشانیاں ہیں ماننے والوں کے لیے) صانع کی وحدت اور قدرت پر۔ (اور تمہاری پیدائش میں)، نطفے اور اس کے بدلنے میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف، (اور جو کچھ پھیلا رکھا ہے) زمین میں (جانور) جنبش کرنے والوں میں سے۔ اُن کی صورتیں اور شکلیں مختلف ہونے کے سبب سے (نشانیاں ہیں) حضرتِ ذوالجلال کی حکمت پر (اُن کے لیے جو یقین کریں)۔ یعنی اس گروہ کے لیے جو یقین کرنے والے ہیں۔

وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ

اور رات اور دن کے اُلٹ پھیر میں، اور جو کچھ اُتارا اللہ نے آسمان کی طرف سے روزی کا سامان،

فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۵

پھر زندہ فرما دیا اُس سے زمین کو اُس کے مر چکنے کے بعد، اور ہواؤں کے چل پھر میں، نشانیاں اُن کے لیے جو عقل رکھیں●

(اور رات اور دن کے اُلٹ پھیر میں)، یعنی رات و دن کے اختلاف میں۔ (اور جو کچھ اُتارا اللہ) تعالیٰ (نے آسمان کی طرف سے روزی کا سامان)، یعنی مینھ جو روزی کا سبب ہے۔ (پھر زندہ فرما دیا اُس) مینھ (سے زمین کو اُس کے مر چکنے کے بعد)، یعنی خشک اور پژمردہ ہو جانے کے بعد۔ (اور ہواؤں کے چل پھر میں)، جہتوں کے اختلاف اور احوال کے اختلاف کے ساتھ، (نشانیاں) ہیں کھلی ہوئی کمالِ قدرتِ الٰہی پر (اُن کے لیے جو عقل رکھیں)۔

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ

یہ ہیں اللہ کی آیتیں، کہ تلاوت فرماتے ہیں جنہیں تم پر، بالکل حق۔ تو "کس بات کو اللہ

وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝۶

اور اُس کی آیتوں کے بعد مانیں گے؟"●

(یہ ہیں اللہ) تعالیٰ کے کلام قرآنِ کریم (کی آیتیں کہ تلاوت فرماتے ہیں جنہیں تم پر بالکل

(حق) صحت و درستی کے ساتھ، (تو کس بات کو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کی آیتوں کے بعد مانیں گے)۔
یعنی اَے کافرو! تم اِن باتوں پر نہیں ایمان لاتے، تو پھر کن پر ایمان لاؤ گے؟

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

ہلاکی ہے ہر بہتان والے گنہگار کی ● کہ سنتا ہے اللہ کی آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں اُس پر، پھر بھی اَڑا رہتا ہے بڑا بنتا ہوا،

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾

گویا سنا ہی نہیں اُسے، تو پیشین گوئی سنا دو اُسے دکھ والے عذاب کی ●

(ہلاکی ہے) نضر بن حارث جیسے (ہر بہتان والے گنہگار کی ● کہ سنتا ہے اللہ) تعالیٰ (کی آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں اُس پر، پھر بھی اَڑا رہتا ہے) اپنے کفر پر (بڑا بنتا ہوا، گویا سنا ہی نہیں اُسے) یعنی جب اِدھر کان نہ لگایا اور اُس سے نفع نہ اٹھایا، تو گویا اُسے سنا ہی نہیں۔ (تو) اَے محبوب! بطورِ (پیشین گوئی، سنا دو اُسے دکھ والے عذاب کی) خبر جو دوزخ میں ہوگا۔

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾

اور جب آگاہ ہوا ہماری آیتوں سے کچھ پر، تو بنا لیا اُسے ٹھٹھا۔ اُنہیں کے لیے ہے ذلیل کرنے والا عذاب ●

(اور) اُس کا حال یہ ہے کہ (جب آگاہ ہوا ہماری آیتوں سے کچھ پر)، یعنی اُسے جب کوئی دلیل پہنچتی ہے اور جانتا ہے کہ قرآن میں سے ہے، (تو بنا لیا اُسے ٹھٹھا)۔ یعنی اُس پر ہنسی اور مسخراپن کرتا ہے اور ایسی صورت سے ظاہر کرتا ہے کہ حق اور صواب سے وہ دُور رہتی ہے۔ (انہیں) ٹھٹھا کرنے والوں اور آیاتِ قرآنی پر ہنسنے والوں (کے لیے ہے ذلیل کرنے والا عذاب)۔

مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا

اُن کے پیچھے جہنم ہے۔ اور کام نہ آئے گا اُن کے جو اُنہوں نے کمایا ہے کچھ بھی، اور نہ جس کو بنا رکھا ہے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اللہ کے خلاف مددگار۔ اور اُنہیں کے لیے بڑا عذاب ہے ●

(اُن کے پیچھے جہنم ہے) کیونکہ یہ جہنم سے اعراض کر کے دُنیا کی طرف متوجہ ہوں گے -- یا یہ کہ -- اُن کے سامنے جہنم ہے کیونکہ یہ اُس عذاب کی طرف متوجہ ہوں گے جو جہنم میں اُن کے لیے تیار

کیا گیا ہے۔(اور کام نہ آئے گا اُن کے جو انہوں نے کمایا ہے کچھ بھی)۔یعنی اُن کا مال و متاع اور اُن کی اولاد عذابِ الٰہی سے انہیں بچانے میں کچھ بھی اُن کے کام نہ آسکے گی۔(اور نہ) ہی وہ کام آسکے گا (جس کو بنا رکھا ہے اللہ) تعالیٰ (کے خلاف مددگار)، یعنی دوست اور معبود۔۔المختصر۔۔اُن میں سے کوئی بھی عذابِ الٰہی کو دفع نہ کر سکے گا۔(اور انہیں کے لیے بڑا عذاب ہے) کہ اُس کی شدت حد سے متجاوز ہے۔

ع ۱۱ / ۱۷

هٰذَا هُدًىۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

یہ ہدایت ہے۔اور جنہوں نے انکار کر دیا اپنے رب کی آیتوں کا، اُنہیں کے لیے سختی سے دردناک عذاب ہے●

(یہ) قرآن (ہدایت ہے)، راہ دکھانے والا ہے۔(اور جنہوں نے اِنکار کر دیا اپنے رب کی آیتوں کا) یعنی قرآنِ کریم کا۔۔یا۔۔اپنے رب کی قدرت وحکمت کی دلیلوں کا، (انہیں کے لیے سختی سے دردناک عذاب ہے)۔یعنی سخت عذابوں میں جو سب سے زیادہ دردناک عذاب ہے وہ اُن کے لیے ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا

اللہ ہے جس نے قابو میں کر دیا تمہارے دریا کو، تاکہ چلیں پھریں کشتیاں اُس میں اُس کے حکم سے، اور تاکہ تلاش کرتے رہو

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اُس کا فضل، اور کہ شکر ادا کرتے رہو●

(اللہ) تعالیٰ وہ (ہے جس نے قابو میں کر دیا تمہارے دریا کو)، یعنی اُس کی سطح برابر کر دی تاکہ جو چیز اندر سے سبک اور خالی ہیں، اس کے اوپر ٹھہری رہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ دریا کا مسخر ہونا یہ ہے کہ وہ اپنے میں غوطہ لگانے اور سیر کرنے سے باز نہیں رکھتا۔۔۔

(تاکہ چلیں پھریں کشتیاں اُس میں اُس کے حکم سے، اور تاکہ تلاش کرتے رہو اُس کا فضل) انواع واقسام کے فائدے، جیسے تجارت اور مچھلی کا شکار وغیرہ۔(اور) اس لیے بھی تا (کہ شکر ادا کرتے رہو) خدا کا اِن نعمتوں پر۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

اور قابو میں کردیا تمہارے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اپنی طرف سے۔

اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک اُس میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو سوچیں●

(**اور قابو میں کردیا تمہارے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے**) یعنی آفتاب، ماہتاب، ستارے، بارش اور پہاڑ، دریا، درخت، پھل وغیرہ۔ یہ (**سب**) اُسی کی (**اپنی طرف سے**) عطا ہے، اس کے سوا کسی اور کی دین نہیں۔ (**بے شک اِس میں**) یعنی ہر چیز کے مسخر کردینے میں، (**یقیناً نشانیاں ہیں**) قدرتِ الٰہی اور حکمتِ پادشاہی پر (**اُن کے لیے جو سوچیں**) اور تفکر کریں اُس کی عجیب وغریب صنعتوں اور خلقتوں میں جو کہ صفحۂ حیات سے ظاہر ہیں۔

روایت ہے کہ کسی غفاری نے شہرِ مکہ میں فاروقِ اعظم کو گالی دی، اور حضرت فاروق نے بمقتضائے شجاعت چاہا کہ اُسے پکڑیں اور انتقام لیں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُل لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا

سمجھادو اُنہیں جو ایمان لاچکے کہ "ابھی درگزر کرتے رہیں اُنہیں، جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی، تاکہ بدلہ دے قوم کو

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

جو کماتے تھے●

(**سمجھادو انہیں جو ایمان لاچکے، کہ ابھی درگزر کرتے رہیں انہیں، جو امید نہیں رکھتے اللہ**) تعالیٰ (**کے دنوں کی**)۔ یعنی وہ عذابِ الٰہی کے ایّام سے نہیں ڈرتے۔

تو آیت کا معنی یہ ہے کہ درگزر کرو اُن لوگوں سے جو کافروں کے ہلاک ہونے کے دنوں میں غور وتامل نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے۔۔۔

(**تاکہ بدلہ دے قوم کو جو کماتے تھے**)۔ یعنی اَے محبوب! آپ اہلِ ایمان کو فرمائیں کہ وہ کفار ومشرکین اور منافقین کی بُرائیوں سے درگزر کریں اور اُن سے بدلہ لینے کی تدابیر نہ بنائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اُن کی برائیوں کی کامل سزا دے۔

اِسی معنی پر آنے والی آیت بھی دلالت کرتی ہے۔۔ علاوہ ازیں۔۔ قرآن میں کسب کا لفظ اکثر کفار کے لیے مستعمل ہوا ہے۔۔ نیز۔۔ یہ مطلب بھی ہے کہ انہیں وقت مقرر پر سزا دے،

جیسے بدر وغیرہ میں۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت، آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔ ظاہر ہے کہ ضابطہء فضل وعدل کا تقاضا یہی ہے کہ۔۔۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

جس نے کیا نیک کام، تو اپنے بھلے کو۔ اور جس نے کیا بُرا کام، تو اپنے بُرے کو۔ پھر تم لوگ اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

(جس نے کیا نیک کام تو اپنے بھلے کو)، تو اُس کے نفس کے واسطے ہے اُس کا ثواب۔ (اور جس نے کیا بُرا کام تو اپنے بُرے کو)، تو اُس پر ہے اُس کا وبال۔ یاد رکھو! کہ اِس دُنیا میں جو کرنا ہو کر لو، (پھر تم لوگ اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اپنے اپنے اقوال وافعال کی جزا کے واسطے۔ تو جو کفار نبی کریم علیہ السلام اور مؤمنین کو ناحق ایذاء پہنچاتے ہیں، تو اُس کا نقصان دُنیا وآخرت میں صرف اُن ہی کو ہوگا۔ اور جو لوگ نبی علیہ السلام اور ایمان والوں کی عزت اور نصرت کرتے ہیں، تو اُس کا نفع بھی صرف اُنہی کو پہنچے گا۔

اِس آیت میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے اور بُرے اعمال سے ڈرایا ہے۔ پس جو مسلمان مجرموں کو معاف کردیں گے اور اُن کو بخش دیں گے، تو وہ سنتِ خداوندی پر چلنے والے ہوں گے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے، تو وہ شیطانی صفات کے ساتھ متصف ہوں گے۔ سو جو شخص ابرار اور نکوکاروں میں ہوگا، تو ابرار دائمی جنتوں میں ہوں گے، اور جو شخص فجار اور بدکاروں میں ہوگا تو بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

اب اگلی آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بنو اسرائیل کا طریقہ اپنے پیش رَو کفار کے طریقہ کے موافق تھا، اللہ تعالیٰ نے اُن کو طرح طرح کی کثیر نعمتیں دیں اُس کے باوجود وہ سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ

اور بے شک دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب وحکمت ونبوت، اور روزی دی اُنہیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

پاکیزہ، اور بزرگی دی ہم نے تمام اہلِ زمانہ پر۔

(اور بے شک دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب وحکمت ونبوت)، یعنی توریت، امورِ دین میں حکم کرنا، اور پیغمبری، یعنی اُن میں سے بعض کو ہم نے پیغمبر کیا اور کسی قبیلے میں اس قدر پیغمبر نہیں ہوئے جتنے بنی اسرائیل میں ہوئے، حضرت یوسف کے زمانے سے حضرت عیسیٰ کے زمانے تک۔ (اور روزی دی انہیں پاکیزہ) حلال چیزوں میں سے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ طَیِّبٰتِ سے من وسلویٰ مراد ہے۔

(اور بزرگی دی ہم نے تمام اہلِ زمانہ پر)، یعنی اُن کے زمانے کے اہلِ عالم پر۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ

اور دی ہم نے اُنہیں صاف صاف باتیں امرِ دین کی۔ تو نہیں پھوٹے، مگر بعد اِس کے کہ آچکا اُن کے پاس علم،

بَغْيًۢا بَيْنَهُمْؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

باہمی بڑھ چڑھ کی ہوس سے۔ بے شک تمہارا رب فیصلہ فرمائے گا اُن کے درمیان قیامت کے دن، جس جس چیز میں فرقہ بندی کرتے تھے●

(اور دی ہم نے انہیں صاف صاف باتیں امر دین کی)، کھلی ہوئی دلیلیں دین اور ملت کے کام میں سے۔۔یا۔۔کھلے ہوئے معجزات۔۔یا۔۔ظاہر آیتیں محمد ﷺ کے باب میں، یہاں تک کہ انہیں جو پہچاننے کا حق ہے اُس طرح پہچان لیا اور آپ کا امر اُن پر خوب محقق ہو گیا، (تو نہیں پھوٹے) اور اختلاف نہیں کیا اُنہوں نے آپ کے امر میں، (مگر بعد اِس کے کہ آچکا اُن کے پاس علم) حقیقتِ حال کا۔ یعنی خوب تحقیق کے ساتھ انہوں نے جانا کہ حضرت پیغمبر ﷺ وہی پیغمبر ہیں جن کا حال توریت میں مذکور ہو چکا ہے۔

اور آپ کا حال انہوں نے پوشیدہ کیا (باہمی بڑھ چڑھ کی ہوس سے)۔ یعنی عداوت اور حسد کی راہ سے جو کہ اُن کے درمیان میں رہی ہے۔ اَے محبوب! (بے شک تمہارا رب فیصلہ فرمائے گا اُن کے درمیان قیامت کے دن جس جس چیز میں فرقہ بندی کرتے تھے)۔ یعنی توریت کے صاف کلموں میں کہ ان میں سے بعضے خبر دینے والے تھے نعتِ مصطفیٰ ﷺ سے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

پھر کر دیا ہم نے تمہیں ایک کھلی راہ پر امرِ دین کے، تو چلتے رہو اُسی راہ، اور مت چلو اُن کی خواہشوں پر جو علم ہی نہیں رکھتے●

(پھر کر دیا ہم نے) اَے محبوب! (تمہیں ایک کھلی راہ پر امر دین کے، تو چلتے رہو اُسی راہ) پر

(اور مت چلو اُن کی خواہشوں پر جو علم ہی نہیں رکھتے) کہ توحید کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی رؤساءِ قریش جو تم سے کہتے ہیں کہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پھر آؤ، تو اے محبوب! تم اُن کی خواہش کی متابعت نہ کرنا۔۔۔

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ

بے شک وہ نہ بچا سکیں گے تمہیں اللہ سے کچھ بھی۔ اور بے شک اندھیر والے ایک دوسرے کے دوست ہیں،

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور اللہ اپنے ڈرنے والوں کا دوست ہے●

(بے شک وہ نہ بچا سکیں گے تمہیں اللہ) تعالیٰ (سے کچھ بھی)، یعنی یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کچھ کام نہ آسکیں گے۔ (اور بے شک اندھیر والے ایک دوسرے کے دوست ہیں)۔ اُن کی دوستی ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں ہم خیال ہونے کی وجہ سے ہے، اور جب کچھ تمہیں اُن کے ساتھ ہم خیالی اور طبعی مناسبت نہیں ہے، تو تم اُن کی آرزوؤں کی پیروی نہ کرو اور اپنا مصاحب اپنے ہم خیالوں میں ڈھونڈو۔ اور وہ اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار لوگ ہیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (اپنے ڈرنے والوں کا دوست ہے) تو تم بھی انہیں کو دوست رکھو۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ قرآن آنکھیں کھول دینے والی باتیں ہیں لوگوں کی، اور ہدایت و رحمت ہے اُن کے لیے جو یقین پائیں●

(یہ قرآن آنکھیں کھول دینے والی باتیں ہیں لوگوں کی)، یعنی اُس کی آیتیں لوگوں کے لیے بصیرت افروز ہیں، (اور) وہ سب کی سب خدا کی طرف سے (ہدایت و رحمت ہے اُن کے لیے جو یقین پائیں)، یعنی گمان کے جنگل سے نکل کر یقین کی منزل کے طالب ہوں۔

معالم میں ہے کہ مشرکوں میں سے ایک شخص نے مؤمنوں سے یہ بات کہی کہ یہ جو تم بعث اور حشر کے باب میں کہتے ہو اگر سچ ہو اور ہمیں واقعی دوسرے عالَم میں لے جائیں، تو وہاں بھی ہم مال و جاہ میں تم سے زیادہ ہوں گے جس طرح اِس عالَم میں ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَـرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

کیا گمان کرلیا ہے جنہوں نے کی ہیں برائیاں کہ "کردیں گے ہم اُنہیں جیسے، وہ ہیں جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ‌ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ۝۲۱ ع

رکوع ۱۰ / ۱۸

اور لیاقت کے کام کیے، برابر برابر اُن کی زندگی اور اُن کی موت۔" کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں!●

(کیا گمان کرلیا ہے جنہوں نے کی ہیں بُرائیاں، کہ کردیں گے ہم انہیں، جیسے وہ ہیں جو ایمان لائے اور لیاقت کے کام کیے)، یعنی مشرک لوگ بزرگی میں مؤمنوں کے مثل نہ ہوں گے (برابر برابر اُن کی زندگی اور اُن کی موت) دُنیا وآخرت میں، یعنی جو کوئی ایمان پر مرے گا وہ ایمان پر اٹھے گا اور کفر پر مرے گا وہ کفر پر اٹھایا جائے گا۔ (کیسا بُرا فیصلہ کرتے ہیں) جو وہ کرتے ہیں اور شرک اور توحید کے نتیجے کو برابر رکھتے ہیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ

اور پیدا فرمایا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بالکل حق، اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر ایک، جو اُس نے کمار کھا ہے

وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۲

اور وہ ظلم نہ کیے جائیں●

(اور پیدا فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے آسمانوں اور زمین کو بالکل حق) راستی اور عدل کے ساتھ۔ اور مقتضائے عدالت یہ ہے کہ نیک کام کرنے والے اور بدکار اور موحد اور مشرک میں تفاوت ہو۔ (اور) یہ اس لیے بھی، (تاکہ بدلہ دیا جائے ہر ایک جو اُس نے کمار کھا ہے) بھلائی۔۔یا۔۔بُرائی۔ (اور وہ ظلم نہ کیے جائیں)، یعنی نیک لوگوں کے ثواب میں کمی اور بُروں کے عذاب میں زیادتی نہ ہو بلکہ۔۔ہر ایک کو اُس کے عمل کے موافق جزا ملے۔

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ

ذرا دیکھو تو! جس نے بنالیا اپنا معبود اپنی خواہش کو، اور گمراہ رکھا اُس کو اللہ نے علم کے ہوتے، اور مہر لگادی اُس کے کان،

وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ

اور اُس کے دل پر، اور ڈال دیا اُس کی آنکھ پر پردہ۔ تو کون راہ دے اُسے اللہ کے بعد،

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

تو کیا تم لوگ سوچ سے کام نہیں لیتے ؟●

(ذرا دیکھو تو! جس نے بنالیا اپنا معبود اپنی خواہش کو) یعنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حکم اِس طرح مانتا ہے جس طرح خدا کا حکم ماننا چاہیے۔۔یا یہ کہ۔۔اپنے معبود کو اپنی آرزو بنالیتا ہے، یعنی ایک بت پوجتا ہے اور جب دوسرا بت اُس سے بہتر دیکھتا ہے تو پہلے کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کی پرستش کرنے لگتا ہے۔(اور گمراہ رکھا اس کو اللہ) تعالیٰ (نے علم کے ہوتے)۔

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہش کے آگے سر جھکایا، حالانکہ اُس کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ اِن کاموں سے راضی نہیں ہے اور اُس نے اِن کاموں سے منع فرمایا ہے، اُس کے باوجود اُس نے اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کیا اور اُس نے علم کے باوجود گمراہی کو اختیار کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اندر گمراہی کو پیدا کردیا۔

۔۔یا یہ کہ۔۔اللہ تعالیٰ کو اُس کے متعلق علم تھا کہ اُس کی روح کا جوہر نیکی اور پرہیز گاری کو قبول نہیں کرے گا، اور جب اُس کو اختیار دیا جائے گا، تو وہ ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو اختیار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اُس علم کی بنیاد پر جو اُس کے انجام کے باب میں اُسے تھا اُس کے لیے کفر اور گمراہی کو مقدر کردیا۔

(اور مہر لگادی اُس کے کان) پر تاکہ حق بات نہ سنے (اور اُس کے دل پر) تاکہ آیاتِ حق نہ سمجھے۔(اور ڈال دیا اُس کی آنکھ پر پردہ) اور پوشش تاکہ عبرت حاصل کرنے کی نظر سے نہ دیکھے۔(تو کون راہ دے اُسے اللہ) تعالیٰ (کے) چھوڑ دینے کے (بعد، تو کیا تم لوگ سوچ سے کام نہیں لیتے) اور نصیحت نہیں پکڑتے۔تو نصیحت پکڑو اور متنبہ ہو جاؤ۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ

اور وہ لوگ بولے کہ "نہیں ہے مگر ہماری یہی زندگی دُنیاوی، کہ مرتے جیتے رہتے ہیں، اور نہیں ختم کرتا ہمیں مگر زمانہ۔"

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

اور انہیں اُس کا کچھ علم نہیں۔بس وہ گمان دوڑاتے پھرتے ہیں●

(اور وہ لوگ) جو بعث وحشر کے منکر ہیں (بولے، کہ نہیں ہے مگر ہماری یہی زندگی دُنیاوی) جو

ہمیں حاصل ہے، (کہ مرتے جیتے رہتے ہیں)۔یعنی ہم میں سے بعضے مرتے ہیں اور بعضے جیتے ہیں۔
اور احتمال رکھتا ہے کہ اس بات کے قائل 'مذہب تناسخ' رکھتے ہوں اور اُن کے نزدیک یہ ہو
کہ جو مرتا ہے اُس کی روح دوسرے جسم سے تعلق پکڑ لیتی ہے، اور دُنیا ہی میں پھر ظہور کرتا ہے،
یہاں تک کہ دوبارہ مرجاتا ہے۔ پھر اور کسی جسم کے ساتھ روح وابستہ ہوجاتی ہے۔
(اور) مشرکوں نے کہا کہ (نہیں ختم کرتا ہمیں مگر زمانہ) گزرنا اور پرانا ہوجانا اور بوڑھاپا، (اور انہیں) یعنی اُن کافروں کو (اِس کا کچھ علم نہیں) کہ اِن زمانوں کو اُلٹنے والا اور اُن میں تصرف کرنے والا حق تعالیٰ ہے، اور زمانے کو کسی کام میں کچھ اختیار نہیں۔ (بس وہ گمان دوڑاتے پھرتے ہیں) اور نری تقلید سے بے دلیل بات کہتے ہیں۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اُن پر ہماری روشن آیتیں، تو نہیں رہتی کٹ حجتی اُن کی، مگر یہ کہ بول پڑے کہ

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾

"لاؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر سچے ہو"●

(اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اُن پر ہماری روشن آیتیں) جو بالکل واضح اور صاف دلالت کرنے والی ہوں بعث ونشر کے باب میں، (تو نہیں رہتی کٹ حجتی اُن کی مگر یہ کہ بول پڑے کہ لاؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر سچے ہو)۔ یعنی اگر ہو تم سچ کہنے والے خلق کو زندہ کرنے میں مرنے کے بعد قیامت کے دن۔ اور یہ بات وہ جہل اور عناد سے کہتے ہیں، اس واسطے کہ مُردوں کو زندہ کرنے کا وقت مقرر کیا گیا ہے خاص وقت کے ساتھ، ایسی وجہ پر جو مقتضائے حکمت ہے۔ پس اگر فرمائش کے وقت نہ موجود ہوجائیں، تو عاجزی پر گمان نہ کرنا چاہیے۔

قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ

کہہ دو کہ "اللہ زندگی دے تمہیں، پھر موت دے تمہیں، پھر اکٹھا کرے گا تمہیں قیامت کے دن، جس میں کوئی شک نہیں،"

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ ع

ع ۵ / ۱۹

لیکن بہتیرے لوگ علم ہی نہیں رکھتے●

اَے محبوب! (کہہ دو کہ اللہ) تعالیٰ (زندگی دے تمہیں) ماں کے پیٹ میں، (پھر موت دے

تمھیں) دُنیا میں، (پھر اکٹھا کرے گا تمھیں قیامت کے دن، جس) کے آنے (میں کوئی شک نہیں، لیکن بہتیرے لوگ) نظر و فکر کی کمی اور قصور کے سبب (علم ہی نہیں رکھتے)۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور اللہ کی ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی۔ اور جس دن قیامت کھڑی ہوگی، خسارے میں رہیں گے باطل والے●

(اور) اگر یہ فکرِ سلیم اور فہمِ مستقیم سے کام لیں، تو اِن پر ظاہر ہو جائے کہ (اللہ) تعالیٰ (کی ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی)۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی رب العالمین، مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے۔ (اور جس دن قیامت کھڑی ہوگی خسارے میں رہیں گے باطل والے) اور اُن کا نقصان یہ ہوگا کہ دوزخ میں پھریں گے۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور دیکھو گے ہر امت کو زانو کے بل گری پڑی۔۔ ہر امت بلائی جائے گی اپنے نامہ اعمال کی طرف کہ
"آج کے دن بدلہ دیے جاؤ گے جو کچھ کرتے تھے●

(اور) اُس دن (دیکھو گے ہر امت کو زانو کے بل گری پڑی)۔۔ اور (ہر امت بلائی جائے گی اپنے نامہ اعمال کی طرف) اور اُن کو کہیں گے (کہ آج کے دن بدلہ دیے جاؤ گے) اُن کرتوتوں کا (جو کچھ کرتے تھے)۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

یہ ہے ہمارا دفتر جو بول رہا ہے تم پر بالکل ٹھیک۔ بلاشبہ ہم درج کرتے تھے جو کچھ تم کیا کرتے تھے"●

اور دیکھو (یہ ہے ہمارا دفتر) جس کے لکھنے کا حکم ہم نے کراماً کاتبین کو دیا تھا (جو بول رہا ہے تم پر بالکل ٹھیک)، یعنی ظاہر کر رہا ہے تم پر تمہارے اعمال سچائی کے ساتھ، نہ کم نہ زیادہ۔ (بلاشبہ ہم درج کرتے تھے)، یعنی لکھواتے تھے اِس میں وہ (جو کچھ تم کیا کرتے تھے)۔

معالم میں ہے کہ جب دونوں فرشتے بندوں کے عمل آسمان پر لے جاتے ہیں، تو حق تعالیٰ اُس لکھے میں وہ عمل ثابت رکھتا ہے جس پر ثواب۔۔ یا۔۔ عذاب ہو اور لغو اور بیہودہ کو مٹا دیتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ لکھوانا لوحِ محفوظ میں سے ہے، اس واسطے کہ آدمیوں کے نامہ اعمال سال بسال لوحِ محفوظ سے فرشتوں کو سپرد کرتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

تو جس نے ایمان قبول کرلیا تھا اور کرنے کے کام کیے تھے، تو اُنہیں داخل فرمائے گا اُن کا رب اپنی رحمت میں، یہی ہے

الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ

روشن کامیابی ● اور جنہوں نے انکار کیا تھا۔ تو سنیں گے کہ "کیا نہیں پڑھی جاتی تھیں میری آیتیں تم پر؟

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

تو غرور کرتے تھے تم"، اور تم جرائم پیشہ تھے ●

(تو جس نے ایمان قبول کرلیا تھا اور کرنے کے) لائق (کام کیے تھے، تو اُنہیں داخل فرمائے گا اُن کا رب اپنی رحمت میں) کہ منجملہ اُس کے بہشت ہے۔ اور (یہی) رحمت میں داخل کرنا (ہے روشن کامیابی) اور بامراد ہونا۔ (اور جنہوں نے اِنکار کیا تھا۔ تو سنیں گے) کہ اُن سے کہا جارہا ہے (کہ کیا نہیں پڑھی جاتی تھیں میری آیتیں تم پر؟ تو غرور کرتے تھے تم) اور ایمان لانے سے اِنکار کرتے تھے، (اور) یہ اس لیے کہ (تم جرائم پیشہ) مشرک (تھے)۔

وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ

اور جب کہا گیا کہ "اللہ کا وعدہ حق ہے، اور قیامت میں کوئی شک نہیں"، تو تم کہتے تھے کہ "ہمارے قیاس میں نہیں آتا، کہ کیا ہے قیامت۔

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾

ہمارا خیال ہے کہ بس وہ خیال ہی خیال ہے اور ہم یقین کرنے والے نہیں" ●

(اور) تمہاری سرکشی کا عالم یہ تھا کہ (جب کہا گیا) تم سے (کہ اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ حق ہے) حشر، حساب اور ثواب وعذاب کے باب میں، (اور قیامت میں کوئی شک نہیں، تو تم کہتے تھے کہ ہمارے قیاس میں نہیں آتا کہ کیا ہے قیامت؟ ہمارا خیال ہے کہ بس وہ خیال ہی خیال ہے)۔ یعنی اَے مسلمانو! تم بھی اِس کا صرف گمان ہی رکھتے ہو، اور تم کو بھی قیامت قائم ہونے کا یقین نہیں۔ (اور) رہ گئے ہم مشرکین تو (ہم) تو (یقین کرنے والے نہیں)۔

وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ

اور ظاہر ہوگئیں اُنہیں بُرائیاں اُس کی جو کرتوت کیے تھے، اور گھیر لیا اُنہیں اُس عذاب نے جس کا ٹھٹھا کرتے تھے ● اور حکم دیا گیا کہ "آج

كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝۳۴

ہم تمہیں بھولا جیسا قرار دیں گے، جس طرح تم بھولے تھے اپنے اُس دن کے ملنے کو، اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، اور نہیں ہے تمہارا کوئی مددگار●

بالآخر روزِ قیامت نمایاں (اور ظاہر ہوگئیں انہیں بُرائیاں اُس کی جو کرتوت کیے تھے، اور گھیر لیا انہیں اُس عذاب نے جس کا ٹھٹھا کرتے تھے● اور حکم دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھولا جیسا قرار دیں گے) اور چھوڑ دیں گے تم کو جہنم میں، جیسے بھولی ہوئی چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (جس طرح تم بھولے تھے اپنے اس دن کے ملنے کو)۔ یعنی تم نے اِس دن کو یاد رکھنے سے غفلت برتی۔۔ الغرض۔۔ غافل رہے (اور) اب (تمہارا ٹھکانہ آگ ہے)۔ (اور نہیں ہے تمہارا کوئی مددگار) جو اِس آگ سے بچالے۔

ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

یہ اس لیے کہ بلاشبہ بنا رکھا تھا تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق، اور دھوکہ دیا تھا تمہیں دُنیاوی زندگی نے، "تو آج کے دن

لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝۳۵

نہ نکالے جائیں گے وہ اُس سے، اور نہ وہ رضامند کیے جائیں گے●

(یہ اس لیے کہ بلاشبہ بنا رکھا تھا تم نے اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کو مذاق)۔ اُس پر تم ہنستے تھے اور اُس کے تعلق سے غور وفکر نہیں کرتے تھے۔ (اور دھوکا دیا تھا تمہیں دُنیاوی زندگی) کے عیش وآرام (نے)۔ تم حیاتِ فانی پر پھولے تھے اور حیاتِ جاودانی کو بھولے تھے۔ (تو آج کے دن نہ نکالے جائیں گے وہ اس) آتشِ جہنم (سے، اور نہ وہ رضامند کیے جائیں گے)۔ یعنی اُن سے یہ نہ کہا جائے گا کہ تم عذرخواہی کرو تا کہ تم سے ہم خوش ہو جائیں، کیونکہ خدا کی خوشنودی اُن سے بہت دُور ہے۔

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ

تو اللہ ہی کے لیے حمد ہے، پالنے والا آسمانوں کا اور پالنے والا زمین کا، پالنے والا سارے جہان کا● اور اُسی کے لیے ہے بڑائی

فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۳۷ ع ۲۰/۱۱

آسمانوں اور زمین میں۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے●

(تو اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے حمد ہے، پالنے والا آسمانوں کو اور پالنے والا زمین کا، پالنے والا

سارے جہان کا)۔ بزرگی اور بڑائی سب اُسی کے واسطے ہے، تو اُسی کی فرمانبرداری کرنی چاہیے اور اُس کے آثارِ قدرت ظاہر ہیں ساری کائنات میں۔ (اور اُسی کے لیے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت والا) ہے اور غالب ہے ساری مخلوق پر۔ اور (حکمت والا ہے)، یعنی سب کاموں کا جاننے والا ہے۔

الحمدللہ، ثم الحمدللہ، بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۱۸/ اپریل ۲۰۱۲ء
بروز چہارشنبہ، پچیسویں (۲۵) پارہ اور 'سورہ الجاثیہ' کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
دُعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے
کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰہٰ وَیٰسٓ،
بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَابَدُّوحُ وَبِحُرْمَۃِ
سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۶

حٰمٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۰؍اپریل ۲۰۱۲ء

بروز جمعہ مبارکہ چھبیسویں (۲۶) پارہ اور 'سورہ الاحقاف' کی تفسیر شروع کردی ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور اِس کے بعد باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت خاص میں رکھے۔

آمین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَابُدُّوحُ

وَبِحُرمَةِ سَیِّدِنَا **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سورۃ الاحقاف۔۔۴۶ مکیہ ۶۶ — آیاتہا ۳۵۔۔رکوعاتہا ۴

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ

اِس سورت کا نام 'الاحقاف' ہے، جو اِسی سورہ کی آیت ۲۱ سے ماخوذ ہے۔۔نیز۔۔ احادیث میں بھی اِس سورت کو 'احقاف' سے تعبیر کیا ہے۔ اِس سورت کی آیت ۲۱ میں جو 'الاحقاف' کا ذکر ہے، اُس سے مراد بلند اور طویل ٹیلے ہیں۔ دراصل اِس سے مراد قومِ عاد کے گھر ہیں۔ یہ ٹیلے یمن میں ہیں جہاں قومِ عاد رہتی تھی۔ یہ سورت 'الذاریات' سے پہلے اور 'الجاثیہ' کے بعد نازل ہوئی۔ اِس سورہ کا اور 'سورہ الجاثیہ' کا زمانۂ نزول ایک ہی ہے۔ اِس سورۂ مبارکہ کا بھی اِفتتاح اُنہیں آیات سے کیا گیا ہے جن سے 'سورۃ الجاثیہ' کا اِفتتاح کیا گیا۔قرآنِ کریم کی اِس ہدایت مآب سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

ح م ● اُتارنا کتاب کا عزت والے حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے●

(ح م)۔

امام قشیری نے فرمایا ہے کہ 'حاءُ' اشارہ ہے 'حکمِ الٰہی' کی طرف اور 'میم' کنایہ ہے 'مجدِ پادشاہی' کی جانب۔حق تعالیٰ اپنے حکمِ کامل اور مجدِ شامل کی قسم ارشاد فرما کر کہتا ہے کہ جو مجھ پر ایمان لایا اُس پر عذاب نہ کروں گا، اور اِن کلمات کی قسم یہ تنزیل یعنی (اتارنا کتاب کا) بعض کے بعد بعض، (عزت والے حکمت والے اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے ہے) جو قوی اور غالب ہے، حکمِ صائب دینے والا افعال اور اقوال میں۔اُس کے غیر کی طرف سے کتاب کا اتارنا نہیں ہے۔

اور چونکہ یہ کتاب بے حد حکمت والے نے نازل کی ہے اس لیے اِس کی ہر ہر آیت میں بے حد وحساب حکمتیں ہیں۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى

نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو مگر حق، اور مدتِ مقررہ کے لیے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳

اور جنہوں نے کفر اختیار کیا اُس سے جس سے ڈرائے گئے ہیں، رُوگرداں ہیں●

(نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین، اور اِن کے درمیان کی چیزوں کو)، یعنی اقسامِ مخلوقات اور انواعِ موجودات کو (مگر حق، اور مدتِ مقررہ کے لیے) راستی کے ساتھ۔ ایسی وجہ پر جو اُس کی حکمت اور عدالت کی چاہی ہوئی ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ تخلیقِ کائنات غرضِ صحیح اور حکمتِ بالغہ کے ساتھ فرمائی گئی ہے۔ اِس زمین کو مکلفین کے لیے دارِ قرار بنا دیا تا کہ قیامت کے دن اُن کو جزا دے جنہوں نے نیک عمل کیے اور اُن کو سزا دے جنہوں نے بُرے عمل کیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کسی کو عبث اور بے فائدہ نہیں بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِس جہان کو اس لیے بھی پیدا نہیں کیا کہ یہ ابدالآباد تک باقی رہے، بلکہ اِس جہان کو مکلفین کے لیے دار العمل بنایا ہے کہ وہ اِس دُنیا میں نیک عمل کریں اور آخرت میں اُس کی اچھی جزا پائیں۔ پھر ایک مقررہ وقت پر اللہ تعالیٰ اِس جہان کو فنا کر دے گا۔ اِس آیت میں 'مدت معینہ' سے وہی وقت مراد ہے۔

اِس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ قیامت کا واقع ہونا اور مرنے کے بعد اٹھنا برحق ہے، کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور مُردوں کو زندہ نہ کیا جائے، تو جن مظلوموں کا دُنیا میں ظالم سے بدلہ نہیں لیا گیا وہ بغیر جزا کے رہ جائیں گے اور ظالم بغیر سزا کے رہ جائیں گے۔ اِسی طرح کفار بغیر عذاب کے اور مؤمنین بغیر ثواب کے رہ جائیں گے۔ اور یہ اُس حقیقت کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور اِن کے درمیان کی چیزوں کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

(اور جنہوں نے کفر اختیار کیا اُس سے جس سے ڈرائے گئے ہیں) یعنی ایمان نہیں لاتے آخرت کا اور جس چیز سے انہیں ڈرایا جاتا ہے اُس سے (روگرداں ہیں) اور منہ پھیرنے والے ہیں۔ نہ اُسے تسلیم کرتے ہیں اور نہ اُس میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اَے محبوب! اُن سے۔۔۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

کہہ دو کہ "ذرا بتاؤ تو کہ جس کی دُہائی دیتے ہو اللہ کے خلاف، دکھا تو دو مجھے کیا پیدا کیا اُنہوں نے کچھ زمین سے،

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ

یا اُن کا کچھ بھی حصہ ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی، یا کوئی روایت اگلوں کا

مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴

بچا بچایا علم، اگر سچے ہو"●

(کہہ دو کہ ذرا بتاؤ تو کہ جس کی دُہائی دیتے ہو) اور جسے پوجتے ہو (اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) ور اُس کے سوا، جیسے بت، فرشتے اور جن وغیرہ، (دکھا تو دو مجھے کہ کیا پیدا کیا انہوں نے کچھ زمین سے؟) یعنی اُس کے اجزا سے کون سا جز ہے جو اُن کی مخلوق ہے۔۔ (یا ان کا کچھ بھی حصہ ہے آسمانوں) کی پیدائش (میں)۔ اور چونکہ ظاہر ہے کہ تمہارے معبود عاجز ہیں اور اُن کو زمین و آسمان میں کچھ تصرف نہیں، تو انہیں پرستش میں میرا شریک کیوں کرتے ہو؟

(لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اِس) قرآنِ کریم کے اُترنے (سے پہلے کی) کہ اُس کتاب میں تم کو شرک کرنے کا حکم ہو۔ (یا) لاؤ (کوئی روایت اگلوں کا بچا بچایا علم)۔ یا کوئی روایت اگلے انبیاء علیہم السلام سے جو اِس بات پر دلالت کرے کہ وہ تمہارے معبود عبادت کے مستحق ہیں، (اگر) تم (سچے ہو) اپنے دعویٰ میں۔

جب مشرکین اِس دلیل میں عاجز آئے، تو حق تعالیٰ نے اُن کی گمراہی کے باب میں فرمایا۔۔۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ

اور اُس سے زیادہ کون بے راہ ہے، جو دُہائی دے اللہ کے خلاف والوں کی جو نہ کہنا کرے اُس کا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵

قیامت تک، اور وہ اُن کی دُہائی سے نرے بے خبر ہیں●

(اور) واضح فرمادیا کہ (اُس سے زیادہ کون بے راہ ہے جو دُہائی دے اللہ) تعالیٰ (کے خلاف والوں کی) اور اُسے پوجے۔۔۔ نیز۔۔۔ معبود سمجھ کر پکارے، اور وہ بھی ایسے کو (جو نہ کہنا کرے اُس کا قیامت

تک)۔اُس کی بات کوقبول کرنا تو بڑی بات ہے اُسے جواب تک نہ دے۔(اور) جواب دینے کا سوال ہی کیا ہے، اس لیے کہ (وہ) بت (اُن کی دُہائی سے نرے بے خبر ہیں)۔

۔۔الحاصل۔۔اگر مشرک اپنے معبودِ باطل کو عمر دُنیا کی مدت تک پکاریں تو اجابت کا اثر اُس سے ظاہر نہ ہوگا، اس لیے کہ وہ بت اپنے پکارنے والے بت پرستوں کی پکار سے غافل و بے خبر ہیں۔ اور جب وہ اُن کا پکارنا سنتے ہی نہیں تو جواب کیونکر دیں۔ پس بد بخت ہے وہ جو سننے والے اور قبول کرنے والے خداوند کی عبادت سے دست بردار ہو اور چند بے حس جماد، جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں اُن کی عبادت کی طرف متوجہ ہو۔ بت پرست اپنے باطل معبودوں سے شفاعت اور مددگاری کی امید میں رہے۔۔۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۝۶

اور جب حشر میں لائے گئے لوگ، تو ہوگئے اُن کے دشمن، اور ہوگئے اُن کی پوجا پاٹ سے منکر●

(اور جب حشر میں لائے گئے لوگ تو ہوگئے اُن کے دشمن، اور ہوگئے اُن کی پوجا پاٹ سے منکر)۔

یعنی بت کہیں گے کہ انہوں نے ہماری پرستش نہیں کی، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۔۔یا۔۔بت پرست کہیں گے کہ ہم نے تو بتوں کی پرستش نہیں کی، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۔آخرت میں تو وہ حشر ہوگا جو ابھی مذکور ہوا، مگر دُنیا میں اِن کا حال۔۔۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اُن پر ہماری روشن آیتیں، بولے جنھوں نے اِنکار کردیا حق کا جب کہ آچکا اُن کے پاس کہ

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ

"یہ کھلا ہوا جادو ہے"● یا بک دیتے ہیں کہ "گڑھ لیا ہے اُس کو"، جواب دو کہ "اگر میں نے گڑھ لیا ہوتا اُسے، تو تم بھی سکت

لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا

نہیں رکھتے میری بھلائی کی اللہ کے آگے کچھ۔ وہ خوب جانتا ہے، جس میں تم پڑے رہتے ہو۔ کافی گواہ ہے

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٨

وہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔اور وہی غفور رحیم ہے"●

(اور) اُن کی خرد ماغی یہ ہے کہ (جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں) اِس ال میں کہ کھلی ہوئی ہیں اِس سے اعجاز کی دلیلیں ،تو (بولے جنھوں نے اِنکار کردیا حق کا جبکہ آچکا اِن کے پاس، کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے● یا بک دیتے ہیں)، یعنی صرف جادو ہی کہنے پر بس نہیں کرتے ، بلکہ بکواس بھی کرتے ہیں (کہ گڑھ لیا ہے اِس کو)۔یعنی پیغمبر نے اپنے طور پر اِس کلام کو تیار کرلیا ہے ور پھر اِس کو خدا کا کلام کہہ کر پیش کیا ہے۔(جواب دو کہ اگر میں نے)۔۔بفرضِ محال۔۔(گڑھ لیا ہوتا سے)، پھر (تو) یہ بہت بڑا گناہ ہوتا اور پھر اِس کی جزا میں عذاب بھی بہت بڑا مقرر کیا جاتا، ایسا کہ (تم ہی سکت نہیں رکھتے میری بھلائی کی اللہ) تعالیٰ (کے آگے کچھ)۔یعنی اگر خدا نے مجھ پر عذاب کرنا چاہا و،تو تم اس میں سے کچھ بھی دفع کرنے پر قادر نہیں۔تو تم خود ہی سوچو کہ جب صورتِ حال یہ ہے تو یں کیونکر جرأت کروں گا اور کس مددگار کے بھروسے یہ کام کروں گا۔

یادرکھو کہ (وہ خوب جانتا ہے جس میں تم پڑے رہتے ہو) اور غور وخوض کرتے رہتے ہو،تو تم پنی اِن خام خیالیوں سے باز آؤ اور قرآنِ کریم کو سحر اور افتراء کیا ہوا نہ قرار دو۔یادرکھو کہ حق تعالیٰ گواہ ہے کہ یہ نہ سحر ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر افتراء۔اور (کافی گواہ ہے وہ) یعنی حق تعالیٰ (میرے درمیان ور تمہارے درمیان)۔وہ میری گواہی دے گا کہ میرا کلام سچ تھا اور میں نے تم کو احکام پہنچادیے۔اور تم پر گواہی دے گا کہ تم جھوٹ بولے اور تم نے عناد و اِنکار اور فساد کیا۔(اور وہی غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے اُسے جو شرک سے توبہ کرے اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے اُس پر جو ایمان میں پکا ہو۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۚ

اعلان کردو کہ "نہیں ہوں میں کچھ بدعت رسولوں کی جماعت سے،اور نہ میں اٹکل لگاؤں کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٩

میں بتانے میں نہیں پیروی کرتا مگر اُس کی جس کی وحی کی جاتی ہے میری طرف،اور میں کھلا کھلا ڈرسنانے والا ہی ہوں"●

اَے محبوب! (اعلان کردو کہ نہیں ہوں میں کچھ بدعت رسولوں کی جماعت سے)۔یعنی میں تم پر پہلا پیغمبر نہیں آیا ہوں، مجھ سے پہلے بھی پیغمبر ہوئے تھے،تو تم میری نبوت کے کیوں منکر ہو؟ (اور

نہ میں اٹکل لگاؤں کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور) کیا کیا جائے گا (تمہارے ساتھ)۔ اِن باتوں کو ازخود میں نہیں جانتا، اور اُس کے تعلق سے اپنے اٹکل اور قیاس کی بنیاد پر کچھ نہیں کہتا، بلکہ (میں بتانے میں نہیں پیروی کرتا، مگر اُس کی جس کی وحی کی جاتی ہے میری طرف)۔

--یا یہ کہ--

اِن امور کا اجمالی علم مجھے دیا جا چکا ہے مگر ابھی اِس کے تفصیلی علم سے مجھے وحی الٰہی کے ذریعہ باخبر نہیں کیا گیا ہے--الختصر--اب تک مجھے اپنی اور اپنے فرمانبرداروں اور ایمان والوں کی عاقبت بخیر ہونے کا جو اجمالی علم دیا گیا ہے، وہ وحی الٰہی سے ہی حاصل ہوا ہے۔ رہ گیا اِن امور کا تفصیلی علم اب تک جس سے مطلع نہیں کیا گیا ہوں، اُس کے بھی حصول کا ذریعہ صرف وحی ربانی ہی ہے--الغرض--نہیں پیروی کرتا ہوں میں مگر اُس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اور میں اُس سے درگزر نہیں کرسکتا۔ (اور) یہ اس لیے کہ (میں کھلا کھلا ڈر سنانے والا ہی ہوں) اور یہ نذارت خدا کا عطا کردہ میرا منصب ہے، اِس کے تقاضے کو پورا کرنا میرا فریضہ ہے--الحاصل--میں کاموں کے انجام کی خبر بے وحی کے نہیں دے سکتا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ

کہہ دو کہ "کیا تم نے انجام پر نظر کرلی ہے، اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوئی، اور تم لوگوں نے انکار کر رکھا ہے اس کا، اور گواہی دے دی

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ایک اسرائیلی گواہ نے ایسی کتاب پر، پھر ایمان کا اعلان کر دیا، اور تم بڑائی کی ڈینگ لیتے رہے۔ بے شک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ ع

نہیں راہ دیتا اندھیر مچانے والوں کو"•

اَے محبوب! (کہہ دو کہ کیا تم نے) اپنے اِنکار و استکبار کے (انجام پر نظر کرلی ہے؟) کہ (اگر یہ کتاب) جو (اللہ) تعالیٰ (کی طرف سے) وحی کی (ہوئی) ہے، وہ واقعی قرآن من عند اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو، نہ جیسا کہ تمہارا گمان ہے کہ وہ جادو ہے--یا--میری من گھڑت باتیں ہیں۔ (اور) باوجود منجانب اللہ ہونے کے (تم لوگوں نے اِنکار کر رکھا ہے اِس کا، اور) صورتِ حال یہ ہے کہ (گواہی دے دی ایک اسرائیلی گواہ نے ایسی)، یعنی توحید، وعدو وعید وغیرہا کے مسائل پر مشتمل

ں جیسی (کتاب پر)، کیونکہ جیسے اِس میں معانی ہیں ایسے ہی تورات میں تھے، یعنی اُس کے علوم قرآن کے مطابق تھے، گویا تورات کے جملہ مضامین اِسی میں ہیں۔اب معنی یہ ہوا کہ گواہی دینے والے اسرائیلی حق شناس نے گواہی دے دی کہ یہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور بے شک یہ وحی ربانی کے جنس سے ہے۔ یہ کسی فردِ بشر کا کلام نہیں۔ (پھر) اس اسرائیلی حق شناس نے اپنے (**ایمان کا اعلان** کر دیا اور تم) اَے یہودیو! اپنی (بڑائی کی ڈینگ لیتے رہے)، تو سن لو کہ تم اِس کام میں اپنے اوپر فلاح نہ پاؤ گے، کیونکہ (**بے شک اللہ**) **تعالیٰ** (**نہیں راہ دیتا اندھیر مچانے والوں کو**)۔

جمہور مفسرین کے نزدیک وہ مردِ حق شناس جن کا اوپر ذکر ہوا ہے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ سورہ زیرِ تفسیر اگرچہ مکی ہے لیکن اِس کی یہ آیت مدنی ہے جسے نبی کریم ﷺ کے حکم سے مکی سورہ کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ غزالیٔ دوراں قدس سرہ نے اِس آیتِ کریمہ کا یہ مطلب خیز ترجمہ کیا ہے "فرما دیجیے ذرا بتاؤ تو کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اِس کے ساتھ کفر کیا، تو سوچو تمہارا انجام کیا ہوگا حالانکہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس قرآن پر گواہی دے چکا، تو وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا۔"

حضرت عبداللہ ابن سلام ان خوش نصیب اصحاب میں ہیں جن کو حضور آیہ رحمت ﷺ نے خصوصی طور پر جنت کی بشارت دی۔ اُن کے ایمان لانے کا مختصر واقعہ یہ ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ میں آپ سے تین ۳ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا: ﴿۱﴾۔۔قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ ﴿۲﴾۔۔اہلِ جنت کا پہلا طعام کون سا ہوگا؟ ﴿۳﴾۔۔بچہ اپنے باپ۔۔یا۔۔ماں سے کیسے مشابہ ہوتا ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کرے گی۔ اور اہلِ جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے، تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے، تو وہ بچہ کی شبیہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن سلام نے کہا **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہود بہت بہتان تراش قوم ہے۔ اگر اُن کو میرے اسلام کا اِس

سے پہلے علم ہوگیا کہ آپ اُن سے میرے متعلق سوال کریں، تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ پھر یہود آئے، تو نبی ﷺ نے اُن سے سوال کیا کہ تم میں عبداللہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور اُن کے والد بھی ہم میں سب سے بہتر ہیں۔ وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ ابن سلام مسلمان ہوجائیں؟ تو یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اِس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر حضرت عبداللہ باہر نکلے اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، تو یہود نے کہا کہ وہ ہم میں سب سے بُرے ہیں اور سب سے بُرے شخص کے بیٹے ہیں اور اُن کی بُرائیاں کیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے اِسی چیز کا خدشہ تھا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام اُسی وقت اسلام لائے جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔۔لہٰذا۔ یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دو سال پہلے اسلام لائے تھے۔ بلاشبہ یہ قول شاذ اور مردود ہے۔

جن اندھیر مچانے والوں کا اوپر ذکر ہوا ہے اُن بیوقوفوں کا خیال تھا کہ دینی مراتب وعہدے بھی دُنیوی اسباب سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اُن کی سخت غلطی تھی کیونکہ مراتبِ دینی کا دار ومدار کمالاتِ نفسانیہ وملکاتِ روحانیہ پر ہے، اور یہ مراتبِ دُنیا کے نقش ونگار سے رُوگردانی اور آخرت کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جسے ایسے مراتب حاصل ہوتے ہیں وہ آخرت کے جملہ عہدے ومراتب پر فائز ہوجاتا ہے، اور جو اِن سے محروم رہا اُسے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ ایسے مراتب ومقامات فضلِ الٰہی سے نصیب ہوتے ہیں۔ اِن میں اسباب وعلل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں جو اِن اسباب وعلل کو پالیتا ہے، تو وہ بھی عطائے الٰہی سے ہوتا ہے، انسان کی اپنی ذاتی قابلیت کو اِس میں کسی قسم کا دخل نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ

اور بولے جنھوں نے کفر کیا ہے اُن کے لیے جو ایمان لاچکے ہیں کہ "اگر یہ بہتر ہوتا، تو یہ ہم سے پہلے نہ پہنچتے اِس کی طرف"۔

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪

اور جب کہ راہ نہ پائی اِس کی، تو اب کہیں گے کہ "پرانی گڑھت ہے"۔

لیکن اندھیر والے اِن حقائق (اور) دقائق کو کیا جانیں۔۔چنانچہ۔۔(بولے جنہوں نے کفر کیا ہے)،یعنی بنو عامر وغیرہ (ان کے لیے جو ایمان لا چکے ہیں)،یعنی قبیلہ جہینہ وغیرہ کے لیے (کہ اگر یہ بہتر ہوتا) یعنی اگر یہ ایمان لانا بہتر ہوتا اور اپنے اندر راستی اور درستی رکھتا، (تو یہ) کمتر و مسکین اور غریب ولا چار لوگ (ہم سے پہلے نہ پہنچتے اُس کی طرف)، کیونکہ ہمارا رتبہ ان سے بہت بڑا ہے اور ہماری بزرگی اور شہرت بہت ہے۔

--یا--

ابن سلام اور ان کے دوستوں رضی اللہ عنہم کے اسلام کے بعد یہود نے کہا کہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں لایا ہوں اگر وہ خوب ہوتا، تو اور لوگ ہم پر سبقت نہ لے جاسکتے اس واسطے کہ ہمیں ان سے زیادہ علم ہے۔ (اور جب کہ راہ نہ پائی اس کی)، یعنی نبی کریم جو کچھ لائے اس تک پہنچنے کی اور اس کو قبول کرنے کی توفیق نہ مل سکی، (تو اب) اِس کے سوا اور کیا (کہیں گے کہ پرانی گڑھت ہے)۔

--چنانچہ--انہوں نے ایسا کہا بھی کہ یہ جھوٹ پرانا ہے،یعنی اگلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے--حالانکہ وہ قرآنِ مجید کی روح سے جاہل اور اُس کے اسرار و رموز سے بے خبر تھے۔ اور قاعدہ ہے کہ لوگ جن امور سے بے خبر ہوتے ہیں اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا

اور اس کے پہلے موسیٰ کی کتاب، رہنما اور رحمت۔ اور یہ کتاب تصدیق فرمانے والی ہے زبانِ عربی میں،

لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ۚ﴿۱۲﴾

تا کہ ڈر سنا دے اُنہیں جو اندھیر مچایا کیے۔ اور خوشخبری احسان والوں کے لیے●

(اور) حال یہ ہے کہ (اِس کے پہلے موسیٰ کی کتاب) توریت تھی۔ کیا ہم نے اُس کو (رہنما)، اہل دین کا پیشوا، (اور رحمت) کا سبب اُن لوگوں کے واسطے جو اُسے باور کرتے ہیں۔ (اور یہ کتاب) یعنی قرآنِ کریم، اُسی کتاب توریت بلکہ تمام آسمانی کتابوں کی (تصدیق فرمانے والی ہے زبانِ عربی میں)، عرب کی آسانی کے لیے جسے خطۂ عرب میں رسولِ عربی پر نازل فرمایا گیا، (تا کہ ڈر سنا دے انہیں جو اندھیر مچایا کیے) کفر اور معصیت کر کے۔ (اور) یہ کتاب (خوشخبری) ہے (احسان والوں) اور نیک کام کرنے والوں (کے لیے)۔ یہ خوش بخت وہی ہیں۔۔۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۱۳

بے شک جو قائل ہو گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر جم گئے، تو نہ کوئی ڈر ہے انہیں، اور نہ وہ رنجیدہ ہوتے ہیں ●

(بے شک جو قائل ہو گئے کہ ہمارا رب اللہ) تعالیٰ (ہے، پھر اِس پر جم گئے)۔ یعنی قائم رہے اُس پر اور اُس سے پھرے نہیں، یعنی توحید پر کہ خلاصۂ علم ہے اور استقامت کہ منتہائے عمل ہے، انہوں نے دونوں کو جمع کرلیا۔ ذہن نشین رہے کہ استقامت پر کی ہمراہی بغیر منزلِ مقصود پر پہنچنا نہایت باطل فکر ہے اور بہت محال خیال ہے۔ اور صحیح معنوں میں استقامت والے ہو گئے (تو نہ کوئی ڈر ہے انہیں) اُس جہان میں کوئی مکروہ اور ناگوار چیز پہنچنے کا، (اور نہ وہ رنجیدہ ہوتے ہیں) اِس جہان میں کوئی محبوب اور مرغوب چیز فوت ہو جانے پر۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَوَصَّیْنَا

وہ لوگ جنتی ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں، ثواب اُس کا جو عمل کرتے تھے ● اور تاکید فرمائی ہم نے

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ

انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کی۔ پیٹ میں رکھا اُس کی ماں نے مشقت سے، اور جنا اُسے درد سے۔ اور پیٹ میں رہنے

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ

اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینہ ہے۔ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنے زور کو، اور ہو گیا چالیس سال کا،

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ

دُعا کی کہ "پروردگارا! میرے دل میں اُتار دے کہ شکر کرتا رہوں تیری نعمت کا، جو انعام فرمایا تو نے مجھ پر، اور میرے ماں باپ پر،

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ

اور یہ کہ کرتا رہوں قابلیت کے کام جس سے تُو خوش رہے۔ اور قابلیت رکھ میرے لیے میری اولاد میں۔ بے شک میں رجوع لایا تیری طرف،

وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۵

اور بے شک میں مسلمان ہوں" ●

(وہ لوگ جنتی ہیں ہمیشہ رہنے والے اُس میں)۔ یہ سب ہے اجر و (ثواب اُس کا جو) نیک (عمل کرتے تھے)۔ اُن نیک اعمال میں عظیم ترین، دُنیا و آخرت میں نفع بخش اور اہم ترین نیک عمل اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے، (اور) اُن کی خدمت کر کے اُن سے دُعائیں حاصل کرنا

ہے۔۔ اِسی لیے (تاکید فرمائی ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کی)، خود جن کے احسانات کے تحت یہ دبا ہوا ہے، ایسا کہ اُس کا صلہ دینے سے عاجز ہے۔

ماں کا یہی احسان اُس کے سارے احسانوں پر غالب ہے کہ (پیٹ میں رکھا) اُس کو (اُس کی ماں نے) رنج اور سختی کی (مشقت سے، اور جنا اُسے درد سے)۔ ایسا درد جس کی تکلیف کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ (اور پیٹ میں رہنے اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینہ ہے)۔ اِس مدت کی ساری تکالیف اور ساری پریشانیوں کو برداشت کرتی رہی۔ (یہاں تک کہ جب پہنچا اپنے زور کو)۔

جس کا آغاز ایک قول کی بنیاد پر اٹھارہ ۱۸ برس کی عمر سے ہو جاتا ہے۔ تو وہ اٹھارہ ۱۸ برس کا ہوا۔

(اور) پھر (ہو گیا چالیس سال کا)۔ پھر (دُعا کی کہ پروردگارا! میرے دِل میں اتار دے)، مجھے الہام دے اور توفیق عطا کر (کہ شکر کرتا رہوں تیری نعمت کا جو انعام) اپنے کرمِ عمیم سے (فرمایا تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر)۔ اور وہ انعام زندگی اور قدرت ہے۔ (اور) توفیق عطا فرما (یہ کہ کرتا رہوں قابلیت کے کام جس سے تُو خوش رہے اور قابلیت رکھ میرے لیے میری اولاد میں)۔ یعنی نیکی اور صلاح جاری کر دے میری اولاد میں۔ (بے شک میں رجوع لایا تیری طرف)، یعنی ہر اُس چیز سے باز آیا جس میں تیری رضا نہیں ہے۔ (اور بے شک میں مسلمان ہوں) یعنی گردن جھکائے ہوئے ہوں تیرے حکم کے سامنے۔

اکثر مفسر اِس بات پر ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ آیت خاص ہے، اس واسطے کہ آپ چھ ۶ ماہ ماں کے پیٹ میں رہے اور دُو ۲ برس کامل دودھ پیا۔ اور اٹھارہ ۱۸ برس کی عمر میں حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور اُس وقت حضرت علیہ السلام کا سن شریف بیس ۲۰ برس کا تھا۔ پس اُس زمانے سے حضرت صدیقِ اکبر سفر اور حضر میں آپ کے رفیق اور مصاحب رہے۔

اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف چالیس ۴۰ برس کو پہنچا، تو آپ فریضۂ رسالت ادا کرنے کے منصب پر فائز ہوئے، اُس وقت حضرت صدیق کا سن اڑتیس ۳۸ برس کا تھا۔ اور جب چالیس ۴۰ برس کی آپ کی عمر پہنچی، تو دُعا کی کہ پروردگارا! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں شکر کروں تیری نعمت کا جو تُو نے اپنے فضل سے مجھے دی ہے، اور وہ اسلام کی نعمت ہے۔ اور شکر کروں اُس نعمت پر جو تُو نے میرے ماں باپ کو دی ہے، وہ زندگی اور قدرت ہے۔ اور بعض نے نعمت اسلام بھی کہی ہے اس واسطے کہ حضرت صدیق کے سوا مہاجرین وانصار میں

کوئی وہ نہیں جس کے ماں باپ کو بھی اسلام کی دولت حاصل ہوئی ہو۔

اور پروردگارا! مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق دے جس سے تُو راضی ہو۔آپ کی یہ دُعا بھی قبول ہوئی۔۔چنانچہ۔۔متعدد غلاموں کو جن میں حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ بھی تھے اُن کے مالکوں سے خرید کر آزاد فرما دیا اور اپنے رب کی رضا حاصل کرلی۔اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذریت کی صلاح وفلاح کی جو دُعا کی وہ بھی قبول ہوگئی،اس واسطے کہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے نکاح اور صحبت اور خدمت میں آکر سرفراز ہوئیں۔

حضرت صدیقِ اکبر کے سوا اور کسی صحابی کی چار پشتوں نے ایمان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا۔حضرت ابوقحافہ،اِن کے فرزند صدیقِ اکبر،اور صدیقِ اکبر کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن،اور حضرت عبدالرحمٰن کے فرزند حضرت ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم ۔ یہ سب شرفِ صحابیت سے مشرف تھے۔آپ کی نسل میں بہت بڑے بڑے قابل عالم آج دُنیا میں موجود ہیں،اور اِن میں اکثر علم اور صلاح سے آراستہ ہیں۔۔۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ

یہ ہیں کہ قبول فرمالیں گے ہم اُن سے جو خوب کام کیے اُنہوں نے،اور درگزر کردیں گے اُن کی خامیوں سے

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾

جنتیوں میں،سچ کا وعدہ جو انہیں دیا جاتا تھا۔

تو (یہ) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے اور شکرِ نعمت بجالانے والے،اور ان کی اتباع کرنے والے،وہ (ہیں کہ قبول فرمالیں گے ہم اُن سے جو خوب) یعنی اچھے میں اچھا (کام کیے انہوں نے،اور درگزر کردیں گے اُن کی خامیوں سے)،اور وہ شمار کیے جائیں گے (جنتیوں میں)۔وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے،(سچ کا وعدہ)،نیکی قبول کرنے اور گناہوں سے درگزر کرنے میں۔وہ وعدہ دُنیا میں (جو انہیں دیا جاتا تھا)۔

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ

اور جس کسی نے کہا اپنے ماں باپ سے کہ "تُف ہے تم پر،کیا تم دونوں وعدہ دیتے ہو مجھے کہ نکالا جاؤں گا،حالانکہ گزر چکیں قومیں

مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ

مجھ سے پہلے"۔اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ "تجھ پر افسوس ہے، مان جا کہ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے"۔

فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾

تو وہ جواب دیتا ہے کہ "یہ نہیں ہیں مگر اگلوں کی کہانیاں"●

(اور) اس اپنے والدین کے نافرمان سرکش کافر کا حال اُن سے مختلف ہے (جس کسی نے کہا اپنے ماں باپ سے)، جب وہ دونوں اُسے ایمان کی طرف بلاتے تھے (کہ تف ہے تم پر)، یعنی میں تم سے بیزار ہوں۔ (کیا تم دونوں وعدہ دیتے ہو مجھے کہ نکالا جاؤں گا) اپنی قبر سے؟ یعنی مجھے مرنے کے بعد اٹھائیں گے اور زندہ کر کے قبر سے نکالیں گے، (حالانکہ گزر چکیں تو میں مجھ سے پہلے) اور اب تک اُن میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا۔

اُس کی یہ بات سن کر (اور) اُس کے خیالات سے واقف ہونے کے بعد، (وہ دونوں) ماں باپ (فریاد کرتے ہیں اللہ) تعالیٰ (سے) کہ حق تعالیٰ اُسے صحیح سمجھنے کی سمجھ عطا فرمائے، اور پھر اُس بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں (کہ تجھ پر افسوس ہے۔ مان جا!) کیوں (کہ بے شک اللہ) تعالیٰ (کا وعدہ) بعث ونشر کے باب میں بالکل (ٹھیک ہے) سچ ہے۔ (تو وہ) اپنے ماں باپ کو اذیت دینے والا نافرمان بیٹا (جواب دیتا ہے کہ) جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، (یہ نہیں ہے مگر اگلوں کی کہانیاں)، جنہوں نے باطل اور جھوٹی باتیں لکھ دی ہیں۔ یہ نافرمان اور منکر لوگ۔۔۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

یہی ہیں کہ درست ہو گئی جن پر وہ بات اُن جمعیتوں میں، کہ جو پہلے گزر چکیں،

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ

جنات وانسان کی۔ بے شک وہ گھاٹے والے تھے● اور ہر ایک کے درجے ہیں اُس عمل سے جو اُنہوں نے کیا،

وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور تا کہ بھرپور دے انہیں اللہ اُن کے اعمال کو، اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے●

(یہی ہیں کہ درست ہو گئی جن پر وہ بات)، یعنی واجب ہو گئی اُن پر عذاب کی بات۔ اور وہ ہوں گے (اُن جمعیتوں میں) یعنی اُن کے ساتھ (کہ جو پہلے گزر چکیں جنات وانسان کی)، یعنی جو اِن

کے اگلے باپ دادوں کا حشر ہوگا وہی اُن کے پیچھے اِن چلنے والوں کا بھی ہوگا۔(بے شک وہ گھاٹے والے تھے) تو پھر یہ کیسے اُخروی نقصان سے بچ سکیں گے۔(اور ہر ایک کے) واسطے ان دونوں فریق میں سے، یعنی مؤمن فرمانبردار اور کافر نافرمان کے لیے،(درجے ہیں اُس عمل سے جو انہوں نے کیا)۔ دونوں کو آخرت میں اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔

اِس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کا ذکر کیا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے مختلف درجات ہیں۔ سو جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ جس مرتبہ اور جس درجہ کی نیکی کرے گا، اُس کو اُسی مرتبہ اور اُسی درجہ کا آخرت میں اجر وثواب حاصل ہوگا۔

(اور) حق تعالیٰ نے یہ اِس حکمت کے تحت کیا ہے(تاکہ بھرپور دے انہیں اللہ) تعالیٰ (اُن کے اعمال) کی جزا(کو، اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے)۔

--چنانچہ-- نیک کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق عزت اور کرامت عطا فرمائے گا، اور بُرے کام کرنے والوں کو اپنی وعید کے مطابق سزا دے گا، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بُرے کام کرنے والے کو اُسی کی بُرائی کے مطابق ہی سزا دے گا اور جو کام اُس نے نہیں کیا ہے اُس کو اُن کی سزا نہ ملے گی، اور نہ دوسروں کے گناہ اُس پر لادے جائیں گے۔ اور نہ ہی نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی کی جائے گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن کہ پیش کیے جائیں گے کافر لوگ آگ پر کہ"ختم کر چکے تم اپنی اچھی چیزوں کو اپنی دُنیاوی زندگی میں،

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور مزے لُوٹے اُن کے۔اب آج کے دن بدلہ دیے جاؤ گے تم ذلت کا عذاب جو بڑے بنا کرتے تھے تم

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ ع۲ ۲۰

زمین میں ناحق، اور جو نافرمانی کرتے تھے"۔

(اور) اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو،(جس دن کہ پیش کیے جائیں گے کافر لوگ آگ پر) اور اُن کے موافق لوگوں کو دوزخ میں انہیں دکھائیں گے، تاکہ اُن کا رنج اور حسرت زیادہ ہو، اور اُن

سے کہیں گے (کہ ختم کر چکے تم اپنی اچھی چیزوں کو اپنی دُنیاوی زندگی میں، اور مزے لُوٹے اُن کے) اور دُنیا ہی میں ساری لذتیں پوری کرلیں، اور آخرت کے واسطے کچھ نہ چھوڑا۔

(اب آج کے دن بدلہ دِیے جاؤ گے تم ذلت کا عذاب) بہ سبب اُس کے (جو بڑے بنا کرتے تھے تم زمین میں ناحق) بے اِستحقاق۔ یعنی تکبر کرتے تھے باطل دُنیا کے ساتھ (اور) بسبب اُس کے (جو نافرمانی کرتے تھے)، تم فسق کرتے تھے اور اُس پر فخر بھی کرتے تھے۔

اِس میں طالبینِ نجات کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنے قدم شرعی حدود سے باہر نہ نکالیں۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور یاد کرو عاد کی برادری والے کو، جب کہ ڈرسنایا تھا اپنی قوم کو وادیٔ احقاف میں، اور بے شک گزر چکے تھے بہت سے ڈرسنانے

وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

والے اُن کے پہلے اور بعد میں کہ ”مت پوجو سوا اللہ کے، بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کو“•

(اور) اَے محبوب! (یاد کرو عاد کی برادری والوں کو) اور قریش کے معاندین کو اُن کا حال سنادو، (جبکہ ڈرسنایا تھا) ہود علیہ السلام نے (اپنی قوم کو وادی احقاف میں)۔

وہ ایک ریگستان تھا حضرموت کے قریب ولایتِ یمن میں، اور بعضے کہتے ہیں کہ عمان اور مہرہ کے درمیان۔۔۔

(اور) حال یہ ہے کہ (بے شک گزر چکے تھے بہت سے ڈرسنانے والے اُن کے پہلے اور بعد میں)۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے خلق میں پیغمبر مبعوث ہوتے رہے اور اُن کے بعد بھی پیغمبر آتے رہے۔ سب کا یہی پیغام تھا جو حضرت ہود علیہ السلام نے مبعوث ہونے کے بعد اپنی قوم کو پیش کیا، (کہ مت پوجو سوا اللہ) تعالیٰ (کے، بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کو)، یعنی اُس دن کے عذاب کو جو بہت بڑا ہولناک ہے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

سب بولے کہ ”کیا آئے ہو تم ہمارے پاس تا کہ باز رکھو ہمیں ہمارے معبودوں سے، تو لے ہی آؤ جس کا وعدہ دیتے ہو ہمیں

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾

اگر سچے ہو"●

(سب بولے کہ) اَے ہود! (کیا آئے ہو تم ہمارے پاس تا کہ باز رکھو ہمیں ہمارے معبودوں سے) بتوں کی پرستش سے تہدید کر کے اور وعید سنا کر، (تو لے ہی آؤ جس کا وعدہ دیتے ہو ہمیں اگر سچے ہو)۔ یعنی اگر تم اپنے وعدہ میں سچے ہو، تو اُس عذاب کو ہمارے اوپر نازل کراؤ جس عذاب کے نازل ہونے کی باتیں کرتے رہتے ہو۔ حضرت ھود نے۔۔۔

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ

جواب دیا کہ "اُس کا علم اللہ کو ہے۔ اور میں پیغام سنائے دیتا ہوں تمہیں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں تمہیں

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

کہ جہالت کر رہے ہو"●

(جواب دیا کہ) جلدی نہ کرو عذاب طلب کرنے میں، کیونکہ (اُس کا علم اللہ) تعالیٰ (کو ہے)۔ یعنی عذاب تو حسبِ وعدہ یقینی، قطعی اور لازمی طور پر نازل ہوگا، مگر اُس کے نازل ہونے کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے مجھے اس میں دخل نہیں۔ خدا نے صرف عذاب نازل فرمانے کا وعدہ فرمایا، اور نازل ہونے کے وقت کو اپنی مرضی پر رکھا، جب چاہے گا اچانک نازل فرما دے گا۔ (اور میں) تو (پیغام سنائے دیتا ہوں تمہیں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں)۔ میرے ذمہ صرف حکم پہنچا دینا ہے۔ (لیکن میں دیکھ رہا ہوں تمہیں کہ جہالت کر رہے ہو) اور عذاب نازل ہونے کی جلدی کرتے ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ

پھر جب دیکھ لیا اُن سب نے اُس عذاب کو کہ اَبر آتا ہوا سامنے سے اُن کی وادیوں کی طرف، بولے کہ "یہ اَبر ہے برسنے والا ہم پر،"

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

"بلکہ وہ وہی ہے جس کی جلدی مچائی تھی تم نے۔ ہوا ہے جس میں دکھ والا عذاب ہے●

(پھر جب دیکھ لیا اُن سب نے اُس عذاب کو کہ اَبر آتا ہوا) نظر آیا (سامنے سے اُن کی وادیوں کی طرف)، تو وہ لوگ اُسے عذاب نہ سمجھ سکے، اور (بولے کہ یہ اَبر ہے برسنے والا ہم پر) جس کے لیے قَیل نام کے ایک شخص کے ساتھ ہماری قوم کے ایک گروہ نے حرم میں جا کر دُعا کی تھی۔

اُن کے مینہ برسنے کی دُعا پر تین ابر ظاہر ہوئے اور منادی نے ندا کی کہ اُن میں سے ایک اختیار کرلو۔ انہوں نے سیاہ اَبر اختیار کیا۔ وہ اَبر اُن کے شہر کی طرف چلا۔ اُس کو انہوں نے اپنے حق میں اَبرِ رحمت سمجھا اور بہت خوش ہوگئے اُس پر۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا نادانو! یہ ابرِ رحمت نہیں ہے، (بلکہ وہ وہی ہے جس کی جلدی مچائی تھی تم نے)۔ یہ (ہَوا ہے جس میں دُکھ والا عذاب ہے)۔ اور وہ ایک ایسی ہَوا ہے کہ نہایت تندی کے سبب سے۔۔۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰٓ إِلَّا مَسَٰكِنُهُمْ ۚ

اُلٹ پلٹ دیتی ہے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے"۔ اب صبح کی انہوں نے کہ نظر نہیں آتے مگر اُن کے گھر۔

كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْقَوْمَ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾

اِسی طرح سزا دیتے ہیں، ہم مجرموں کو●

(الٹ پلٹ دیتی ہے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے)۔۔ القصہ۔۔ پھر وہ ہَوا آئی شدت اور تندی اور سرکشی کے ساتھ، اور احقاف کے ریت کے پشتے اُن پر ڈال دِیئے۔ سات دن رات اُس میں دبے رہے۔ پھر ریت اُن پر اُڑا دی اور ان کے بدنوں کو دریا میں ڈال دیا۔ (اب صبح کی انہوں نے)، یعنی ہوگئے اِس حال میں (کہ) اگر کوئی اُن کے شہر و دیار میں پہنچتا، تو اُسے (نظر نہیں آتے مگر اُن کے گھر)۔ سارے گھر والے ہلاک ہوگئے اور اُن کے خالی گھر باقی رہ گئے۔ جس طرح ہم نے اُن کو سزا دی ہے (اُسی طرح سزا دیتے ہیں، ہم مجرموں کو)۔ ابتداءً اُن پر ہماری کیا نوازش تھی۔۔۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّٰهُمْ فِيمَآ إِن مَّكَّنَّٰكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَٰرًا وَأَفْـِٔدَةً

اور بے شک مقدرت والا کیا تھا ہم نے اُنہیں اُس میں جس میں تمہیں مقدرت نہیں دی، اور بنایا تھا اُن کے بھی کان اور آنکھیں اور دل۔

فَمَآ أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ أَبْصَٰرُهُمْ وَلَآ أَفْـِٔدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا۟

پھر بھی نہ کام آئے اُن کے اُن کے کان اور نہ اُن کی آنکھیں اور نہ اُن کے دِل کچھ، کیونکہ

يَجْحَدُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٢٦﴾

وہ اِنکار کیا کرتے تھے اللہ کی آیتوں کا، اور گھیر لیا اُنہیں جس کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے●

(اور) کیا عنایت تھی کہ (بے شک مقدرت والا کیا تھا ہم نے انہیں اس میں)، یعنی قومِ عاد

کوہم نے اُس چیز میں قدرت دی تھی اَے کفارِ قریش! (جس) چیز (میں تمہیں مقدرت نہیں دی)۔۔۔ چنانچہ۔۔۔قوم عاد کی قوت وشوکت، مال کی کثرت، تصرف وحکومت کے سامنے کفارِ قریش کی قوت وشوکت اور مال ودولت کسی شمار میں نہیں۔

(اور بنایا تھا اُن کے بھی کان) تا کہ سنیں (اور آنکھیں) تاکہ دیکھیں (اور دِل) تا کہ فکرِ سلیم سے سمجھیں، مگر انہوں نے گوش ہوش سے حق بات نہ سنی اور دیدۂ دِل سے قدرت کی دلیلیں نہ دیکھیں اور دِل سے خدا کی وحدانیت میں تفکر نہ کیا۔ الختصر۔۔۔نعمتیں تو ملیں (پھر بھی نہ کام آئے اُن کے اُن کے کان اور نہ اُن کی آنکھیں اور نہ اُن کے دل کچھ)۔

انہوں نے اپنی اُن تمام قوتوں کو دُنیا کی رنگینیوں اور اُس کی لذتوں اور عیش وعشرت کی طلب میں استعمال کیا۔ اور اُن کی یہ تمام قوتیں اُن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کام نہ آسکیں، اور جس عذاب کا وہ یہ کہہ کر مذاق اڑاتے تھے کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ جب وہ عذاب آیا، تو اُس نے اُن کا پوری طور پر احاطہ کرلیا۔ الختصر۔۔۔وہ ہلاک ہوگئے (کیونکہ وہ اِنکار کیا کرتے تھے اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کا) یعنی پیغمبروں کے معجزوں کا، (اور) بالآخر (گھیر لیا انہیں) اُسی عذاب نے (جس کی ہنسی اڑایا کرتے تھے)۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور بے شک برباد فرمادیا ہم نے جو تمہارے اردگرد کی آبادیاں ہیں، اور بار بار پھیرتے رہے اپنی نشانیاں کہ توبہ کرلیں●

(اور) اَے اہلِ مکہ! (بے شک برباد فرمادیا ہم نے جو تمہارے اردگرد کی آبادیاں ہیں) جیسے حجر، مؤتفکہ وغیرہا۔ (اور بار بار پھیرتے رہے اپنی نشانیاں) اور معجزے ان دیہاتیوں کی ہدایت کے لیے تا (کہ) وہ کفر سے (توبہ کرلیں)، مگر وہ نہ پھرے اور ہلاک ہوگئے۔

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ

تو کیوں نہ مدد کی اُن کی انہوں نے جن کو بنا رکھا تھا اللہ کے خلاف قربِ الٰہی کے لیے معبود۔

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

بلکہ وہ کھسک گئے اُن سے، اور یہ اُن کا گڑھا جھوٹ، اور وہ ہے جو تا دلیلیں بنایا کرتے تھے●

(تو کیوں نہ مدد کی اُن کی انہوں نے جن کو بنا رکھا تھا اللہ) تعالیٰ (کے خلاف قربِ الٰہی) حاصل کرنے (کے لیے) اپنا (معبود)۔ یعنی جن بتوں کو انہوں نے تقرب کے واسطے خدا ٹھہرالیا تھا اُن بتوں نے عذاب کے وقت اُن بت پرستوں کی مدد کیوں نہ کی؟ (بلکہ وہ کھسک گئے اُن سے) اور نا امید ہوگئے اُن کی مدد کرنے سے، یعنی اُن کی یہ امید منقطع ہوگئی کہ بت ہماری مدد کریں گے۔ (اور) بتوں کو تقربِ الٰہی کے لیے خدا ٹھہرالینا (یہ ان کا گڑھا جھوٹ) ہے، (اور وہ ہے جو تاویلیں بنایا کرتے تھے) اور افترا کرتے تھے اور ایک عاجز مخلوق کی طرف خدائی کی نسبت کرتے تھے اور خالقِ قادر کی طرف توجہ کرنے سے منہ پھیرتے تھے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ

اور جب کہ ہم پھیر کر لائے تیرے پاس چند جنّات کو کہ سنیں قرآن کو، تو جب وہ حاضر ہوئے وہاں،

قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾

بولے کہ "خاموش رہو"۔ پھر جب ختم کر دیا گیا، پھرے اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے ●

اِس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو خطاب فرما کر فرمایا تھا کہ آپ اپنی قوم کو قومِ عاد کا تذکرہ سنائیے تاکہ وہ اُس سے عبرت حاصل کریں کہ جب قومِ عاد نے نافرمانی کی اور سرکشی کی اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور اللہ کی توحید پر ایمان نہیں لائی، تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر آندھیوں کا عذاب مسلط کر کے اُن کو ہلاک کر دیا۔

اور اِن اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ قصہ سنائیے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا، تاکہ وہ آپ سے قرآنِ مجید کی تلاوت سنیں اور وہ اپنے جہل پر متنبہ ہوں اور قرآنِ کریم سن کر اپنے کفر سے تائب ہوں۔

وہ پہلے اِس بات سے ناواقف تھے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ سبحانہ کے رسول ہیں۔ اہلِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زبان اور وہ آپ کی جنس سے انسان اور بشر تھے، اس کے برخلاف جنات نہ آپ کے ہم زبان تھے اور نہ ہی آپ کی جنس سے انسان اور بشر تھے۔ تو جب وہ قرآنِ کریم سن کر آپ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لے آئے، تو اہلِ مکہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ آپ سے قرآنِ مجید سن کر اِس پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کا اقرار کریں۔

اربابِ سیر اس بات پر ہیں کہ رسولِ مقبول ﷺ طائف سے پھرتے وقت 'بطن النخل' میں اُترے اور رات کو اُٹھ کر نمازِ تہجد میں قرآن پڑھتے تھے۔ایک گروہِ جن نصیبین سے یمن کو جاتا تھا۔ وہاں قرأت کی آواز سن کر حضرت ﷺ پر اپنے کو ظاہر کیا، تو حق تعالیٰ اُس قصہ کی خبر دیتا ہے۔

اَے محبوب! یاد کرو (اور) ذہن میں حاضر کرلو اُس واقعے کو (جبکہ ہم پھیر کرلائے تیرے پاس چند جنات کو)۔

وہ سات۔۔یا۔۔نو۔۔یا۔۔دس۔۔یا۔۔بارہ۔۔یا۔۔ستر جن تھے، بہر تقدیر حق تعالیٰ نے انہیں اکٹھا کر دیا۔۔۔

(کہ سنیں قرآن کو) خود صاحبِ قرآن کی زبان سے۔(تو جب وہ حاضر ہوئے وہاں) رسولِ کریم کے پاس، تو ادب کی راہ سے آپس میں ایک دوسرے سے (بولے کہ خاموش رہو) چپ رہو، اور کمالِ ادب کے ساتھ قرآن کو غور سے سنو۔قرآنِ کریم کے سننے کے شوق میں وہ ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے۔(پھر جب ختم کر دیا گیا) یعنی تلاوت پوری کر دی گئی۔۔۔

تو وہ جنات آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے اور آپ سے مزید ہدایت چاہی، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اُن کی قوم کی طرف اپنا نائب اور رسول کیا۔۔۔

اور وہ (پھرے اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے) اور اسلام کی طرف بلانے والے ہو کر۔۔چنانچہ۔۔اپنی قوم میں پہنچ کر۔۔۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا

سب بولے کہ" اَے ہماری قوم! بے شک ہم سن آئے ایک کتاب کو جو اُتاری گئی ہے موسیٰ کے بعد تصدیق کرتی ہوئی

بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰

اپنی اگلی کی، راہ بتاتی ہے حق کی طرف، اور سیدھے راستہ کی طرف●

(سب بولے کہ اَے ہماری قوم! بے شک ہم سن آئے ایک کتاب کو جو اُتاری گئی ہے) خدا کی طرف سے (موسیٰ کے بعد)، یعنی موسیٰ کی کتاب توریت کے بعد، (تصدیق کرتی ہوئی اپنی اگلی) آسمانی کتابوں (کی)۔۔یا۔۔اگلی کتابوں کے موافق۔

وہ جنات یہودی تھے اور انجیل نازل ہونے کی اُن کو خبر نہ تھی۔۔یا۔۔اُس کا اعتقاد نہ رکھتے تھے، جیسا کہ یہود کا اعتقاد ہے، اِس جہت سے اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی کہا۔

(راہ بتاتی ہے حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف) جو منزلِ مقصود تک پہنچا دینے والی ہے۔۔تو۔۔

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اَے ہماری قوم! کہا مان لو اللہ کے داعی کا، اور اُس کو مان جاؤ کہ وہ بخش دے تمہیں، یعنی تمہارے گناہوں کو،

وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اور بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے●

(اَے ہماری قوم! کہا مان لو اللہ) تعالیٰ (کے داعی کا، اور اُس کو مان جاؤ)، یعنی محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کرلو اور ان پر ایمان لاؤ اور ان کی جملہ خبروں کو سچ یقین کرلو، تا (کہ وہ بخش دے تمہیں یعنی تمہارے گناہوں کو، اور بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے)۔

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ

اور جس نے کہا نہ مانا اللہ کے داعی کا، تو وہ نہیں ہے بے قابو کر دینے والا زمین میں، اور نہیں اُس کا اللہ

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

کے خلاف کوئی مددگار۔ وہ لوگ کھلی بے راہی میں ہیں"●

(اور جس نے کہا نہ مانا اللہ) تعالیٰ (کے داعی کا، تو وہ نہیں ہے بے قابو کر دینے والا زمین میں)۔ یعنی جو خدا کی طرف بلانے والے کو قبول نہ کرے گا اس پر عذاب نازل ہوگا اور وہ عذاب کرنے سے خدا کو عاجز نہ کر سکے گا۔ (اور نہیں اُس کا اللہ) تعالیٰ (کے خلاف کوئی مددگار) دوست اور والی۔ (وہ لوگ) یعنی یہ نہ قبول کرنے اور ایمان نہ لانے والے (کھلی بے راہی میں ہیں)، ایسی بے راہی جو سب پر واضح ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور نہیں تھکا اُن کے پیدا کرنے میں،

بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾

قدرت رکھتا ہے اِس پر کہ جِلا دے مُردوں کو، کیوں نہیں۔ بے شک وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے●

قرآنِ مجید کے تین۳ اہم مقاصد ہیں؛ توحید، رسالت اور حشر یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو زندہ کرنا۔ اِس سے پہلی آیات میں توحید اور رسالت کو ثابت فرمایا تھا، اور اِس آیت سے مقصود یہ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا بہت مشکل، دشوار اور عظیم کام ہے۔ اور جو زیادہ مشکل اور زیادہ دشوار کام پر قادر ہو وہ اُس سے کم مشکل اور کم دشوار کام پر بہ طریقِ اولیٰ قادر ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اِس آیت کو اِس جملہ پر ختم فرمایا کہ "کیوں نہیں؟ وہ ہر چیز پر قادر ہے" یعنی ہر ممکن پر قادر ہے اور انسان کا مرکر دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ) تعالیٰ (جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اور نہیں تھکا اُن کے پیدا کرنے میں، قدرت رکھتا ہے اِس پر کہ جِلا دے مُردوں کو، کیوں نہیں؟) ہاں ہے! کیونکہ (بے شک وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے)۔ اَے محبوب! یاد کرو۔۔۔

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى

اور جس دن پیش کیے جائیں گے جنہوں نے کفر کیا تھا آگ پر۔ کہ "کیا نہیں ہے یہ بالکل حق؟" اُنہیں بولنا پڑا کہ "کیوں نہیں،

وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اپنے رب کی قسم"۔ فرمان ہوا کہ "اب چکھو عذاب۔ جو اِنکار کیا کرتے تھے"●

(اور) ذہن میں حاضر کرلو اُس دن کو (جس دن پیش کیے جائیں گے جنہوں نے کفر کیا تھا آگ پر) یعنی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر اُن سے کہا جائے گا (کہ کیا نہیں ہے یہ بالکل برحق؟) جس کو تم باور نہیں کرتے تھے۔ (انہیں بولنا پڑا کہ کیوں نہیں! اپنے رب کی قسم) یہ عذاب سچ تھا۔ (فرمان ہوا کہ اب چکھو عذاب) بہ سبب اُس کے (جو اِنکار کیا کرتے تھے) اور پیغمبروں کی بات باور نہ رکھتے تھے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ

توتم صبر کرتے رہو جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا، اور مت جلدی کرواُن کے لیے جس دن

يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ

وہ دیکھ لیں گے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے، تو وہ لوگ گویا کہ نہیں ٹھہرے تھے مگر گھڑی بھر دن کو۔ یہ پیغام رسانی ہے۔

ع ۴
فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

تو نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر نافرمان لوگ●

(تو) اَے محبوب! دشمنوں کی ایذاء اور جفا پر (تم صبر کرتے رہو جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا)، یعنی حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے مشکلات و شدائد میں جس صبر و تحمل اور عزم و ثبات کا مظاہرہ فرمایا، اُسی کا مظاہرہ فرمانا آپ کی شایانِ شان ہے۔

(اور مت جلدی کرو اُن کے لیے) یعنی کفارِ قریش کے واسطے عذاب نازل ہونے میں۔ بے شک وہ اپنے وقت پر نازل ہوگا۔ گویا کہ (جس دن وہ دیکھ لیں گے) وہ چیز (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) عذاب میں سے، یعنی جب قیامت کے ہَول دیکھیں گے (تو) انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ (وہ لوگ گویا کہ نہیں ٹھہرے تھے) دُنیا میں (مگر گھڑی بھر دن کو)۔ یعنی دُنیا میں اپنا رہنا بہت تھوڑا شمار کریں گے۔ اور دوزخ کے عذابوں کی تھوڑی سی ہیبت جو اِس سورہ میں بیان کی گئی ہے (یہ پیغام رسانی ہے)، یعنی قرآن کا پیغام ہے نصیحت کے طور پر، (تو نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر نافرمان لوگ) جو دائرۂ فرمان سے باہر نکل گئے ہیں۔

اختتام سورۃ الاحقاف۔۔۳/۶/۱۴۳۳ھ۔۔چہار شنبہ۔۔۲۵/۴/۲۰۱۲ء

ابتداء سورۂ محمد۔۔۳/۶/۱۴۳۳ھ۔۔چہار شنبہ۔۔۲۵/۴/۲۰۱۲ء

سُورَۃُ مُحَمَّد

سورۃ محمد (ﷺ)۔۔۴۷ مدنیہ ۹۵ — آیاتہا ۳۸۔۔رکوعاتہا ۴

اِس سورہ کا نام 'محمدؐ' ہے، یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ قرآن سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے

--علاوہ ازیں--اِس سورت کی دوسری آیت میں سیدنا محمد ﷺ کا نام مذکور ہے۔اگرچہ 'سورہ آلِ عمران' آیت ۱۴۴، 'سورہ الاحزاب' آیت ۴۰، اور 'سورہ الفتح' آیت ۲۹ میں بھی یہ اسم گرامی موجود ہے، لیکن چونکہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی، تو صرف اِسی سورہ زیر تفسیر کا نام 'محمد' رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اِس سورت کا نام 'سورۃ القتال' بھی ہے۔ کیونکہ اِس سورت میں کفار کے ساتھ میدانِ جہاد میں قتال کے احکام اور اُن کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔تو اِس سورۂ مبارکہ 'محمد مدنی' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو شروع کرتا ہوں میں--یا--قرآنِ کریم کی تلاوت کا آغاز کرتا ہوں--

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ①

جنھوں نے کفر کیا، اور روکتے رہے اللہ کی راہ سے، اللہ نے غارت کردیا اُن کے عملوں کو●

(جنھوں نے کفر کیا اور روکتے رہے) لوگوں کو (اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے) یعنی اسلام میں داخل ہونے سے منع کیا---

اِس سے قریش کے شیطان جیسے ابوجہل اور نضر اور عتبہ مراد ہیں--یا--جنگِ بدر کے دن کافروں کو کھانا دینے والے مراد ہیں جو رؤسائے قریش میں سے بارہ ۱۲ کافر تھے---

(اللہ) تعالیٰ (نے غارت کردیا اُن کے عملوں کو) جن کو وہ اچھا جانتے تھے، جیسے صلہ رحمی، قیدی کو چھڑانا، پڑوسیوں کی حفاظت اور حسن ضیافت وغیرہ--الغرض--اسلام و ایمان کے بغیر بظاہر جو نیکیاں سمجھ میں آتی ہیں، وہ درحقیقت نیکی نہیں صرف صورتاً نیکی ہیں۔حقیقتاً نیکی وہی ہے اور اُسی کا فائدہ آخرت میں ملنے والا ہے جس کی بنیاد ایمان ہو۔اسی لیے---

---

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ

اور جو ایمان لائے، اور نیکیاں کیں، اور مان گئے جو اُتارا گیا ہے محمد پر، اور وہی بالکل ٹھیک ہے

مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾

اُن کے رب کی طرف سے، تو اُتار دیا اللہ نے اُن سے اُن کی بُرائیوں کو، اور درست فرما دیا اُن کے حال کو●

وہ خوش نصیب (اور) فیروز بخت (جو ایمان لائے اور) ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے نیکیاں کیں، اور مان گئے جو اُتارا گیا ہے محمد پر)، یعنی اِس قرآن پر بھی ایمان لائے جو اُس ذاتِ ستودہ صفات پر نازل کیا گیا ہے، جو خوب تعریف کیا گیا ہے اور جس کی مسلسل تعریف کی جارہی ہے۔ (اور وہی) قرآن (بالکل ٹھیک) اور سراسر حق (ہے ان کے رب کی طرف سے)۔۔یا۔۔محمد ﷺ صاحب حق اور صاحب حقیقت آئے اپنے رب کے پاس سے۔ پھر جو لوگ ایمان لائے قرآن یا محمد ﷺ پر (تو اُتار دیا اللہ) تعالیٰ (نے اُن سے اُن کی بُرائیوں کو اور درست فرما دیا اُن کے حال کو)، یعنی اُن کے گناہوں کو چھپا دیا اور مٹا دیا اور اُن کے دِل کو درست فرما کر اُن کے حال کی اصلاح کر دی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ

یہ اِس لیے کہ جنھوں نے کفر اختیار کیا اُنھوں نے پیروی کی باطل کی، اور بلاشبہ جو ایمان لائے اُنھوں نے پیروی کی

مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾

اپنے رب کی طرف سے آئے ہوئے حق کی۔ اِسی طرح اُن کے ضرب المثل فرماتا ہے اللہ، لوگوں کے لیے●

(یہ) گمراہ رہنے دینا اور درست کر دینا (اس لیے) اور اِس سبب سے ہے (کہ جنھوں نے کفر اختیار کیا انھوں نے پیروی کی باطل کی) یعنی شیطان کی، (اور بلاشبہ جو ایمان لائے انھوں نے پیروی کی اپنے رب کی طرف سے آئے ہوئے حق کی) یعنی قرآنِ کریم کی جو اُن پر نازل کیا گیا۔ (اُسی طرح اُن کے ضرب المثل فرماتا ہے اللہ) تعالیٰ (لوگوں کے لیے) یعنی دونوں فریق کے احوال ظاہر فرماتا ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ

تو جب مڈ بھیڑ ہو گئی تمھاری اُن سے جنھوں نے کفر کیا ہے، تو گردن پر مار دینا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب کاٹ کر رکھ دیا تم نے،

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڟ ۵ع ۱۳

گرفتاروں کو باندھو مضبوط۔ اب، یا احسان کر دینا ہے اُس کے بعد یا فدیہ لے کر چھوڑنا ہے، یہاں تک کہ رکھ دے جنگ اپنے ہتھیاروں کو۔۔

ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ

حکم یہی ہے۔اور اگر چاہتا اللہ! تو خود بدلہ لے لیتا اُن سے۔لیکن تا کہ آزمائے تمہارے ایک کو دوسرے سے۔

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴

اور جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، تو نہ اَکارت کرے گا اللہ اُن کے عملوں کو۔

(**تو جب مڈبھیڑ ہوگئی تمہاری اُن سے جنہوں نے کفر کیا ہے**)۔یعنی پھر جب دیکھو اَے مؤمنو! اُن لوگوں کو جو کافر ہوئے محاربہ اور مقاتلہ کے وقت، (**تو**) اب تمہارا کام (**گردن پر مار دینا ہے، یہاں تک کہ جب خوب کاٹ کر رکھ دیا تم نے**) تو (**گرفتاروں کو باندھو مضبوط**) تا کہ قید سے بھاگ نہ جائیں۔جب انہیں قید کرلیا تو (**اب یا احسان کر دینا ہے اُس**) قید کر لینے (**کے بعد**) یعنی بدلہ لیے بغیر آزاد کر دینا ہے، (**یا فدیہ لے کر چھوڑنا ہے**)۔یعنی تم کفار کے خلاف اِسی طرح جہاد کرتے رہو (**یہاں تک کہ رکھ دے جنگ اپنے ہتھیاروں کو**)، یعنی سب جگہ دینِ اسلام پہنچ جائے اور قتال کا حکم نہ باقی رہے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ اِس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اُس وقت تک اُن کو قید میں رکھو حتی کہ کفار سے تمہاری جنگ ختم ہو جائے اور تمہارے دشمن اپنے ہتھیار رکھ دیں۔۔یا۔۔ان کو کھلی شکست ہو جائے۔۔یا۔۔تمہارا اُن سے صلح کا معاہدہ ہو جائے۔ہر چند کہ اسیرانِ جنگ کو غلام بنانا جائز ہے لیکن اسلام میں جنگی قیدیوں کے بارے میں ۲ دو صورتیں اور بھی ہیں: ﴿۱﴾۔۔قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا، ﴿۲﴾۔۔مال کے بدلہ میں۔۔یا۔۔جنگی قیدیوں سے تبادلہ میں چھوڑ دینا۔اِس سلسلے میں امامِ اعظم کا بھی صحیح مسلک یہی ہے جو صاحبین کا مسلک ہے۔

(**حکم یہی ہے**) اِسے یاد رکھو۔(**اور اگر چاہتا اللہ**) تعالیٰ (**تو خود بدلہ لے لیتا اُن سے**) بغیر اِس کے کہ تم کو اُن سے لڑنا پڑے۔(**لیکن**) اللہ نے جہاد کا حکم کیا اِس حکمت کے تحت (**تا کہ آزمائے تمہارے ایک کو دوسرے سے**)، یعنی بعض کو بعض کے ساتھ آزمانے والوں کا معاملہ کرے کہ مؤمن کو کافر کے ساتھ مبتلا کرے، تا کہ مؤمن جہاد کر کے ثوابِ عظیم پائے اور کافر کو مؤمن سے آزمائے تا کہ کافر کی اُن کے فتنوں پر گوشمالی ہو اور وہ کفر سے باز آجائے۔(**اور جو مارے گئے اللہ**) تعالیٰ (**کی راہ میں تو نہ اکارت کرے گا**) یعنی ضائع نہیں کرے گا (**اللہ**) تعالیٰ (**اُن کے عملوں کو**)۔۔اور۔۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝

جلد راہ دے گا انہیں اور درست فرمادے گا اُن کا حال • اور داخل فرمائے گا انہیں جنت میں، جس کی پہچان کرادی ہے اُنہیں •

(جلد راہ دے گا انہیں) حق تعالیٰ دُنیا میں اچھے کاموں کی اور عقبیٰ میں کامیابی اور ثواب کے رجوں کی۔ (اور درست فرمادے گا ان کا حال) ان کا کام بنا کر۔ (اور داخل فرمائے گا انہیں جنت ں جس کی پہچان کرادی ہے انہیں) تاکہ وہ کمالِ اشتیاق کے ساتھ اس کی طرف چلیں۔۔یا۔۔اُن کے مکان جنت میں داخل ہونے کے قبل اُن کو دکھاتا رہے گا۔۔یا۔۔جنت کی خوشبو انہیں سونگھا کر اُن کو وش کرتا رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

اَے ایمان والو! اگر مدد کروگے تم دینِ الٰہی کی، تو مدد فرمائے گا وہ تمہاری، اور ثابت قدم کردے گا تمہیں •

(اَے ایمان والو! اگر مدد کروگے تم دینِ الٰہی کی) اور اُس کے پیغمبر کی جہاد اور اطاعتِ پیغمبر کے ذریعہ، (تو مدد فرمائے گا وہ تمہاری) کہ تمہیں دشمنوں پر غالب کردے گا، (اور ثابت قدم کردے گا تمہیں) تاکہ تمہارے قدم معرکہ جہاد سے پسپا نہ ہوں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝

اور جنہوں نے کفر کیا، تو وہ تباہ ہوں، اور غارت کردیا اُن کے عملوں کو •

(اور جنہوں نے کفر کیا تو وہ تباہ ہوں)۔ پس ذلت اور شرمندگی اور ہلاکت اور رنج اور خرابی اور ناامیدی اُن کے واسطے ہے۔ (اور غارت کردیا) اور نیست و نابود کردیا خدا نے (ان کے عملوں کو)۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

یہ اِس لیے کہ ناگوار رکھا اُنہوں نے جو کچھ اُتارا اللہ نے، تو اُس نے ملیا میٹ کردیا اُن کے عملوں کو •

(یہ) ذلت اور اعمال کی بربادی (اس لیے) ہے، یعنی اِس سبب سے ہے (کہ ناگوار رکھا اُنہوں نے جو کچھ اُتارا اللہ) تعالیٰ (نے) اپنے پیغمبر پر، توحید کا حکم اور احکامِ شرع پر قیام کرنا۔ (تو اُس نے ملیا میٹ کردیا) یعنی باطل و ضائع کردیا (ان کے عملوں کو) جس کو وہ حساب میں رکھتے تھے اور اچھا گمان کرتے تھے۔۔مثلاً: مسجدِ حرام بنانا، خانۂ کعبہ کا طواف، مہمان داری، مظلوموں کی اعانت

اور یتیموں پر مہربانی۔ اِن کاموں کا آخرت میں انہیں کوئی اجر ملنے والا نہیں۔

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

تو کیا نہیں سیر کی زمین میں؟ کہ دیکھیں کہ کیسا رہا انجام اُن کا جو ان لوگوں کے پہلے ہوئے؟

دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ۫ وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ اَمۡثَالُہَا ﴿۱۰﴾

تباہی ڈال دی اللہ نے اُن پر، اور اِن کافروں کے لیے بھی اُسی طرح ہونا ہے۔

(تو کیا نہیں سیر کی زمین میں؟) یعنی اُن کو چاہیے کہ سیر کریں تا (کہ دیکھیں کہ کیسا رہا انجام اُن کا جو اِن لوگوں کے پہلے ہوئے؟) کافر، تکذیب کرنے والے اور گنہ گار۔ (تباہی ڈال دی اللہ تعالیٰ (نے اُن پر) اور انہیں نیست و نابود کر دینے والا عذاب ان پر نازل فرما دیا۔ اُن کی تباہی کے آثار اُن کے رہائشی علاقوں میں آج ادھر کے سفر کرنے والے معلوم کر سکتے ہیں۔ جو اُن کافروں (اور) تکذیب کرنے والوں کے ساتھ ہوا، (اِن کافروں کے لیے بھی اُسی طرح ہونا ہے)۔ یعنی یہ بھی اُسی طرح کے عذاب کے مستحق ہیں۔

یہ بات کفارِ مکہ کے واسطے تہدید اور دھمکی ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوۡلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اَنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ لَا مَوۡلٰی لَہُمۡ ﴿۱۱﴾ ع ۵

یہ اِس لیے کہ بلا شبہ اللہ مولیٰ ہے اُن کا جو ایمان لائے، اور یقیناً کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

(یہ) جو کچھ اوپر ذکر کیا گیا، یعنی دشمنوں پر عذاب اور دوستوں کی مدد کرنے کا حال (اس لیے) اور اِس سبب سے ہے، (کہ بلا شبہ اللہ) تعالیٰ (مولیٰ ہے اُن کا جو ایمان لائے)، پس اُن کی مدد کرتا ہے۔ (اور یقیناً کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں) جو ان پر سے عذاب دفع کرے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا

بے شک اللہ داخل فرمائے گا اُنہیں جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، باغوں میں، جن کے نیچے نہریں

الۡاَنۡہٰرُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ وَ یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ

بہتی ہیں۔ اور جنہوں نے کفر کیا، وہ رہتے سہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں جس طرح کھاتے ہیں چوپائے،

وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

اور آگ ٹھکانہ ہے اُن کا●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (داخل فرمائے گا انہیں جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں)، یعنی کیے نہوں نے نیک کام غرض اور ریاء سے پاک، (باغوں میں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں بہتی ہیں)۔ اُنہیں باغوں میں اُن کو ہمیشہ رہنا ہے۔ (اور جنہوں نے کفر کیا وہ رہتے سہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں جس طرح کھاتے ہیں چوپائے)۔ یعنی اُن کی تمام ہمت صرف کھانے میں مصروف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ صرف کھانے کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہیں۔

عاقل کو چاہیے کہ اُس کا کھانا جینے کے واسطے ہو، یعنی بدن قائم رکھنے اور قوائے نفسانی کو قوت دینے کے لیے کھانا کھائے۔ اور اُس کی نظر اِس بات پر رہے کہ بدن قوی رہے اور قدرتِ ربانی پر دلیل پکڑنے میں نفسانی قوتیں مدد اور معاون رہیں۔ یہ نہیں کہ اپنی عمر کھانے کے واسطے جانے، اور چراگاہ میں چار پایوں کی طرح چرے، کہ کھانے اور سونے کے سوا کسی چیز پر اُس کی نظر نہیں۔۔ الختصر۔۔ یہ کافر لوگ دُنیا میں تو جانوروں کی طرح چرتے پھر رہے ہیں۔۔۔ (اور) آخرت میں (آگ ٹھکانہ ہے ان کا)۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ

اور کتنی آبادیاں ہیں زیادہ زوردار تمہاری اُس آبادی سے جس نے تم کو باہر کر دیا، کہ برباد کر دیا ہم نے اُنہیں،

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

تو نہ رہا کوئی مددگار اُن کا●

(اور) اَے محبوب! مکہ کے اطراف میں (کتنی آبادیاں ہیں) جو (زیادہ زوردار) ہیں (تمہاری اُس آبادی سے) یعنی تمہاری اُس بستی کے لوگوں سے (جس) بستی کے لوگوں (نے تم کو باہر کر دیا)۔۔ الحاصل۔۔ مکہ کے اطراف کی آبادیوں اور قریوں کے لوگ جسمانی قوت کی حیثیت سے مکہ والوں سے زیادہ قوی تھے، مگر اُن کا حشر یہی ہوا (کہ برباد کر دیا ہم نے انہیں، تو نہ رہا کوئی مددگار ان کا) جو ہلاک ہوتے وقت ان کی فریاد کو پہنچے۔۔ الغرض۔۔ ہم نے اُن کے نام ونشان کو مٹا دیا۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾

تو کیا جو ہو روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے، ایسا ہے جیسا وہ جس کی نگاہ میں بھلی کردی گئی اُس کی بدکرداری؟
اور پیروی کی اپنی خواہشوں کی●

(تو کیا جو ہو روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے) جیسے پیغمبر، جن پر وحیِ خداوندی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور مؤمن لوگ، جنہیں پیغمبر سے ہدایت ملتی رہتی ہے (ایسا ہے جیسا وہ جس کی نگاہ میں بھلی کردی گئی اُس کی بدکرداری اور پیروی کی اپنی خواہشوں کی)۔ یعنی شیطان۔۔یا۔۔اس کے نفس نے اُس کے کام یعنی شرک و معصیت اس کے لیے آراستہ کردیا اور اُسے اِن کاموں میں بُرائی ہی نظر نہیں آئی، جیسے ابوجہل وغیرہ مشرک۔

اوپر کے بیان میں مؤمنین کے لیے جس جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، اب آگے اُس کے
مزید اَوصاف بیان کیے جارہے ہیں۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ

جنت کی صورت، جس کا وعدہ دیے گئے ہیں اللہ سے ڈرنے والے، یہ ہے کہ اُس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جو خراب ہونے والا نہیں۔ اور نہریں

مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ

دودھ کی کہ جس کا ذائقہ نہیں بدلا۔ اور نہریں ہیں شراب کی مزہ دار پینے والوں کے لیے۔۔اور نہریں ہیں صاف کیے ہوئے

عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ

شہد کی۔ اور اُن کے لیے اُس میں ہر طرح کے پھل ہیں، اور مغفرت ہے اُن کے رب کی طرف سے۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

کیا یہ اُن کی طرح ہیں، جو ہمیشہ رہنے والا ہے آگ میں؟ اور پلائے گئے کھولتا پانی، تو اُس نے ٹکڑے کردیے اُن کی آنتوں کے●

(جنت کی صورت) اور اُس کی صفت (جس کا وعدہ دیے گئے ہیں اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والے) پرہیزگار اور تقویٰ شعار (یہ ہے، کہ اُس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جو خراب ہونے والا نہیں)۔ اُس کا رنگ، بو اور مزہ خراب نہ ہوگا۔ وہ دُنیا کے پانی کی طرح اپنے حال سے متغیر نہ ہوگا۔ (اور نہریں) ہیں (دودھ کی کہ جس کا ذائقہ نہیں بدلا) میٹھے ہونے سے۔ یعنی زمانہ گزرنے سے تیز اور کھٹا نہیں ہوا۔ (اور نہریں ہیں شراب کی مزہ دار پینے والوں کے لیے) کہ اس کے پینے سے خوشی ہوگی

سار اور نشہ نہیں۔ (اور نہریں ہیں صاف کیے ہوئے شہد کی) جسے آگ پر صاف نہیں کیا گیا ہے، بلکہ سے موم وغیرہ سے صاف ہی پیدا کیا گیا ہے۔ (اور اُن کے لیے اُس میں) ان پینے کی چیزوں کے علاوہ (ہر طرح کے پھل ہیں)۔

جنت میں بھوک پیاس نہ ہوگی، اس لیے بھوک پیاس مٹانے کے لیے وہاں ایسی غذاؤں کی ضرورت نہ ہوگی جس کو لوگ بھوک پیاس مٹانے کے لیے کھاتے پیتے ہیں۔ چونکہ وہاں صرف لذت حاصل کرنے کے لیے کھایا پیا جائے گا اس لیے وہاں وہی چیز ہوگی جس کو لوگ لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتے پیتے ہیں، اور وہ میوے اور پھل ہیں جو صرف لذت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

(اور) وہاں یعنی جنت میں (مغفرت ہے اُن کے رب کی طرف سے)۔

مغفرت 'ستر' کو کہتے ہیں۔ جب بندے کی مغفرت ہوتی ہے، تو اُس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ تو دُنیا میں کھانے پینے کے بعد چند قبیح اور بُری چیزوں کا ظہور ہوتا ہے۔۔ مثلاً: پیشاب اور پاخانہ آتا ہے، بدبودار ہوا خارج ہوتی ہے۔ بعض اوقات غذائیں ناموافق ہوتی ہیں اور مختلف بیماریاں ہوجاتی ہیں۔ جنت میں کھانے پینے سے ایسا کچھ نہیں ہوگا، اور کھانے پینے کے یہ تمام قبیح اور بُرے عوارض مستور ہوجائیں گے۔ گویا کہ جنت میں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے لوازم کی مغفرت کردی ہے، اور دُنیا میں کھانے پینے کے لوازم بہر حال پیش آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اِن لوازم کو پردۂ فنا میں مستور رکھے گا۔

۔۔یا یہ کہ۔۔ اِس آیت میں مغفرت سے مراد رفع تکلیف ہے۔ یعنی اب وہ مکلّف نہیں ہیں اور ان سے کوئی محاسبہ نہ ہوگا، تو وہ جنت کے پھلوں اور وہاں کے مشروبات کو بے فکر ہوکر کھائیں پئیں گے۔۔ الختصر۔۔ جنت میں ہمیشہ ان کا حال بفضلہٖ تعالیٰ وہی رہے گا جو مغفور و مرحوم لوگوں کا رہنا چاہیے۔ اب حق تعالیٰ بہشت کے ناز ونعمت حاصل کرنے والوں کے ذکر کے بعد دوزخ کی مصیبت کھینچنے والوں کے حال کی خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو ایسی نعمتوں میں ہو جو ہم نے ذکر کیں۔۔۔

(کیا یہ اُن کی طرح ہیں جو ہمیشہ رہنے والا ہے آگ میں اور پلائے گئے) جنت کے شربت کی جگہ (کھولتا پانی، تو اُس نے ٹکڑے کردیے اُن کی آنتوں کے)۔

روایت ہے کہ جب رسولِ مقبول ﷺ خطبہ پڑھتے اور منافقوں کا عیب بیان کرتے، تو منافقوں کا ایک گروہ مسجد سے باہر نکل کر ہنسی کے طور پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کرتا کہ

اِس مرد نے کیا کہا۔حق تعالیٰ اُن منافقوں کے حال سے خبر دیتا ہے۔۔۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ

اور اُن کے بعض ہیں کہ کان رکھتے ہیں تمہاری طرف، یہاں تک کہ جب نکلے تمہارے پاس سے، بولے اُنہیں

أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

جو علم دیے گئے ہیں، کہ "کیا کہا تھا اُس نے ابھی"۔۔ وہی لوگ ہیں کہ چھاپ لگادی اللہ نے اُن کے دِلوں پر،

وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿۱۶﴾

اور پیروی کی اُنہوں نے اپنی خواہشوں کی●

(اور) فرماتا ہے کہ (اُن کے بعض ہیں کہ کان رکھتے ہیں تمہاری طرف) جمعہ وغیرہ کو خطبہ پڑھتے وقت، (یہاں تک کہ جب نکلے تمہارے پاس سے) تو بالکل بہروں اور بے شعوروں جیسے بن گئے۔ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔۔یا۔۔کچھ سمجھا ہی نہیں۔۔چنانچہ۔۔وہ منافقین (بولے انہیں جو علم دیئے گئے ہیں)۔

جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء اور حضرت عبداللہ ابن عباس اور اُن کے مثل دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم ۔۔الغرض۔۔اِن حضرات سے پوچھنے لگتے۔۔

(کہ کیا کہا تھا اُس نے ابھی) وہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

یہ بات وہ مسخرہ پن کے طور پر کہتے تھے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

یہ (وہی لوگ ہیں کہ چھاپ لگادی) ہے (اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے دِلوں پر) نفاق کی، تو یہ چھپے ہوئے کافر ہیں۔(اور) اُن کا حال یہ ہے کہ (پیروی کی انہوں نے اپنی خواہشوں کی)۔اِس جہت سے کہ حضرت سید الانام کے کلام کی اہانت کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿۱۷﴾

اور جنہوں نے ہدایت پائی، بڑھادی اللہ نے اُن کی ہدایت، اور دیا اُنہیں اپنا خوف●

(اور) اِن کے برعکس وہ ایمان والے لوگ (جنہوں نے ہدایت پائی، بڑھادی اللہ) تعالیٰ (نے اُن کی ہدایت)۔یعنی کلام رسول سننے سے اُن کی بصیرت اور یقین میں اضافہ ہوا۔(اور) حق تعالیٰ نے (دیا انہیں اپنا خوف) اور انہیں ایسی چیز عطا فرمائی جو اُن کے دِل میں خوفِ الٰہی اور تقویٰ

یادہ ہونے اوراُن کی ذات میں ہمیشہ رہنے میں مدد کرے۔۔۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ

توکس کا انتظار کررہے ہیں یہ کافرلوگ؟ مگر قیامت کا، کہ آجائے اُن پراچانک۔تو بلاشبہ آچکی ہیں اُس کی علامتیں۔

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

تو کہاں رہے گا اُن کا سمجھ جانا جب قیامت ہی آگئی اُن پر●

(توکس کا انتظار کررہے ہیں یہ کافرلوگ مگر قیامت کا، کہ آجائے اُن پراچانک)۔اُن کے رزِعمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت ونصیحت قبول کرنے کے لیے اِس کے منتظر ہیں کہ قیامت اچانک آجائے اور ہم دیکھ لیں پھرنصیحت قبول کریں۔(تو) قیامت کا یقین دلانے کے لیے (بلاشبہ آچکی ہیں اس کی علامتیں) جیسے رسولِ کریم ﷺ کا مبعوث ہونا، چاند کے ٹکڑے ہوجانا، وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ بھی (تو) سوچنے کی بات ہے کہ (کہاں رہے گا اُن کا سمجھ جانا جب قیامت ہی آگئی اُن پر)، یعنی قیامت آجانے کے بعداُن کونصیحت قبول کرنے کا موقع ہی کہاں میسر آئے گا؟ اوراُس وقت کا ایمان لانا اُن کے لیے نفع بخش کیسے ہوسکتا ہے؟

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

توجان رکھوکہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل سوااللہ کے، اور مغفرت چاہواپنوں کی اور ایمان والے مردوں اورعورتوں کی۔

ع ۸ ۶ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

اوراللہ جانتا ہے تمہارے چل پھرکواورتمہارے ٹھکانہ لینےکو●

(تو) اَے محبوب! (جان رکھو) اوراپنے علمِ وحدانیتِ حق پرثابت قدم رہو، (کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی پوجنے کے قابل سوااللہ) تعالیٰ (کے)۔یعنی اَے محبوب! موحدوں کی سعادت اورمشرکوں کی شقاوت کا حال تجھ کومعلوم ہوگیا، توجوعلم خدا کی وحدانیت کا تجھے حاصل ہے اورتُو نے جان لیا ہے کہ خدا کے سواکوئی معبودِ برحق نہیں ہے، تواب اِس علم اوردانش پرثابت رہو۔

یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ جب کسی عالم یعنی جاننے والے سے کہیں کہ اِعْلَمْ یعنی جان! تواِس سے اُس کا یادکرنا مقصود ہوتا ہے جواُس نے جانا ہے۔تو مطلب یہ ہوا کہ اَے محبوب! کہ توحیدِ الٰہی کا جوعلم تم کوحاصل ہے اس کواپنے دِل ونظرمیں رکھو۔

(اور مغفرت چاہو اپنوں کی) یعنی اپنی اہلِ بیت کی، (اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کی)۔

۔۔یا۔۔یہاں طلبِ مغفرت سے طلبِ عصمت مراد ہے کہ خدا سے عصمت مانگو تا کہ گناہ سے تمہیں بچائے رکھے۔ اِس صورت میں اہلِ بیت کے لیے طلبِ مغفرت مؤمنین و مؤمنات کے لیے طلبِ مغفرت کے ضمن میں ہوگی۔ معالم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ باوصف اِس کے کہ مغفور ہیں، طلبِ مغفرت پر مامور ہوئے، تاکہ استغفار سنت ہو جائے اور اِس امر میں امت کے لوگ آپ کی پیروی کریں۔

خدا کی طرف سے اپنے محبوب کو مؤمنین اور مؤمنات کے لیے طلبِ مغفرت کا حکم فرمایا، اِس امت کے لیے ایک بڑا انعام اور اکرام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حکمِ الٰہی کے خلاف متصور نہیں، تو آپ نے امت کے واسطے ضرور مغفرت طلب فرمائی ہے۔

اور حق تعالیٰ کی شان اس سے بڑی ہے کہ اپنے حبیب کو حکم کرے کہ کچھ مجھ سے مانگو اور اُس کا حبیب جب مانگے تو وہ عطا نہ فرمائے۔ پس معلوم ہوا کہ امتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دولتِ مغفرت ضرور حاصل ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ۔۔المختصر۔۔حق تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت اور مصلحت ہے۔۔۔

(اور) ایسا کیوں نہ ہو، اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (جانتا ہے تمہارے چل پھر کو اور تمہارے ٹھکانہ لینے کو)، یعنی دن کو تمہارا اِدھر اُدھر پھرنا اور سفر کرنا اور رات میں آرام لینا، یہ سب کچھ علمِ الٰہی سے باہر نہیں۔

'متقلَّب' اُس مکان کو کہتے ہیں جہاں دُنیا کے کاروبار اور معاشی امور طے کرنے کے بعد ٹھہرا جائے، کیونکہ تجارتی اور معاشی امور میں مراحل ہوتے ہیں جنہیں طے کرنا پڑتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں تمہارے چلنے پھرنے کو جانتا ہے کہ تم ایک حال سے دوسرے حال کی طرف کیسے لَوٹتے ہو۔ **مَثْوٰی** سے آخرت میں ٹھہرنے کی جگہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں تمہاری ٹھہرنے کی جگہ جانتا ہے کہ وہ بہشت ہے۔۔یا۔۔دوزخ، اس لیے وہ تمہیں اُن امور کا حکم فرماتا ہے جو تمہارے لیے دُنیا و آخرت میں بہتر ہیں۔ لہٰذا تم اس سے جلدی کرو جس کا تمہیں حکم ہو، یہی تمہارے لیے دونوں جہاں میں اہم ہے۔

اِس سے پہلی آیات میں مؤمنوں اور کافروں اور منافقوں کے معتقدات اور نظریات کو

بیان فرمایا تھا اور اب ان اگلی آیتوں میں مؤمنوں اور منافقوں کے اعمال سے متعلق کیفیات کو بیان فرمایا۔۔۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ جو ایمان لاچکے کہ "کیوں نہیں نازل کی جاتی کوئی سورت؟" پھر جب اُتاری گئی کوئی کھلی صاف سورت،

وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ

اور ذکر کیا گیا اُس میں جہاد کا۔ تو دیکھ چکے ہو تم اُنہیں جن کے دِلوں میں بیماری ہے، کہ دیکھتے رہ جاتے ہیں

إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾

تمہاری طرف، موت کی بے ہوشی والوں کی طرح۔ تو اولیٰ ہے اُن کے لیے●

(اور) ارشاد فرمایا کہ (کہتے ہیں وہ جو ایمان لاچکے) یعنی اصحابِ اخلاص مؤمنین جو وحی کے شوق میں اور جہاد اور اس کے ثواب کے حرص میں یہ کہتے ہیں، (کہ کیوں نہیں نازل کی جاتی کوئی سورت) کافروں سے قتال کرنے کے باب میں، (پھر جب اُتاری گئی کوئی کھلی صاف سورت) جو محکم ہو متشابہ نہ ہو، (اور ذکر کیا گیا اُس میں جہاد کا، تو دیکھ چکے ہو تم انہیں جن کے دِلوں میں) شک اور نفاق کی (بیماری ہے)۔۔یا۔۔دین میں سستی و کاہلی ہے (کہ دیکھتے رہ جاتے ہیں تمہاری طرف موت کی بے ہوشی والوں کی طرح)، یعنی اُن کا حال اُس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس پر موت کے غم اور رنج سے بے ہوشی جیسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور جنگ میں شرکت نہ کرنی پڑے اس کے لیے مختلف حیلے بہانے کرنے لگتے ہیں اور لچر اور ناقابلِ قبول عذر پیش کرنے لگتے ہیں۔ (تو اولیٰ ہے) اور قریب ہے ہلاکت (ان کے لیے) یعنی دوزخ ہے ان کے لیے۔۔یا۔۔وائے ہے اُن کی حالت پر۔ اُن کے لیے لائق بات تو یہ تھی کہ وہ۔۔۔

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ

فرمانبرداری اور اچھی بولی۔۔ پھر جب حکم ناطق ہو گیا۔ تو اگر سچے رہتے اللہ سے،

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾

تو ہوتا بہتر اُن کے لیے●

(فرمانبرداری) کرتے (اور اچھی بولی) بولتے۔۔مثلاً: سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہتے۔(پھر جب حکم ناطق ہوگیا) اور صحابہ نے عزم جہاد کرلیا تو ان لوگوں نے خلاف کیا اور عورتوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہے۔(تو اگر سچے رہتے اللہ) تعالیٰ (سے) یعنی اللہ تعالیٰ سے انہوں نے جو جہاد کا حرص ظاہر کیا تھا اُس میں صادق القول ہوتے، (تو ہوتا بہتر اُن کے لیے)۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

تو کیا یہ ہونہار ہے کہ "اگر تم نے حکومت پالی، تو فساد مچاتے پھرو زمین میں، اور کاٹتے رہو اپنے رشتوں کو؟"●

(تو) اَے منافقو! (کیا یہ ہونہار ہے) یعنی کیا یہ ہونے والا ہے؟ اور تم اِس بات کے قریب ہو؟ (کہ اگر تم نے حکومت پالی تو فساد مچاتے پھرو زمین میں) یعنی حکومت حاصل ہونے کے سبب سے طرح طرح کی تباہیاں اور خرابیاں تم سے واقع ہونے لگیں؟ (اور کاٹتے رہو اپنے رشتوں کو؟) تو کیا تمہیں خود اپنے سے ان باتوں کی امید ہے؟ اور جب نہیں ہے اور واقعتاً ایسا ہونے والا نہیں ہے، تو پھر جہاد میں عدم شرکت کے لیے 'فساد فی الارض' اور 'قطع رحمی' کا نام لے کر کیوں بکواس کر رہے ہو۔۔ہاں ۔۔اگر تم قرآن سے اِنکار کردو اور اِس کے احکام سے منہ پھیر لو، تو تم سے یہ بات وقوع میں آئے گی کہ پھر جاہلیت کے امور اختیار کرلو، اور تباہی اور قرابت قطع کرنا اور خوں ریزی اور ایسی باتیں کرنے لگو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

یہی فسادی ہیں جنہیں پھٹکار دیا اللہ نے، تو بہرا کردیا اُنہیں اور پھوڑ دیا اُن کی آنکھوں کو●

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

تو کیا نہیں سوچا کرتے قرآن کو؟ یا اُن کے دِلوں پر اُن کے قفل ہیں●

(یہی) مذکورہ بالا بکواس کرنے والے (فسادی ہیں) اور ایسے مفسد ومنکر ہیں (جنہیں پھٹکار دیا اللہ) تعالیٰ (نے، تو بہرا کردیا اُنہیں) تا کہ حق بات نہ سنیں۔(اور پھوڑ دیا اُن کی آنکھوں کو) تا کہ قدرت اور عبرت کی دلیلیں نہ دیکھ سکیں۔(تو کیا نہیں سوچا کرتے قرآن کو؟) یعنی قرآنی نصیحتوں اور تنبیہوں میں تفکر نہیں کرتے، تا کہ نافرمانی سے درگزریں (۔۔یا۔۔ان کے دلوں پر ان کے قفل) لگے ہوئے (ہیں)۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى

بے شک جو مرتد ہوگئے بعد اِس کے کہ روشن ہو چکی اُن کے لیے ہدایت، تو شیطان نے چرکا دے دیا اُنہیں،

الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾

اور مہلت کی سجھائی اُنہیں●

(بے شک جو مرتد ہوگئے بعد اِس کے کہ روشن ہو چکی اُن کے لیے ہدایت)۔

وہ یہود جو توریت کی ہدایت کے مطابق رسولِ عربی کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کے اوصافِ حمیدہ سے واقف ہو چکے تھے، بلکہ اُس سے لوگوں کو باخبر کرتے تھے۔ تو جب نبی آخرالزماں مبعوث ہوگئے اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو سب اپنے اقوال سے پھر گئے اور توریت میں مذکور نبی کریم کی نعتیں چھپانے لگے اور آپ کی نبوت کے منکر ہوگئے۔

(تو شیطان نے چرکا دے دیا اُنہیں) اور اُن کے واسطے اِنکار و عناد کو آراستہ کر دیا اور آسان کر دیا۔ **(اور مہلت کی سجھائی انہیں)** یعنی انہیں دُنیا میں طویل زندگی کی امید دلائی۔۔یا۔۔ خدا نے مہلت دی اُن کو اور اُن پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کی، تا کہ گناہ میں اور زیادتی کریں۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ

یہ اِس لیے کہ وہ بولے اُنہیں جو ناگوار رکھا کیے اُس کو جسے اُتارا اللہ نے کہ "اب کہا مانیں گے تمہارا بعض معاملہ میں"،

وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾

اور اللہ جانتا ہے اُن کے بھید کو●

(یہ اس لیے کہ وہ) منافقین **(بولے انہیں)** یعنی یہود کو، **(جو ناگوار رکھا کیے اُس کو جسے اُتارا اللہ)** تعالیٰ **(نے)** یعنی قرآن اور دین کے احکام، **(کہ اب کہا مانیں گے تمہارا بعض معاملہ میں)**۔

۔۔الغرض۔۔ یہود نے منافقوں سے پوشیدہ یہ بات کہی کہ اگر تم پیغمبر کے ساتھ لڑو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔۔۔

(اور اللہ) تعالیٰ **(جانتا ہے اُن کے بھید کو)** یعنی اُن کی چھپی باتوں کو۔

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾

تو کیسا ہوگا جہاں روح قبض کی اُن کی فرشتوں نے؟ مار رہے ہیں اُن کے منہ اور پیٹھوں پر●

(تو کیسا ہوگا) اُن کا حال (جہاں) یعنی جس وقت (روح قبض کی اُن کی فرشتوں نے) ج
(مار رہے ہیں اُن کے منہ اور پیٹھوں پر)۔ وہ منہ جس کو انہوں نے حق سے پھیرا ہے اور وہ پیٹھ ج
انہوں نے اہلِ حق سے موڑی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۠ ۲۸ ع۹

یہ اس لیے کہ اُنہوں نے پیروی کی اُس کی جس نے ناراض کر دیا اللہ کو، اور نا گوار جانا اُس کی خوشنودی کو،
تو اُس نے غارت کر دیا اُن کے اعمال کو•

(یہ اس لیے کہ انہوں نے پیروی کی اُس کی جس نے ناراض کر دیا اللہ) تعالیٰ (کو) اور
غضبِ الٰہی کا موجب ہوا، جیسے رسولِ مقبول کی نعت چھپانا اور منافقوں کافروں اور مشرکوں کی مدد کرنا۔
(اور) نیز بسبب اِس کے کہ انہوں نے (نا گوار جانا اُس کی خوشنودی کو)۔ یعنی ایسے کام کو جس سے خدا
راضی ہو جیسے کہ رسولِ مقبول ﷺ کی نعت ظاہر کرنا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرنا اور آپ کی فرمانبرداری
کرنا۔ (تو اُس نے غارت کر دیا اُن کے اعمال کو) یعنی اُن کے کاموں کو باطل کر دیا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۲۹

کیا گمان کر لیا ہے اُنہوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ "ہرگز نہ ظاہر کرے گا اللہ اُن کے چھپے عناد کو؟"•

وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ١ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ

اور اگر ہم چاہیں تو دکھا دیں تمہیں اُن کو۔ اب تو یقیناً تم پہچان چکے اُنہیں اُن کی صورت سے۔ اور یقیناً پہچانتے رہو گے اُنہیں

فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ١ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۳۰

بات چیت کے انداز سے۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو•

(کیا گمان کر لیا ہے انہوں نے جن کے دِلوں میں) نفاق کی (بیماری ہے کہ ہرگز نہ ظاہر
کرے گا اللہ) تعالیٰ (اُن کے چھپے عناد کو، اور) اَے محبوب! (اگر ہم چاہیں تو دکھا دیں تمہیں اُن کو)
یعنی ان کی علامتیں اور نشان ظاہر کر دیں۔ (اب تو یقیناً تم پہچان چکے انہیں ان کی صورت سے) یعنی
علامت سے جو دلالت کرنے والی ہے اُن کے نفاق پر (اور) آئندہ بھی (یقیناً پہچانتے رہو گے انہیں
بات چیت کے انداز سے) کیونکہ وہ بات کا رخ صواب کی طرف سے پھیر کر تعریض و توبیخ کی جانب
موڑ دینے کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔ اُن کا یہ طرزِ کلام ہی اُن کی منافقت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ (اور

(اللہ) تعالیٰ (جانتا ہے تمہارے اعمال کو) تو وہ اُن کے موافق جزا دے گا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد کوئی منافق ایسا نہ تھا کہ رسول ﷺ اُس کے نشان اور بات سے اُسے پہچان نہ لیتے ہوں۔ تفسیر مطالع اور عین المعانی میں حضرت انس ہی سے منقول ہے، بعض لڑائیوں میں نو۹ منافق ایک رات سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو اُن کی پیشانیوں پر لکھا تھا 'ھٰذَا مُنَافِقٌ'، یعنی یہ منافق ہے۔ ذہن نشین رہے کہ جہاد اور اُس کی تکالیفِ شاقہ پر مامور کرنے میں حق تعالیٰ کی ایک حکمتِ بالغہ ہے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

اور یقیناً ہم آزمائیں گے تم سب کو، یہاں تک کہ ہم پہچوا دیں تمہارے جہاد والوں اور صبر والوں کو، اور جانچ لیں تمہارے دعووں کو●

(اور یقیناً ہم آزمائیں گے تم سب کو، یہاں تک کہ ہم پہچوا دیں تمہارے جہاد والوں اور صبر والوں کو، اور جانچ لیں تمہارے) ایمان و اخلاص کے (دعووں کو)، تاکہ تمہارا سچ اور جھوٹ سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور مؤمنین کی جماعت سے باآسانی منافقین الگ اور ممتاز ہو جائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ

بے شک جس نے کفر کیا اور روکتا رہا اللہ کی راہ سے اور ضد باندھی رسول کی، بعد اِس کے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

کہ روشن ہو چکی اُن کے لیے ہدایت، نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا کچھ۔ اور جلد اکارت کر دے گا اُن کے اعمال کو●

(بے شک جس نے کفر کیا اور) اپنی قوم کو (روکتا رہا اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے) یعنی دینِ اسلام سے (اور ضد باندھی رسول کی) یعنی آپ ﷺ سے معاندانہ مخالفت کی، (بعد اِس کے کہ روشن ہو چکی اُن کے لیے ہدایت) یعنی راہِ حق۔ اور توریت میں انہوں نے پڑھا تھا اور جان لیا تھا کہ یہ اپنے کفر کے سبب سے (نہ بگاڑ سکیں گے اللہ) تعالیٰ (کا کچھ)۔ لوگوں کو راہِ حق سے باز رکھنے کے ضرر کا اثر خدا کے دین کو اور پیغمبر کو نہ پہنچے گا، بلکہ ان کا شر ان کی طرف پھرے گا۔ (اور) حق تعالیٰ (جلد اکارت کر دے گا اُن کے اعمال کو) اور باطل کر دے گا اُن کے کاموں کے ثواب کو۔ اُن کو اُن کے اعمال کا کوئی اجر ملنے والا نہیں۔۔تو۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اَے ایمان والو! کہامانتے رہواللہ کا، اور کہامانتے رہو رسول کا، اور نہ برباد کرڈالو اپنے اعمال کو●

(اَے ایمان والو! کہامانتے رہواللہ) تعالیٰ (کا) اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اُس چیز میں کہ اُس نے حکم کیا ہے۔(اور کہامانتے رہو رسول کا) اس چیز میں کہ وہ فرمائیں۔(اور نہ برباد کرڈالو اپنے اعمال کو) ریا اور سُمعہ کے سبب سے --یا-- عجب اور تکبر کی وجہ سے، اس واسطے کہ عجب کے سبب سے کام مذموم اور مردود ہو جاتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ

بے شک جنہوں نے کفر کیا، اور روکا اللہ کی راہ سے، پھر مر گئے، اور وہ کافر ہی ہیں،

فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾

تو ہرگز نہ بخشے گا اللہ اُنہیں●

(بے شک جنہوں نے کفر کیا) یعنی قومِ قریش اور ان کے تابع لوگ، (اور روکا اللہ) تعالیٰ (کی راہ) پر چلنے (سے، پھر مر گئے) --مثلاً: جنگِ بدر کے دن قتل ہو گئے، (اور) اِس حال میں کہ (وہ کافر ہی ہیں، تو ہرگز نہ بخشے گا اللہ) تعالیٰ (انہیں)۔

یہ آیت اگرچہ مخصوص لوگوں کی شان میں نازل ہوئی، مگر اِس کا حکم عام ہے اور جو کافر مرے اس کو شامل ہے۔ چونکہ اِس سے پہلی آیات میں یہ بتایا تھا کہ منافقین کفار کے خلاف جہاد کرنے کو زمین میں فساد پھیلانے اور رشتوں کو توڑنے سے تعبیر کرتے تھے، اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کرنے پر اُبھارا کہ تم منافقوں کی طرح موت سے ڈر کر جہاد سے نہ کترانا اور ہمت نہ ہارنا، اور کفار کو صلح کی دعوت نہ دینا۔ چنانچہ--حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانو! جب جہاد کا موقع آجائے---

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ

تو تم اپنے کو کمزور نہ جانو کہ دعوت دینے لگو صلح کی، حالانکہ تم ہی اونچے ہو، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے،

وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

اور وہ ہرگز کمی نہ کرے گا تم سے تمہارے اعمال میں●

(تو تم اپنے کو کمزور نہ جانو کہ دعوت دینے لگو صلح کی)۔

اور اُس وقت مسلمان بہت کمزور تھے اور جنگ کے مادی اسباب وآلات بہت کم تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حوصلہ اور ہمت کو بڑھانے کے لیے فرمایا۔۔۔

(حالانکہ تم ہی اونچے ہو اور اللہ) تعالیٰ (تمہارے ساتھ ہے)۔اور جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو تم کو ہی غلبہ حاصل ہوگا۔(اور وہ ہرگز کمی نہ کرے گا تم سے تمہارے اعمال میں) یعنی جب کافروں سے جنگ ہوگی اور وہ مارے جائیں گے، تو اُن کے دُنیا میں کیے ہوئے وہ کام جو ان کے نزدیک نیک کام تھے وہ سب ضائع ہوجائیں گے۔اِس کے برخلاف جو مؤمنین جہاد میں شہید ہوجائیں گے اُن کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرمائے گا۔جان لو کہ۔۔۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ

دُنیاوی زندگی بس کھیل کود ہے۔اور اگر ایمان لاؤ اور خدا سے ڈرو، تو دے گا تمہیں تمہارے ثوابوں کو،

وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝۳۶

اور نہ مانگ لے گا تمہارا سارا مال●

(دُنیاوی زندگی بس کھیل کود ہے) یعنی ناپائدار ہے جس میں مشغولی بے اعتبار ہے۔

اس آیت میں دُنیا کی زندگی کو **لَعِبٌ** اور **لَهْوٌ** قرار دیا ہے۔ذہن نشین رہے کہ وہ کام جو فرائض اور لازمی کاموں سے غافل کر دے، تو وہ **لَهْوٌ** ہے اور اگر غافل نہ کرے، تو وہ **لَعِبٌ** ہے۔

(اور اگر ایمان لاؤ اور خدا سے ڈرو) یعنی گناہ اور فضول کاموں سے پرہیز کرو، (تو دے گا تمہیں تمہارے ثواب کو) آخرت میں۔(اور نہ مانگ لے گا تمہارا سارا مال) یعنی ایسا نہیں کہ تمہیں اجر دینے کے لیے وہ تمہارا سارا مال چاہتا ہے۔۔الحاصل۔۔حق تعالیٰ تمہارا سب کا سب مال نہیں چاہتا بلکہ اس میں سے تمہاری ضروریات میں خرچ ہونے کے بعد تھوڑا خرچ کرنے کا حکم کیا ہے۔

۔۔الغرض۔۔وہ تمہارے مال کا بہت قلیل حصہ طلب کرتا ہے، جیسے روپے پیسے کی زکوٰۃ میں اڑھائی فی صد اور بارانی زمین میں 'عشر' یعنی دسواں حصہ اور ڈول وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمین میں 'نصف عشر' یعنی بیسواں حصہ اور جہاد میں تو معین بھی نہیں فرمایا، جتنا تم اپنی خوشی سے کرسکتے ہو کرو۔

إِن يَسْـَٔلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ

اگر مانگ لے تم سے وہ، پھر بے انداز طلب کرے، تو بخل کرنے لگو گے • اور یہ بخل ظاہر کردے گا تمہاری بدنیتوں کو۔

لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ

یادرکھو کہ "یہ تم لوگ بُلائے جاتے ہو کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں"، تو کوئی تمہارا ہے کہ بخل کرے۔ اور جو بخل کرے، تو وہ بخیلی کرتا ہے اپنے حق میں۔

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اور اللہ تو بے نیاز ہے، اور تم لوگ اُس کے حاجت مند ہو۔ اور اگر تم لوگ رُوگردانی کرو، تو وہ بدل لے گا دوسری قوم کو تمہارے سوا،

ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع ۸

پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح •

(اگر مانگ لے تم سے وہ، پھر بے انداز طلب کرلے تو بخل کرنے لگو گے) اور خوشی کے ساتھ نہ دو گے۔ (اور یہ بخل ظاہر کردے گا تمہاری بدنیتوں کو) اور تمہاری قلبی کدورتوں اور کینوں کو۔ (یادرکھو کہ یہ تم لوگ بلائے جاتے ہو کہ خرچ کرو اللہ) تعالیٰ (کی راہ میں) یعنی مال کی زکوٰۃ۔۔یا۔۔جہاد کے اسباب میں صرف کرو، (تو کوئی تمہارا ہے کہ بخل کرے، اور جو بخل کرے تو وہ) دراصل (بخیلی کرتا ہے اپنے حق میں) کیونکہ اپنے کو ثواب سے محروم کرتا ہے، (اور اللہ) تعالیٰ (تو بے نیاز ہے) تمہارے صدقوں اور خرچوں سے۔ (اور تم لوگ اُس کے حاجت مند ہو) اس چیز کے لیے جو اس کے پاس ہیں یعنی نعمتیں اور کرامتیں۔

تو آج ایک فنا ہوجانے والی چیز دو، اور کل اُس کے عوض دس باقی رہنے والی نعمتیں اور بزرگیاں لو، اِس واسطے کہ اُس کے خزانۂ رحمت میں کوئی چیز کم نہ ہوگی، اور تم اپنی مرادوں اور مقصدوں کو پہنچ جاؤ گے۔ (اور) اب (اگر تم لوگ رُوگردانی کرو) گے اس چیز سے جو تم پر فرض کیا ہے۔۔یا۔۔اگر اِنکار کرو گے اسلام اور قبولِ احکام سے، (تو وہ بدل دے گا دوسری قوم کو تمہارے سوا) یعنی تم کو ہلاک کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا فرمادے گا جو بڑے فرمانبردار اور پرہیزگار ہوں گے، (پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح)۔

روایت ہے کہ بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حضور وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت سلمان فارسی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے، آپ نے اُن کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا، یہ اور ان کی قوم کے لوگ۔ یعنی فارسی لوگ۔۔الختصر۔۔اعلاءِ کلمۃ الحق اور دینِ اسلام کے فروغ وارتقاء

کی خدمت رب تعالیٰ جس سے چاہے جب چاہے لے لے۔اور جس کو چاہے اِس فضل سے نوازدے۔

اختتام سورۂ محمد۔۔۶رجمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۸راپریل ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ

ابتداء سورۂ الفتح۔۔۷رجمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۹راپریل ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ

سورۃ الفتح ۴۸ مدنیۃ ۱۱۱ — آیاتہا ۲۹ رکوعاتہا ۴

سُوْرَۃُ الْفَتْح

سورۂ فتح۔۔۴۸ مدنیہ ۱۱۱ — آیاتہا ۲۹۔۔رکوعاتہا ۴

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'الفتح' ہے جو اِسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔صحیح روایت سے ثابت ہے کہ ہجرت کے چھٹیں برس رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بعضے صحابہ کے ساتھ آپ مکہ معظّمہ کی زیارت کوتشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا ہے۔ صحابہ نے جب سنا،تو سمجھے کہ اِسی سال اِس خواب کی تعبیر ظاہر ہوگی۔رسولِ کریم بھی سامانِ سفر تیار کرنے میں مشغول ہوگئے،اور اِسی سال ماہِ ذیقعدہ میں مدینہ منورہ سے باہر نکل کر عمرہ کا احرام باندھا،اور ستّر اونٹ قربانی کے لیے اپنے ساتھ لیے اور اکثر اصحاب آپ کے ساتھ چلنے پر تیار ہوگئے۔

رسولِ مقبول کی مکہ معظّمہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر مکہ کے مشرکوں کو پہنچی۔زیارتِ خانۂ خدا سے آپ کو روکنے کے واسطے سب نے متفق ہوکر مکہ کے باہر آکر ایک مقام کو لشکر گاہ ٹھہرایا۔جب رسولِ مقبول کو یہ خبر ملی تو آپ حدیبیہ میں اُترے اور وہیں ٹھہر گئے۔

عروہ بن مسعود ثقفی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کہ آپ کے آنے کا سبب دریافت کرے،بعد اُس کے جلیس کنانی آیا اور معلوم کرلیا کہ حضرت کو لڑائی کا داعیہ نہیں ہے،فقط خانۂ کعبہ کی زیارت کی قصد سے آئے ہیں،مگر کفارِ قریش حمیت جاہلیت پر اَٹکے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ حضرت رسولِ مقبول صحابہ سمیت مکہ میں داخل ہوں۔

رسولِ مقبول نے حضرت عثمان کو اُن کے پاس بھیجا۔کافروں نے اُن کو نظر بند کرلیا اور

اُن کے قتل کی خبر لشکرِ اسلام کو پہنچی۔ اِس سبب سے 'بیعت الرضوان' واقع ہوئی۔ کفار بیعت کا حال سن کر گھبرائے اور سہیل بن عمرو کو بھیجا، تو رسولِ مقبول اور کفارِ مکہ کے درمیان اِس بات پر صلح ہوئی کہ دس۱۰ برس تک مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی نہ ہو۔ ایک دوسرے سے نہ ظاہر میں تعرض کریں نہ ایک دوسرے کے حلفاء سے متعرض ہوں اور یہ بات ٹھہر گئی کہ اگلے برس مسلمان آئیں اور عمرہ کی قضاء کرلیں اور اور شرطیں بھی ہوئیں۔

اور اکثر صحابہ اِس صلح سے غمگین اور ملول ہوئے اور حضرت ﷺ کے حکم سے اسی مقام حدیبیہ میں آپ کے سرِ مبارک سے بال جدا کیے گئے، اور بعضے اونٹ آپ نے وہیں قربان کیے۔ بعضے ناہیہ اسلمی کے ساتھ کر کے مکہ معظّمہ میں بھیج دیے کہ مقام مروہ میں ذبح کریں اور وہاں کے فقراء و مساکین کو اُن کا گوشت تقسیم ہو۔

اور صحابہ نے بھی وہیں سر منڈائے، بال کٹوائے اور اپنی قربانیوں کے جانور ذبح کیے اور حضرت ﷺ نے بیس۲۰ دن تک حدیبیہ میں توقف فرمایا۔ پھرتے وقت ایک شب یہ سورت نازل ہوئی، اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابیو! آج کی رات یہ سورت ایسی مجھ پر نازل ہوئی کہ میں اسے اس سے زیادہ دوست رکھتا ہوں جس پر آفتاب طلوع کرتا ہے۔ پھر سورۂ فتح کو صحابہ کے سامنے پڑھا اور اُن کو مبارک باد دی۔ صحابۂ کرام نے بھی آپ کو مبارک باد دی۔ ایسی مبارک سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔یا۔۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾

بے شک ہم نے فتح دے دی تمہیں، روشن فتح۔

(بے شک ہم نے) صلح حدیبیہ کرا کے (فتح دے دی تمہیں، روشن) کھلی ہوئی واضح (فتح)۔ حضور ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کہ کیا مکہ ہمارے واسطے فتح کر دیا گیا؟ آپ نے جواب

عطا فرمایا کہ "ہاں۔" اور درحقیقت یہ صلح بہت فتوح کی ابتداء تھی، اس واسطے کہ جو مسلمان مکہ معظمہ میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے انہوں نے چھپانا چھوڑ دیا اور کافروں کے ساتھ مجاہدہ کیا۔ اُن کے سامنے قرآن پڑھا اور بہت لوگ مسلمان ہو گئے۔

اور مکہ معظمہ کی فتح کا سبب بھی یہی صلح ہوئی اور اِسی وجہ سے بعضے مفسرین نے اِس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ہم فتح کر دیں گے تیرے واسطے مکہ، اور لفظ ماضی لانا تحقیقِ وقوع کے جہت سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اِس فتح سے مراد خیبر اور فدک کی فتح ہے۔ اس سلسلے میں اور بھی اقوال ہیں۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

تا کہ بخش دے تمہارے سبب سے اللہ جو پہلے ہوئے تمہارے اور جو پچھلے ہیں، اور پوری فرما دے اپنی نعمت کو تم پر،

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

اور چلاتا رہے تمہیں سیدھی راہ● اور مدد فرمائے تمہاری اللہ، زبردست مدد●

پس اَے محبوب! خدا سے بخشش طلب کر (تا کہ بخش دے تمہارے سبب سے اللہ) تعالیٰ (جو پہلے ہوئے تمہارے اور جو پچھلے ہیں)۔ بظاہر خلافِ اولیٰ سب کام جو آپ کے کمالِ قرب کی وجہ سے محض صورتاً ذنب ہیں، حقیقتاً وہ 'حسنات الابرار' سے افضل ہیں۔

۔۔الختصر۔۔فتح مکہ سے پہلے اور بعد۔۔یا۔۔اِس آیت کے نزول سے پہلے اور بعد صادر ہونے والے آپ کے وہ کام جو مقربینِ بارگاہِ خداوندی کے شایانِ شان نہیں تھے، اُن کو حق تعالیٰ نے اپنی ردائے مغفرت میں پوشیدہ کر رکھا ہے، تا کہ کسی بے بصیرت اور عقل سے تہی دامن شخص کو بھی آپ کی چادرِ عصمت پر ہلکا سا داغ بھی نظر نہ آئے۔

اِس آیت کریمہ کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں۔۔چنانچہ۔۔امام ابو اللیث علیہ الرحمۃ نے کہا کہ **مَا تَقَدَّمَ** سے مراد حضرت آدم اور حضرت حواء کی زلت و خطا ہے، جنہیں حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے بخش دیا، کیونکہ آپ اُس وقت اُن کی پشت میں تھے۔ اور **مَا تَاَخَّرَ** سے مراد امت کے گناہ جس کو حق تعالیٰ آپ کی شفاعت سے بخشے گا۔ چونکہ آپ امت کے پیشوا اور کارساز ہیں اور اُن کے شفیع و وکیل ہیں، اس لیے امت کے گناہ کی اسناد آپ کی طرف کر دی گئی۔

اِس کے سوا بھی بہت سارے اقوال ہیں، مگر ہر قول میں اِس بات کا خیال بہرحال رکھا

گیا ہے کہ رسولِ کریم کی چادرِ عصمت پر داغ نہ لگنے پائے۔ اِسی لیے جنہوں نے آیت میں مذکور لفظ **ذَنْبٌ** سے 'ذنبِ رسول' مراد لیا ہے انہوں نے بھی **ذَنْبٌ** کو معروف ومتعارف گناہ کے معنی میں نہیں لیا ہے۔ اور ہر ایک مفسر نے اِس آیت کی ایسی ہی توجیہ کی ہے جس کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کسی گناہِ صغیرہ کے بھی مرتکب نہیں ٹھہرتے۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ بالا مغفرت خود حضرت ﷺ کی دُعائے مغفرت کا ثمرہ ہے۔۔ لیکن۔۔ اِس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فتحِ مکہ اس حیثیت سے کہ وہ دشمن سے جہاد ہے، غفران کا سبب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فتح سببِ غفران نہیں ہے بلکہ ان امور کا سبب ہے جن کا ذکر غفران کے ذکر کے بعد فرمایا گیا ہے، لیکن ان میں غفران عظیم نعمت تھی، تو اُس کو بھی ذکر میں ملا دیا گیا ہے۔ اب کلام کا حاصل یہ ہوا۔۔ حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فتح وغفران سے نوازا۔۔۔

(اور) یہ اس لیے تا کہ اَے محبوب! وہ (پوری فرمادے اپنی نعمت کو تم پر) بہت سے شہر فتح کر کے۔۔ یا۔۔ دین بلند فرما کر۔۔ یا۔۔ نبوت اور سلطنت کو ملا کر۔۔ یا۔۔ شفاعت قبول فرما کر۔ **(اور چلاتا رہے تمہیں سیدھی راہ)** یعنی صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے، **(اور مدد فرمائے تمہاری اللہ)** تعالیٰ **(زبردست مدد)** جس میں عزت اور غلبہ ہو۔ یعنی تم اُس مدد کے سبب سے غالب ہو جاؤ گے۔

چونکہ صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دغدغہ اور تردد سے خالی نہ تھے، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا

وہی ہے جس نے اُتارا تسکین کو دلوں میں مسلمانوں کے، تا کہ بڑھ جائیں اپنے ایمان پر

مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴

ایمان میں۔ اور اللہ ہی کا ہے سارا لشکر آسمانوں اور زمین کا۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے●

(وہی ہے جس نے اُتارا تسکین کو دِلوں میں مسلمانوں کے، تا کہ بڑھ جائیں اپنے ایمان پر ایمان میں)، یعنی جس قدر اُن کو یقین ہے اُس پر اور یقین زیادہ کریں۔۔ یا۔۔ جو ایمان اصولِ دین کے ساتھ رکھتے ہیں اُسے زیادہ کریں فروعِ شرع پر ایمان لانے کے ساتھ۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(ہی کا ہے سارا لشکر آسمانوں اور زمین کا)**۔

آسمانی لشکر فرشتے ہیں اور زمینی لشکر مؤمنین مجاہدین ہیں۔

پس اَے ایمان والو! جہاد کرو اور نصرتِ الٰہی میں یقینِ واثق رکھو کہ آسمان اور زمین کے لشکر جس کے حکم کے ہوں بلکہ کونین کے ذرّے جس کے سپاہ ہوں وہ اپنے دوستوں کو دشمنوں سے لڑتے وقت چھوڑ نہ دے گا۔ (اور اللہ) تعالیٰ (علم والا) ہے، وہ خلق کی مصلحتیں جانتا ہے۔ اور (حکمت والا ہے) پختہ کار جو کچھ کرے، از انجملہ ایک کام یہ ہے کہ ایمان والوں کے دلوں میں اس نے سکینہ اُتار دی۔۔۔

لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ

تا کہ داخل فرمائے ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو باغوں میں، کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے

فِيۡهَا وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ‌ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۙ‏ ۵

اُس میں، اور اُتار دے اُن سے اُن کی بُرائیوں کو۔ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے●

(تا کہ داخل فرمائے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو) دین میں مضبوط اور عقیدے میں ثابت ہونے کی برکت سے، ایسے (باغوں میں کہ بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں)۔ حال یہ ہے کہ (ہمیشہ رہنے والے) ہیں وہ (اس میں)۔ (اور) جنت میں داخل کرنے سے پہلے ہی (اتار دے اُن سے اُن کی بُرائیوں کو)، یعنی اُن کی بُرائیوں کا نام ونشان مٹا دے تا کہ پاک اور پاکیزہ روضۂ رضوان میں داخل ہوں۔ (اور یہ) وعدہ اُن کے واسطے (اللہ) تعالیٰ (کے یہاں) یعنی حکمِ الٰہی میں (بڑی کامیابی ہے)۔ اِس سے بڑھ کر کامیابی اور کیا ہے کہ وہ لوگ مکروہات سے بے خوف ہوں گے اور اپنی مرادوں کو پہنچیں گے۔

وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ

اور عذاب دے منافق مَردوں اور عورتوں کو، اور مشرک مَردوں اور عورتوں کو، رکھنے والے

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ‌ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ‌ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ

اللہ سے بدگمانی۔ اُنہیں پر ہے بدی کا چکر۔ اور غضب فرمایا اللہ نے اُن پر اور پھٹکار دیا اُنہیں،

وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا‏ ۶

اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے جہنم۔ اور کتنا بُرا ہے پھرنے کا ٹھکانہ●

(اور) اس لیے کہ (عذاب دے منافق مَردوں اور عورتوں کو) جو مدینہ میں ہیں، (اور مشرک مردوں اور عورتوں کو) جو مکے میں ہیں۔ اور یہ سب کے سب (رکھنے والے) ہیں (اللہ) تعالیٰ (سے بدگمانی)۔

یعنی اسد اور غطفان کے مشرک لوگ اور بعضے منافقوں نے گمان کیا تھا کہ رسولِ مقبول جو حدیبیہ جاتے ہیں وہاں قتل ہو جائیں گے، مدینہ میں صحیح سلامت پھر کر نہ آئیں گے اور آپ کا لشکر پسپا ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ اُن بدگمانوں کے تعلق سے فرماتا ہے کہ۔۔۔

(انہیں پر ہے بدی کا چکر)، یعنی یہ لوگ خود مغلوب ہوں گے۔ (اور غضب فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے اُن پر اور پھٹکار دیا انہیں) یعنی اپنی رحمت سے دُور کر دیا۔ (اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے جہنم۔ اور کتنا بُرا ہے پھرنے کا ٹھکانہ) یہ دوزخ۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

اور اللہ ہی کے ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے●

(اور اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے)۔ سب اسی کے مملوک اور مسخر ہیں، جیسے لشکر اپنے سردار کے مطیع ہوتے ہیں۔

اور یہ بات مکرر فرمانا مؤمنوں کے ساتھ وعدہ ہے تا کہ نصرتِ الٰہی پر قوی دِل رہیں اور منافقوں اور مشرکوں کے واسطے وعید ہے، تا کہ تکذیبِ ربانی سے ڈریں۔

(اور اللہ) تعالیٰ (زبردست حکمت والا ہے) یعنی اپنے ہر حکم میں غالب ہے اور دانا ہے اُس چیز میں جو حکم فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸

بے شک بھیجا ہم نے تم کو چشم دید گواہ، اور خوشخبری دینے والا، اور ڈر سنانے والا●

(بے شک بھیجا ہم نے تم کو چشم دید گواہ) تیری امت کے اقوال وافعال پر، اور اپنی وحدانیت پر۔

چونکہ نورِ محمدی ﷺ اوّل مخلوق ہے، اور اُس کی اوّلیت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ اس لیے کہ تخلیق نورِ محمدی سے پہلے کسی مخلوق کا وجود نہیں تھا۔۔ بلکہ۔۔ ساری مخلوقات کی اصل 'نورِ محمدی' ہی ہے۔ اِسی حقیقت کو خود حضور ﷺ نے یوں ظاہر فرمایا، "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے

میرے نور کو پیدا فرمایا اور ساری مخلوق میرے ہی نور سے پیدا فرمائی گئی، اور میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں" یعنی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ سے میرے واسطے سے فیض لے رہی ہے اور میں خدا سے براہِ راست فیض لے رہا ہوں۔

اِسی اولیت کی بنیاد پر حضور ﷺ سے قرآنِ کریم میں یہ کہلایا گیا کہ اگر بالفرض خدائے مہربان کا کوئی بیٹا ہوتا، تو اُس کا سب سے پہلا پجاری میں ہوتا، اس لیے کہ سب سے پہلی مخلوق میں ہوں۔۔قصہ مختصر۔۔جب 'نورِ محمدی' پیدا ہوا، تو اس وقت کوئی دوسری مخلوق تھی ہی نہیں، تو اُس نور نے کیا دیکھا؟ بلاشبہ واحد کو دیکھا اور اُس کی وحدانیت کو دیکھا۔ اَحد کو دیکھا اور اُس کی اَحدیت کو دیکھا۔۔الختصر۔۔بے مثل کو دیکھا اور اُس کی بے مثلی دیکھی، تو محمد رسول اللہ ﷺ وحدانیتِ حق کے چشم دید گواہ ہیں۔ آپ کے سوا سارے گواہوں کی گواہی آپ ہی کی گواہی پر جا کر تمام ہوتی ہے۔ جیسے کہ سن کر گواہی دینے والوں کی گواہی اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک دیکھنے والے کی گواہی سے اُس کی تصدیق وتائید نہ ہو جائے۔

اِس وضاحت سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی، چونکہ حضور ﷺ اوّل مخلوق ہیں تو جو بھی عدم سے وجود میں آتا گیا، 'نورِ محمدی' اس کا مشاہدہ کرتا رہا، تو وہ شاہدِ کائنات بھی ہوگیا۔

(اور) اُس کے سوا (خوش خبری دینے والا) بنایا، خاص کر کے ان کو جن کے دِل پر سکینہ نازل ہوئی۔ (اور ڈر سنانے والا) بنایا، خاص کر کے ان لوگوں کو جنہوں نے بُرا گمان کیا۔ پس اَے ہمارے حبیب! تم اپنی امت سے کہو کہ خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے واسطے میرا بھیجا جانا اس واسطے ہے۔۔۔

لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٩

تا کہ تم لوگ مان ہی جاؤ اللہ اور اُس کے رسول کو، اور تعظیم کرو اُن کی، اور توقیر کرو اُن کی، اور پاکی بولو اُس کی صبح وشام●

(تا کہ تم لوگ مان ہی جاؤ اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو، اور تعظیم کرو اُن کی اور توقیر کرو اُن کی) اس لیے کہ آپ کی تعظیم حقیقت میں تعظیم حق ہے۔ (اور پاکی بولو) یعنی پاکی کے ساتھ یاد کرو (اس کی صبح وشام)۔۔یا۔۔اُس کے لیے نماز پڑھو صبح وشام۔

اس آیت کی تفسیر یوں بھی کی گئی ہے کہ۔۔۔

یہ رسول کی بعثت اس لیے ہے" تا کہ تم تصدیق کرو اللہ کی یعنی وحدانیت کے ساتھ اُس پر ایمان لاؤ، اور تصدیق کرو اس کے رسول کی اُس دعوے میں جو وہ کرتا ہے، اور تقویت دو اُس کے دین

کو اور بزرگ رکھو اس دین کے حکم کو، اور پاکی کے ساتھ یاد کرو اُسے ۔۔یا۔۔ اس کے واسطے نماز پڑھو صبح وشام۔"

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ

بے شک جو بیعت کریں تمہاری، وہ بیعت کرتے ہیں اللہ ہی کی۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے،

فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ

تو جس نے عہد شکنی کی، تو وہ عہد شکنی کرتا ہے اپنے بُرے کو۔ اور جس نے پورا کر دیا جس پر عہد کیا تھا اللہ سے،

فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۰﴾ ع

تو جلد دے گا اُسے بڑا ثواب●

ع ۹

اَے محبوب! (بے شک جو بیعت کریں تمہاری) حدیبیہ وغیرہا میں (وہ بیعت کرتے ہیں اللہ) تعالیٰ (ہی کی)، اس واسطے کہ بیعت سے مقصود وہی ہے اور بیعت اُسی کی رضا مندی ڈھونڈھنے کو ہے۔

اِس بیعت کا نام 'بیعتِ رضوان' ہے اور اِس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔ بعض عارفین کہتے ہیں کہ یہ 'مقام جمع' میں ہے اور حق تعالیٰ نے 'جمع' کا مرتبہ کسی کے واسطے تصریح نہیں فرمایا، مگر اُسی کے واسطے جو تمام موجودات میں 'اخص' اور 'اشرف' ہے، اور اُسی مقام سے ہے کہ۔۔۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔

(اللہ) تعالیٰ (کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے)، یعنی قوت اللہ کی اپنا وعدہ وفا کرنے میں کہ وہ ثوابِ آخرت ہے۔

۔۔یا۔۔

پیغمبر کی نصرت کے باب میں اُن کے ہاتھوں پر ہے عہد وفا کرنے،

۔۔یا۔۔

رسولِ مقبول ﷺ کی نصرت اور موافقت کرنے میں۔

معالم میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کے وقت رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑتے تھے اور یَدُ اللّٰہِ اُن کے ہاتھوں پر تھا بیعت لینے اور بیعت کرنے میں۔

(تو جس نے عہد شکنی کی) اور اپنے عہد کو توڑا (تو وہ عہد شکنی کرتا ہے اپنے بُرے کو) اس لیے کہ اُس کا ضرر اُسی کو پہنچے گا۔

تین۳ چیزیں اپنے کرنے والے کی طرف پھرتی ہیں: ۱۔مکر، ۲۔ظلم اور ۳۔عہد شکنی۔ مکار، ظالم اور عہد شکن اپنے مکر وظلم اور عہد شکنی کے ضرر کا خود ہی شکار ہو جاتے ہیں۔

(اور جس نے پورا کر دیا جس پر عہد کیا تھا اللہ) تعالیٰ (سے، تو جلد دے گا) حق تعالیٰ بہشت میں (اُسے بڑا ثواب)۔

روایت ہے کہ جب رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے، تو بعضے دیہاتیوں کو جیسے اسلم، جہینہ، مزینہ، غفار اور اشجع قبیلے والوں کو آپ نے مکتوب تحریر فرمایا کہ اِس سفر میں میری موافقت اور مرافقت کرو، وہ قریش کے ساتھ لڑنے سے ڈرے اور بہانہ کر کے پیچھے رہ گئے۔ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خبر دی کہ جب مدینے میں تم پہنچو گے۔۔تو۔۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا

اب کہیں گے تمہیں جو پیچھے رہ گئے تھے گنوار کہ "پھنسائے رکھا ہم کو ہمارے مال اور ہمارے اپنوں نے،

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ

تو مغفرت کی دُعا کیجیے ہمارے لیے"۔ بولتے ہیں اپنی زبانوں سے جو نہیں ہے اُن کے دِلوں میں۔ پوچھو کہ "پھر کون

يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ

مجال رکھتا ہے تمہارے لیے اللہ کے آگے کچھ، اگر اُس نے چاہا تمہیں بگاڑنے کو، یا اُس نے چاہا تمہاری بنانے کو؟"

بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾

بلکہ اللہ جو کچھ کرتے رہتے ہو اُس سے خبردار ہے●

(اب کہیں گے تمہیں جو پیچھے رہ گئے تھے گنوار کہ پھنسائے رکھا ہم کو ہمارے مال اور ہمارے اپنوں نے)۔ یعنی ہمارے مالوں کا کوئی نگہبان نہ تھا، تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ لاحق ہو گیا کہ ہماری عدم موجودگی میں اُسے کون بچائے گا، اور یہ بھی خیال دامن گیر ہو گیا کہ ہماری عدم موجودگی میں ہماری اولاد کا کوئی نگراں اور سرپرست نہ رہ جائے گا، اور وہ بیکسی کے سبب سے بے برگ اور بے نوا

ہو کے رہ جائے گی۔ (تو مغفرت کی دُعا کیجیے ہمارے لیے) اِس بات میں کہ ہم پیچھے رہ گئے اور آپ کی رفاقت میں حاضر نہیں رہے۔

(بولتے ہیں) یہ عذر کرنے والے (اپنی زبانوں سے جو نہیں ہے اِن کے دِلوں میں)۔یعنی اِن کی یہ عذر خواہی اور مغفرت طلبی زبانی ہے اور اِن کے دِل کو نہ اس کی کچھ خبر ہے نہ اس کا کچھ اثر ہے۔ دل سے وہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ یہ ہماری بہانہ بازی ہے۔تو اَے محبوب! اُن کی عرض کے جواب میں اُن سے (پوچھو کہ پھر کون مجال رکھتا ہے تمہارے لیے اللہ) تعالیٰ (کے آگے کچھ، اگر اُس نے چاہا تمہیں بگاڑنے کو یا اُس نے چاہا تمہاری بنانے کو)۔

یعنی اَے منافقو! تم نے اپنے اموال اور گھروں کو ضرر سے بچانے کی فکر کی، اور اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کو نظر انداز کر دیا۔اور تم اپنے اموال اور گھروں کی حفاظت کی خاطر گھروں میں بیٹھے رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ضرر پہنچانا چاہے، تو تمہارا گھروں میں بیٹھنا تم کو اللہ کے ضرر سے بچا نہیں سکتا۔

--یا--تم اس لیے گھروں میں بیٹھے رہے کہ تم کو مسلمانوں کے ساتھ جہاد نہ کرنا پڑے، اور تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہارے گھر تم کو دشمن سے بچالیں گے۔اگر بالفرض تم نے دُنیا میں اپنے آپ کو خطرے سے بچالیا، تو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی بنا پر تم کو آخرت میں جو عذاب ہوگا، اُس سے تم کیسے بچ سکو گے؟ تم جو عذر پیش کرتے ہو وہ صحیح نہیں، (بلکہ اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرتے رہتے ہو اُس سے خبر دار ہے) اور تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّ زُیِّنَ

بلکہ سمجھے تھے تم کہ "ہرگز نہ لوٹیں گے رسول اور مسلمان لوگ اپنے اپنوں کی طرف کبھی"، اور سنوار دی گئی تھی

ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫

یہ بات تمہارے دلوں میں، اور رکھ لی تھی تم نے بدگمانی۔اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے●

(بلکہ) صحیح بات یہ ہے کہ (سمجھے تھے تم کہ ہرگز نہ لوٹیں گے رسول اور مسلمان لوگ اپنے اپنوں کی طرف کبھی)--چنانچہ--منافقین کہہ رہے تھے کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی اپنے گھر کی طرف لوٹ نہیں سکیں گے۔آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ موت کے منہ میں چلے گئے ہیں اور اب کبھی

واپس نہ آسکیں گے، اور یہ نفاق اُن کے دِلوں میں راسخ ہو چکا تھا۔اور ان کا یہ بُرا گمان تھا کہ اللہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا، اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

(اور سنوار دی گئی تھی یہ بات تمہارے دلوں میں اور رکھ لی تھی تم نے بدگمانی)۔یعنی شیطان نے پیغمبر اور اُن کے اصحاب کے نیست و نابود ہو جانے کا خیال تمہارے دِلوں میں راسخ کر دیا تھا، اور دینِ خدا کے باطل ہو جانے اور ملتِ اسلام کے بے بنیاد ہو جانے کا تمہیں یقین ہو گیا تھا۔اور تم نے یہاں تک سوچ لیا تھا کہ مشرکین، رسول اور اصحابِ رسول کو قتل کر ڈالیں گے اور اب آپ کی مدینہ واپسی نہ ہو سکے گی۔اپنی اِس نیت (اور) عقیدے کی خرابی سے (تم برباد ہونے والے لوگ تھے)۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝۱۳

اور جس نے نہ مانا اللہ اور اُس کے رسول کو، تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے دہکتی آگ●

سنو (اور) یاد رکھو! کہ (جس نے نہ مانا اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو) اور خدا اور رسول کے حکم کی دِل سے تصدیق نہیں کی (تو ہم نے تیار کر رکھی ہے) اُن (کافروں کے لیے دہکتی آگ)۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کی ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی۔بخشے جسے چاہے اور عذاب دے

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴

جسے چاہے۔اور اللہ غفور رحیم ہے●

(اور) اللہ تعالیٰ کو عذاب دینے۔۔یا۔۔مغفرت فرمانے سے کون روک سکتا ہے، اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی کی ہے شاہی آسمانوں اور زمین کی)۔علوی اور سفلی امور سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔(بخشے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے)۔اگر وہ چاہے تو بڑے بڑے گناہ بخش دے، اور اگر چاہے تو چھوٹے گناہ پر سزا دے۔(اور اللہ) تعالیٰ (غفور رحیم ہے) یعنی توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے اور اُن پر مہربان ہے۔

منقول ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذی الحج ۶ھ میں حدیبیہ سے پھرے اور محرم ۷ھ میں جنگِ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے اور حکم ہوا کہ جو کوئی حدیبیہ میں حاضر تھا وہی

اِس لڑائی میں چلے، اُس کے سوا اور کوئی ہمراہ نہ ہو۔ اور جب عزم بالجزم ہوا، تو مخالف بولے کہ اجازت دیجیے تاکہ ہم بھی ساتھ دیں اور خیبر میں آئیں۔۔ چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

اب کہیں گے جو پیچھے بیٹھ رہے تھے، جہاں چل پڑے تم اموالِ غنیمت کی طرف کہ لے لوتم اُسے کہ "ہمیں آزادی دو کہ ہم بھی

نَتَّبِعْكُمْ ۚ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ

چلیں تمہارے ساتھ۔" چاہتے ہیں کہ "بدل دیں اللہ کے وعدہ کو۔" کہہ دو کہ "ہرگز نہیں چل سکتے تم ہمارے ساتھ۔ ایسا ہی

قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ

فرما چکا ہے اللہ پہلے سے۔" تو اب کہیں گے کہ "بلکہ تم حسد رکھتے ہو ہم سے۔"

بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۱۵

بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں، مگر کم●

(اب کہیں گے جو پیچھے بیٹھ رہے تھے) یعنی وہ گنوار لوگ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، جنگ حدیبیہ کے موقع پر جو اپنے گھروں ہی میں بیٹھے رہ گئے تھے، **(جہاں چل پڑے تم اموالِ غنیمت کی طرف کہ لے لوتم اُسے)**۔ اُس وقت وہ منافقین خواہش ظاہر کریں گے **(کہ ہمیں آزادی دو کہ ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ)**۔ یہ مخالف لوگ **(چاہتے ہیں کہ بدل دیں اللہ)** تعالیٰ **(کے وعدہ کو)** یعنی اللہ تعالیٰ کے اُس حکم کو کہ اہلِ حدیبیہ کے سوا اور لوگ اِس لڑائی میں نہ جائیں۔ اِن سے **(کہہ دو کہ ہرگز نہیں چل سکتے تم ہمارے ساتھ۔ ایسا ہی فرما چکا ہے اللہ)** تعالیٰ **(پہلے سے)**۔ یعنی ہمارے مدینے میں پہنچنے سے پہلے۔۔یا۔۔ان لوگوں کے اکٹھا ہو کر اپنی عرض پیش کرنے سے پہلے۔

(تو اب کہیں گے کہ بلکہ تم حسد رکھتے ہو ہم سے) تاکہ غنیمت میں ہم تمہارے شریک نہ ہوں۔ اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ مخالفین کہیں گے، **(بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں مگر کم)**۔

اُن کو شرکتِ جہاد سے روکنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مسلمان جو حدیبیہ سے خالی ہاتھ واپس آئے تھے اُس کی تلافی اور تدارک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جن لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا

کے لیے سفر کی مشقتوں اور کفار کے ظاہری دباؤ کو برداشت کیا، ان کو آخرت میں جو اجرِ عظیم ملے گا وہ تو الگ ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا میں بھی محروم نہیں رکھے گا، اور اُن کو اس سفر کے بدلہ میں خیبر کی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ حق تعالیٰ کی اِس حکمتِ بالغہ کو منافقین سمجھنے سے قاصر رہے اور اپنی کم عقلی اور بے شعوری کا مظاہرہ کر دیا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

کہہ دو پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے کہ "اب بُلائے جاؤ گے تم سخت جنگجو قوم کی طرف

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ

کہ جہاد کرو اُن سے، یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ اب اگر کہا مانو گے، تو دے گا تمہیں اللہ اچھا ثواب۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

اور اگر پھر گئے تم جیسا کہ پھر گئے تھے پہلے، تو دے گا تمہیں دکھ والا عذاب"●

اَے محبوب! (کہہ دو پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے، کہ اب بُلائے جاؤ گے تم سخت جنگجو قوم کی طرف)۔

جنگجو قوم سے کیا مراد ہے؟ اُس کے متعلق چند اقوال ہیں:

﴿۱﴾۔۔اہل یمامہ: مسیلمہ کذاب کے متابعوں میں سے۔

﴿۲﴾۔۔عرب کے وہ قبیلے جو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

﴿۳﴾۔۔ہوازن اور غطفان جنہوں نے آپ کی حیات میں حنین کے میدان میں جنگ کی۔

﴿۴﴾۔۔بعضوں نے کہا کہ فارس اور روم کے لوگ مراد ہیں۔

آیت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تم کو بڑے لڑنے والے لوگوں سے لڑنے کو بلائیں گے۔

تا (کہ) تم (جہاد کرو اُن سے یا) دوسری شکل یہ ہے کہ (وہ مسلمان ہو جائیں)۔ اگر یہ لوگ مرتد۔۔یا۔۔مشرک ہوں تو اُن کا حکم قتل ہے۔۔یا۔۔اسلام۔ اور اگر اُن کے سوا اہلِ کتاب ہوں تو اُن کا حکم قتل۔۔یا۔۔جزیہ ہے۔

اور اس تقدیر پر اسلام 'انقیاد' کے معنی میں ہے۔

(اب اگر کہا مانو گے) اُس کا جو تم کو ان لوگوں سے لڑنے کے لیے بُلانے والا ہے، **(تو دے گا تمہیں اللہ) تعالیٰ (اچھا ثواب)** دُنیا میں غنیمت اور عقبیٰ میں جنت۔ **(اور اگر پھر گئے تم، جیسا کہ**

پھر گئے تھے پہلے) سفرِ حدیبیہ کے موقع پر، (تو دے گا تمہیں دکھ والا عذاب)۔
مخالفوں کے حق میں جب یہ سب وعیدیں واقع ہوئیں تو ضعیف عاجز مسلمانوں نے اندیشہ کیا کہ ہم عاجزی اور ضعف کی وجہ سے جہاد میں نہیں جا سکتے ہیں، تو ہمارا حال کیا ہوگا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ

نہیں ہے کوئی جرم اندھے پر، اور نہ لنگڑے پر، اور نہ بیمار پر۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور جو کہا مانے اللہ اور اُس کے رسول کا، داخل کرے گا اُسے باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ ع ۲ (النصف) ۱۰

اور جو پھر جائے گا، دے گا اُسے دکھ والا عذاب●

(نہیں ہے کوئی جرم اندھے پر اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر)، یعنی یہ معذورین اگر لڑائی پر نہ جائیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں۔ (اور جو کہا مانے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا) جہاد وغیرہ میں، (داخل کرے گا) حق تعالیٰ (اُسے باغوں میں بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں۔ اور جو پھر جائے گا) خدا و رسول کے حکم سے، (دے گا اُسے) اللہ تعالیٰ (دکھ والا عذاب) جس کی تکلیف تمام ہی نہ ہو۔

اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ معذبین ایک طرف خدا کی مخالفت کے سبب دیدارِ خداوندی سے محروم رہیں گے، تو دوسری طرف رسول کی مخالفت کے سبب شفاعتِ رسول سے بھی محروم رہیں گے۔ نعوذ باللہ من الحرمان۔ اِن محرومیوں سے خدا کی پناہ۔
منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں اُترے، تو آپ نے حراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں بھیجا، تا کہ اہلِ مکہ کو یہ بات بتا دیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کے واسطے آئے ہیں لڑنے کے ارادے پر نہیں۔ اہلِ مکہ نے حراش رضی اللہ عنہ کو داخل ہونے اور بات کرنے سے روکا، تو آنحضرت نے دوسری بار حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بھیجا، تو کافروں نے انہیں مکہ میں نظر بند کرلیا اور اُن کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو بلایا۔ یہ لوگ صحیح قول کے مطابق پندرہ سو بیس ۱۵۲۰ آدمی تھے۔ اُن سب نے اِس بات پر بیعت

کی کہ قریش کے ساتھ قتال کریں اور لڑائی سے منہ نہ پھیریں۔

آنحضرت ﷺ ببول کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ کشاف میں ہے کہ حضرت جب درخت کے نیچے بیٹھے، تو اُس کی ایک شاخ آپ کی پشتِ مبارک پر جھک پڑی۔ عبداللہ معقل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں کھڑا تھا حضرت ﷺ کے سر مبارک کے قریب اُس شاخ کو ہاتھ سے پکڑ کر پشت پر سے میں نے اٹھایا اور صحابہ نے بیعت کی قتل کرنے اور قتل ہو جانے پر کہ ہم ہرگز نہ بھاگیں گے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم آج تمام زمانہ کے لوگوں سے بہتر ہو۔

معالم میں حضرت جابر سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اُن میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا، اور اس بیعت کو 'بیعتِ رضوان' بھی کہتے ہیں، اس واسطے کہ حق تعالیٰ ان بیعت کرنے والوں سے راضی ہوا، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

یقیناً ضرور راضی ہو گیا اللہ مسلمانوں سے جب بیعت کر رہے تھے تمہاری درخت کے نیچے۔ تو اُسے معلوم تھا

مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

جو کچھ اُن کے دِلوں میں ہے، پھر اُتاری تسکین اُن پر، اور ثواب دیا اُنہیں جلد فتح پانے کا●

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

اور بہت سا مالِ غنیمت جس کو وہ لوگ لیں۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے●

(یقیناً راضی ہو گیا اللہ) تعالیٰ (مسلمانوں سے) یعنی بیعت کرنے والے صحابہ سے، (جب بیعت کر رہے تھے تمہاری) ببول کے (درخت کے نیچے۔ تو اُسے) یعنی حق تعالیٰ کو (معلوم تھا جو کچھ اُن کے دِلوں میں) اخلاص و وفا اور صدق و صفا (ہے۔ پھر اتاری تسکین) اور آرام (اُن پر اور ثواب دیا انہیں جلد فتح پانے کا)۔ فَتْحًا قَرِيْبًا سے مراد خیبر کی فتح ہے۔۔۔ یا۔۔۔ مکہ معظّمہ کی۔۔۔ یا۔۔۔ ہجر کی۔ (اور بہت سا مالِ غنیمت جس کو وہ لوگ لیں) نقد و جنس اور باغ و مکان کی شکل میں خیبر وغیرہ کے یہود سے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (زبردست) ہے یعنی غالب اور اپنے دوستوں کو غلبہ دینے والا ہے۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی حکم کرنے والا ہے دشمنوں کے مغلوب ہونے کا۔۔۔ اور۔۔۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ

وعدہ دیا تمہیں اللہ نے بکثرت غنیمتوں کا کہ لیتے رہو گے جنہیں، پھر جلدی فرمادی تمہارے لیے اُس کی، اور روک دیا

النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے۔ اور تاکہ ہو جائے نشانی مسلمانوں کے لیے، اور چلاتا رہے تم لوگوں کو سیدھی راہ●

(وعدہ دیا تمہیں اللہ) تعالیٰ **(نے بکثرت غنیمتوں کا)** روم اور فارس کے شہروں میں، بلکہ تمام عالم کے اطراف میں **(کہ لیتے رہو گے جنہیں)** قیامت تک، جب جب اہلِ اسلام اور اہلِ کفر کی جنگ ہوتی رہے گی۔ **(پھر جلدی فرمادی تمہارے لیے اس کی)** یعنی خیبر کی غنیمتیں تم کو جلد عطا فرمادی۔

(اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے)، یعنی اہلِ خیبر اور اُن کے حلفاء کہ بنی اسد اور غطفان تھے۔ یہاں تک کہ یہود کے حلفاء بھی سب کے ہاتھ تم سے مقابلہ کرنے سے کوتاہ ہو گئے، اور کوئی بھی دست درازی کا مظاہرہ نہ کر سکا۔۔ چنانچہ۔۔ ڈر کر کوئی سامنے لڑائی کے لیے نہ آسکا اور تمہارے خوف سے قلعہ بند ہو گئے، یہاں تک کہ تم اُن سے صحیح وسالم بچے۔

(اور) خیبر کی غنیمتوں کو جلد از جلد تمہیں اس لیے عطا فرمادیا گیا، **(تاکہ ہو جائے نشانی مسلمانوں کے لیے)** فتح خیبر کے باب میں رسول اللہ ﷺ کا قول سچ ہونے پر۔۔یا۔۔ غنیمتوں کے وعدہ میں اللہ جل شانہ کی بات سچ ہونے پر، یعنی تاکہ خدا اور رسول کے وعدے کی سچائی ہر ایک پر ظاہر ہو جائے، اور کفار بھی دیکھ لیں کہ خدا اور رسول نے فتح وغنیمت کے تعلق سے جو ارشاد فرمایا وہی بالکل سچ ثابت ہوا۔

(اور) مذکورہ بالا تعجیل میں نشانی ہونے کے سوا، یہ بھی حکمت تھی کہ تاکہ **(چلاتا رہے تم لوگوں کو سیدھی راہ)**۔ اور وہ توکل کی شاہراہ ہے اور فضلِ ازلی پر یقین اور وثوق کرنا اور لطف لم یزلی پر کام چھوڑنا ہے۔

اربابِ سیر اس بات پر ہیں کہ جب حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے سفرِ حدیبیہ سے مراجعت فرمائی تو وعدہ: وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا اور ثواب دیا انہیں جلد فتح پانے کا۔۔۔ کے حکم کے مطابق جنگِ خیبر کا سامان کیا اور ایک ہزار چار سو آدمی کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لا کر خیبر کے قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے اور 'منزلِ صہبا' سے 'مرحبہ' کی راہ پر روانہ ہوئے۔ ایک صبح کو 'وادی حرضہ' کی راہ سے خیبریوں کے قلعوں کے درمیان میں داخل ہوئے۔

وہ لوگ جس طرح بیلچہ وغیرہ کھیت اور باغ درست کرنے کے اوزار لے کر روز جاتے تھے، اُس دن بھی اُسی طرح بے خبری کے ساتھ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئے، کہ ناگاہ لشکرِ اسلام

انہیں نظر آیا، وہ بولے کہ "قسم خدا کی محمد ﷺ ہیں اور اُن کا لشکر" اور اپنے قلعہ میں چلے گئے اور پھر قلعہ بند ہوکر قتل پر دِل مضبوط کرلیا۔ اور مسلمانوں نے پہلے 'نطاۃ' والوں سے جنگ کی اور وہ قلعہ لے لیا، پھر 'حصار شق' فتح ہوگیا۔

مغازی محمد بن اسحاق میں مذکور ہے کہ خیبر میں حضرت ﷺ نے 'حصن ناعم' فتح کیا، پھر 'نطاۃ' اور 'شق'۔ بعد اس کے یہود نے صعب بن معاص کے قلعہ میں پناہ لی، اور وہ بھی ایک سخت لڑائی کے بعد اُن سے لے لیا گیا۔ اُن کا کپڑا اور غلہ اور بہت کچھ مال ومتاع مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر 'حصار قموص' کے محاصرہ میں مشغول ہوئے، اور وہ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ وہاں بڑی سخت لڑائی ہوئی، آخر کو حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر یہ قلعہ فتح ہوا۔

اُس قلعہ میں آپ نے مرحب خیبری کو قتل کیا اور قلعہ کا آہنی دروازہ اکھاڑ کر آپ نے اپنا سپر کیا اور یہود نے پناہ مانگی۔ یہاں بہت غنیمتیں صحابہ کے ہاتھ آئیں اور 'ابوالحقیق' کا خزانہ پایا۔ وہاں آنحضرت ﷺ کو زہر دیا گیا۔ بکری کا بچہ بھنا ہوا جس میں زہر ملا تھا، بولا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھ میں سے نہ کھایئے اس واسطے کہ مجھ میں زہر ملایا ہے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ فتح و غنیمت کے تعلق سے پہلا وعدہ تو وہ تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔۔۔

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور دوسری، کہ نہیں بس تھا تمہارا جس پر، بے شک گھیرے میں رکھا تھا اللہ نے جس کو۔ اور اللہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے ●

(اور دوسری) بات جس میں وعدہ کیا ہے تم سے غنیمتوں اور شہروں کی فتحوں کا **(کہ)** ابھی **(نہیں بس تھا تمہارا جس پر)**، یعنی ابھی تم اس پر قادر نہیں ہوئے تھے اور اُسے تم نہیں جانتے تھے۔ **(بے شک گھیرے میں رکھا تھا اللہ)** تعالیٰ **(نے جس کو)**۔

اِس سے ہوازن۔۔۔یا۔۔۔ فارس اور روم اور شام کے شہروں کی غنیمتیں مراد ہیں، اور مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قیامت تک جو فتح اِس اُمت کو حاصل ہو وہ سب اس میں داخل ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ **(ہر چاہے پر قدرت والا ہے)** جو چاہے کرے۔ جتنے شہروں پر چاہے فتح دلادے اور جتنی بھی غنیمتیں چاہے مسلمانوں کو عطا فرمادے۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر جنگ کی تم سے جنہوں نے کفر کیا ہے، تو بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر، پھر نہ پائیں گے کوئی یار اور نہ مددگار ●

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلُ ۚۖ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾

اللہ کا دستور جو ہوتا رہا پہلے سے۔اور ہرگز نہ پاؤ گے اللہ کے دستور میں تبدیلی●

(اوراگر جنگ کی) حدیبیہ میں (تم سے جنہوں نے کفر کیا ہے) اور صلح نہ کی، (تو) یہی ہونے والا ہے کہ وہ (بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر، پھر نہ پائیں گے کوئی یار) جوان کا کارساز ہواوران کی نگہبانی کرے، (اور نہ مددگار) ہی کوئی ایسا ملے گا جواُن کی مددگاری کرے۔(اللہ) تعالیٰ (کا دستور جو ہوتا رہا پہلے سے) یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اپنے مخالف پر غالب رہے ہیں۔(اور ہرگز نہ پاؤ گے اللہ) تعالیٰ (کے دستور میں تبدیلی)، اور جو کچھ اَزل میں مقدراور مقرر ہوا، لامحالہ وہ ظاہر ہوگا اور کوئی اس میں تغییر وتبدیل نہیں کرسکتا۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تھے تو اسّی ۸۰ آدمی اہلِ مکہ میں سے نماز کے وقت 'جبلِ تنعیم' پر سے نیچے دوڑے اور شب خوں مارا تاکہ صحابہ کو قتل کریں۔صحابہ نے غلبہ کرکے اُن کو گرفتار کرلیا اور حضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد فرمادیا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

وَهُوَ الَّذِیۡ کَفَّ اَیۡدِیَهُمۡ عَنۡکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ عَنۡهُمۡ بِبَطۡنِ مَکَّةَ

وہی ہے جس نے روک رکھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے، اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے، وادیٔ مکہ میں۔

مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَکُمۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا ﴿۲۴﴾

بعد اس کے کہ جتادیا تم کواُن پر۔اور اللہ جو کچھ کرتے ہواُس کا نگراں ہے●

اللہ تعالیٰ (وہی) قادرِ مطلق (ہے جس نے روک رکھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے) محض اپنے فضل وکرم سے، یہاں تک کہ انہوں نے صلح کرلی۔(اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے وادیٔ مکہ میں) یعنی حدیبیہ میں، (بعد اس کے کہ جتادیا تم کو اُن پر)، یعنی تم کو اُن کے شب خوں مارنے والے اسّی ۸۰ سواروں پر غالب کردیا۔(اور اللہ) تعالیٰ تم (جو کچھ کرتے ہواُس کا نگراں ہے)۔یعنی تمہارا کافروں سے خداورسول کے حکم سے مقاتلہ کرنا اور خانۂ خدا کی تعظیم کی جہت سے اُن پر قابو پاکر بھی معاف کردینا اور چھوڑ دینا، یہ سارے تمہارے اعمال اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔وہ تم کواُس کے سبب سے جزادے گا۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا

وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور روکا تمہیں مسجدِ حرام سے، اور قربانی کے جانور رُکا ہوا،

اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ

کہ پہنچ جائے اپنی جگہ۔ بتادیا جاتا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ" کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، جنہیں تم لوگ نہیں جانتے،

اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

یہ کہ روند ڈالو گے تم اُنہیں، پھر پہنچے تمہیں اُن کی طرف سے کوئی ضرر انجانی میں۔ تاکہ داخل فرمائے اللہ اپنی رحمت میں

مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

جسے چاہے۔" اگر وہ الگ ہوجاتے، تو یقیناً ہم عذاب دیتے اُنہیں جنہوں نے کفر کیا اُن میں سے، دکھ والا عذاب●

(وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور روکا تمہیں مسجدِ حرام سے) یعنی مسجدِ حرام کے طواف سے باز رکھا، **(اور قربانی کے جانور)** جو اونٹ قربانی کے واسطے لائے تھے **(رکا ہوا)**، یعنی جسے قربانی ہی کے لیے وقف کردیا گیا ہو اور محل قربانی تک پہنچنے کے لیے محبوس کردیا گیا ہو، **(کہ پہنچ جائے اپنی)** قربانی کی **(جگہ)** یعنی منیٰ میں۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے چونکہ تم کو عمرہ سے منع کیا اور قربانی کو اُس کے محل پر نہ جانے دیا، اس وجہ سے قتال اور استیصال کے مستحق ہوگئے، مگر ہم تم کو امسال اُن کے قتال سے باز رکھتے ہیں ان مؤمنوں کی جہت سے جو مکہ میں ہیں۔

۔۔القصہ۔۔ **(بتادیا جاتا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں)** جو مکہ میں ہیں جو اپنی کمزوری کے سبب سے ہجرت نہیں کرسکے ہیں اور اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہے **(جنہیں تم لوگ نہیں جانتے)**، تو امکان ہے **(یہ کہ)** اپنی لاعلمی میں **(روند ڈالو گے تم انہیں پھر پہنچے تمہیں اُن کی طرف سے کوئی ضرر انجانی میں)** یعنی لاعلمی میں ایمان والوں کے قتل ہوجانے کا رنج وغم اور اس پر کافروں کی طرف سے یہ تکلیف دہ طعنہ کہ مسلمانوں نے اپنے دینی بھائیوں اور ہم مذہب لوگوں کو قتل کرڈالا۔ اور پھر تم پر قتلِ خطاء کا کفارہ لازم آتا۔

کیونکہ اگر مسلمان 'دار الحرب' میں رہنے والے کسی مسلمان کو قتل کردیں، جو اپنے ضعف کی وجہ سے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کرسکا ہو، تو اُس پر 'قتلِ خطاء' کی دیت لازم نہیں آتی، صرف 'کفارہ' لازم آتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ سورۂ نساء آیت ۹۲ میں ہے کہ "پس اگر وہ مقتول

تمہارے دشمن کی قوم میں رہنے والا ہو اور وہ مقتول مؤمن ہو تو اس کا کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے۔"

۔۔الختصر۔۔البتہ ہم تمہارے ہاتھ نہ روکتے، پس منع کیا ہم نے تم کو اہلِ مکہ کے قتل سے اُن ایمان والوں کی نگہبانی کے لیے جو اُن میں ہیں اور یہ اِس واسطے ہے، **(تا کہ داخل فرمائے اللہ) تعالیٰ (اپنی رحمت میں جسے چاہے)۔**

یہاں رحمت سے مراد نیکیوں کی زیادتی کی توفیق ہے اور بعض نے فرمایا اِس سے مقصود دینِ اسلام ہے۔

(اگر وہ) مؤمن (الگ ہو جاتے) اور جدا ہو جاتے کافروں سے اور مکہ میں نہ ہوتے، **(تو یقیناً ہم عذاب دیتے انہیں جنہوں نے کفر کیا اُن)** اہلِ مکہ **(میں سے دکھ والا عذاب)** عقبیٰ میں اور دُنیا میں قید و قتل کے سبب سے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

جب کہ کی کافروں نے اپنے دِلوں میں ہٹ، جاہلیت کی ہٹ، تو اُتارا اللہ نے

سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا

اپنی تسکین کو اپنے رسول پر، اور مسلمانوں پر اور لازم کر دیا اُن پر خوفِ خدا کے کلمہ کو، اور تھے وہ

اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠ (٢٦) ع ٣ ۱۱

زیادہ حقدار اور اہلیت والے اُس کے، اور اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

اَے محبوب! یاد کرو **(جبکہ کی کافروں نے اپنے دلوں میں ہٹ)** یعنی تعصب، تکبر اور **(جاہلیت کی ہٹ)** اور غیرت کا مظاہرہ کیا، اور انہوں نے باہم یہ بات کہی کہ محمد ﷺ کو اور اُن کے یاروں کو مکہ میں ہم آنے کی اجازت نہ دیں گے، اس واسطے کہ انہوں نے بدر اور اُحد میں ہمارے باپ بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ قسم لات اور عزیٰ کی کہ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے مکانوں اور ہمارے شہر میں نہ آئیں۔

جب انہوں نے اپنا یہ جھگڑا پیش کیا، **(تو اتارا اللہ) تعالیٰ (نے اپنی تسکین)** یعنی آرام اور وقار **(کو اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر)**، کہ انہوں نے مقابلہ اور مقاتلہ نہیں کیا اور صلح پر راضی ہو کر

معاودت اور واپسی کی۔ اور سہیل بن عمرو جو صلح نامہ کا باعث تھا، اُس نے ہرگز اجازت نہ دی کہ صلح نامہ پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھیں اور راضی نہ ہوا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ تحریر کریں، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے (اور لازم کر دیا ان پر خوفِ خدا کے کلمہ کو) یعنی انہیں کلمۂ تقویٰ پر مستحکم کر دیا۔

کلمۂ تقویٰ سے مراد کلمۂ شہادت ہے۔۔یا۔۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے کہ اہلِ مکہ نے اُس کو پسند نہ کیا۔۔یا۔۔کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کہ اس کو لکھنے کی اجازت نہ دی۔

(اور تھے وہ زیادہ حقدار اور اہلیت والے اس کے)۔۔الغرض۔۔کلمۂ اخلاص کے حقدار مسلمان ہی ہیں نہ کہ کفار، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین کے لیے اور اپنے نبی کی رفاقت کے لیے مختص فرما لیا ہے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔

حدیبیہ کی واپسی کے بعد کوئی اپنی قلتِ تامل سے یہ سوچ سکتا ہے کہ ہمارے رسول کے خواب کی تعبیر سچ نہ ہوئی، اور ہم نے خانۂ خدا کا طواف نہ کیا، اور اُس جگہ پر سر منڈانا، بال کٹوانا ہم ادا نہ کر سکے، ممکن ہے کہ بعض منافقین نے ایسا سوچا بھی ہو اور کہا بھی ہو، تو اِس طرح کی سوچ کا قلع قمع کرنے کے لیے آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ۔۔۔

لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ ۚ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ

بے شک اللہ نے سچ دکھا دیا اپنے رسول کو خواب بالکل ٹھیک کہ "ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں،

اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ ۙ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَ مُقَصِّرِیۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ ؕ

ان شاء اللہ امن وامان سے۔ منڈاتے اپنے سروں کو، اور کتر واتے۔ نہ خوف کھاؤ گے تم۔

فَعَلِمَ مَا لَمۡ تَعۡلَمُوۡا فَجَعَلَ مِنۡ دُوۡنِ ذٰلِکَ فَتۡحًا قَرِیۡبًا ﴿۲۷﴾

تو اللہ نے جان لیا جو تم لوگوں نے نہ جانا۔ تو کر دیا اُس کے پہلے ایک قریب کی فتح کو●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (نے سچ دکھا دیا اپنے رسول کو خواب بالکل ٹھیک، کہ ضرور داخل ہو گے تم مسجدِ حرام میں)، حق تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے مطابق اگلے برس، (انشاء اللہ امن وامان سے۔ منڈاتے اپنے سروں کو اور کترواتے) یعنی بعض منڈائیں گے اور بعض کتروائیں گے، اور حال یہ ہو گا کہ (نہ خوف کھاؤ گے تم) کسی سے، (تو اللہ) تعالیٰ (نے جان لیا) ازل میں (جو تم لوگوں نے نہ جانا) کہ حکمت عمرہ کی تاخیر میں ہے۔

(تو کر دیا اس کے پہلے)، یعنی عمرۂ قضا کے لیے مسجد حرام میں داخل ہونے سے پہلے (ایک قریب کی فتح کو) تمہارے واسطے مقرر۔ اور وہ خیبر کی فتح ہے تاکہ عمرہ کی تاخیر کا رنج مسلمانوں کے دلوں سے جاتا رہے اور اس فتح کے سبب سے خوشدل ہو جائیں۔۔ المختصر۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ایک سال کی تاخیر سے عمرہ کرنے میں مسلمانوں کے لیے خیر اور صلاح ہے اور تم اُس چیز کو نہیں جانتے تھے۔

کیونکہ نبی ﷺ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد خیبر کی طرف گئے اور اس کو فتح کر لیا، اور خیبر سے مسلمان بہت زیادہ اموالِ غنیمت لے کر آئے اور حدیبیہ کے بعد اگلے سال مسلمانوں کی تعداد اور اُن کی قوت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

پھر جب فتح مکہ کرنے گئے، تو آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے، اور قریشِ مکہ چند گھنٹوں کی لڑائی میں دس بارہ ہزار آدمی قتل کرا بیٹھے، اور پھر انہوں نے اجتماعی طور پر شکست قبول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فاتحانہ شان سے مسجدِ حرام میں داخل ہو گئے، اور مکہ میں نصب سارے بت توڑ ڈالے اور **جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ** کا نعرہ بلند فرمایا۔ اور حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی۔۔۔

اِس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مسلمانوں کو کس سال عمرہ کے لیے مسجد حرام میں داخل ہونا ہے، اور مسلمانوں کو یہ علم نہیں تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ مکہ میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں اور حدیبیہ پر حملہ کی صورت میں وہ روندے جائیں گے اور مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا۔

بعض مفسرین نے 'فتح' سے 'فتح مکہ' مراد لیا ہے۔ اور اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ **فَتْحًا قَرِيبًا** سے 'صلح حدیبیہ' مراد ہے جس کے بعد اسلام میں بہت فتوحات ہوئیں، کیونکہ اُس صلح کے بعد قریش کے ساتھ جنگ ختم ہو گئی، لوگ امن اور عافیت میں آگئے۔ دین اسلام کے برحق ہونے اور شرک کے باطل ہونے پر گفتگو اور بحث شروع ہو گئی۔ اور جو شخص بھی اسلام پر غور کرتا وہ مسلمان ہو جاتا، اور اُس کے بعد دو سالوں میں اس قدر لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ اِس سے پہلے کبھی اتنے داخل نہ ہوئے تھے۔

چھ ہجری میں مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی اور اِس دو سال کے بعد فتح مکہ کے سال مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی، اور یہ مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔ یہ فتح مبین عطا فرمانے والا خدا۔۔۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ

وہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ، تاکہ غالب کردے اُسے

عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاؕ۝۲۸

ہر ایک دین پر۔ اور اللہ کافی گواہ ہے●

(وہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ) یعنی ہدایت حق اور احکام بیان کرنے کے ساتھ۔۔ نیز۔۔ دینِ حق یعنی اسلام کے ساتھ، (تاکہ غالب کردے اُسے) یعنی اُس دین کو (ہر ایک دین پر)۔ یعنی اور دین اگر حق ہو تو اُس کے احکام منسوخ کردے، اور اگر باطل ہو تو اُس کو جڑ سے اکھاڑ دے۔

غلبہ کی تین۳ شکلیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔ آپ کو تمام ادیان کے اوپر دلائل کے ساتھ غلبہ عطا فرمائے۔

﴿۲﴾۔۔ آپ کی شریعت تمام شریعتوں کے لیے ناسخ ہوجائے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اسلام کے غلبے کی یہ دونوں شکلیں آج بھی موجود ہیں اور انشاءالمولیٰ تعالیٰ قیامت تک موجود رہیں گی۔

﴿۳﴾۔۔ غلبہ کی تیسری شکل یہ ہے کہ جہاد کے ذریعہ آپ کو غلبہ عطا فرمائے۔ مختلف مقامات پر اور مختلف اوقات میں یہ غلبہ بھی حاصل ہوتا رہا، اور انشاءالمولیٰ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد اِس خبر کا ظہورِ کامل بھی ہوجائے گا اور ساری دُنیا میں اسلام کے سوا کوئی دین یا تو موجود ہی نہ ہوگا، یا ہوگا مگر مقہور و مغلوب ہوگا۔

اَے محبوب! اگر سہیل بن عمرو قرشی کا اِس بات پر اصرار ہے کہ صلح نامہ میں 'محمد رسول اللہ' صلی اللہ علیہ وسلم، نہ لکھیں، بلکہ 'محمد ابن عبداللہ' لکھیں، تو اُس کا غم نہ کریں اس لیے کہ آپ کی نبوت (اور) رسالت پر (اللہ) تعالیٰ (کافی گواہ ہے)۔ وہ تو ارشاد فرما ہی رہا ہے۔۔۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو اُن کے اصحاب ہیں، سخت ہیں کافروں پر، رحم دِل ہیں آپس میں،

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ

اُنہیں دیکھو گے رکوع کرتے ہوئے، سجدہ میں پڑے ہوئے، چاہتے ہیں فضل کو اللہ سے اور خوشنودی کو۔ اُن کی پہچان ہے

فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ ۖۛۚ وَمَثَلُهُمۡ

اُن کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے۔ یہ بیان ہے اُن کا توریت میں، اور ذکر ہے اُن کا

فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚۛ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰى عَلٰى

انجیل میں کہ "جیسے کھیتی ہے جس نے نکالی اپنی سوئی، پھر اُسے قوت دی، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنی جڑ پر

سُوۡقِهٖ يُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَـغِيۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

کھڑی ہوگئی، بھلی لگنے لگی کاشتکاروں کو،" تا کہ جل بھنیں اُس سے سارے کافر۔ وعدہ دیا اللہ نے اُنہیں، جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ع ﴿۲۹﴾

اور نیکیاں کیں اُن میں سے، مغفرت اور بڑے ثواب کا●

(کہ محمد اللہ) تعالیٰ (کے رسول ہیں۔ اور جو اُن کے اصحاب ہیں سخت) اور کڑے (ہیں کافروں پر) اور (رحم دل ہیں آپس میں)۔ یعنی ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ (انہیں دیکھو گے رکوع کرتے ہوئے سجدہ میں پڑے ہوئے)، یعنی وہ اکثر اوقات نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ سب صفتیں صحابہ کرام کی ہیں مگر اِن الفاظ میں اشارہ خواصِ اصحاب کی طرف ہے، جو اِن صفات سے بدرجہ کمال متصف ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ **وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے، اس واسطے کہ قرب اور معیت اور مصاحبت اور رفاقت کے ساتھ گھر اور غار اور سفروں میں آپ مخصوص ہیں۔ اور **اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے، اس واسطے کہ مشرکوں اور منافقوں کے ساتھ آپ نہایت سخت اور کڑے تھے۔

اور سارے علماء اِس بات پر متفق ہیں کہ **رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ** حضرت عثمان ذوالنورین کی صفت ہے، اس واسطے کہ آپ کی نرم دلی اور حیاء اور دلنوازی اور وفا مشہور و معروف ہے۔ خالق اور خلائق، سب کے نزدیک آپ اِن صفتوں اور نشانوں سے موصوف اور موسوم ہیں۔ اور **رُكَّعًا سُجَّدًا** حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے حال کی شرح ہے، اس واسطے کہ آپ کے اکثر اوقات عبادت ہی میں گزرتے تھے، یہاں تک کہ ہر شب ہزار بار نماز شروع کرنے میں اللہ اکبر کہنے کی آواز خلوت سے آپ کے آستانِ عالی کے خادموں کے کان میں پہنچتی تھی۔ یہ سارے بزرگ۔۔۔

(چاہتے ہیں فضل کو اللہ) تعالیٰ (سے اور) اس کی (خوشنودی کو۔ اُن کی پہچان ہے اُن کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے)، یعنی نماز کا اثر ان حضرات کی نورانی پیشانیوں سے ظاہر تھا، اس

سطے کہ نمازی کا چہرہ اہلِ دِل کی نظر میں آفتابِ تاباں ہے، کیونکہ جورات کو بہت نماز پڑھتا ہے دن کو
ں کا چہرہ اور نورانی ہوتا ہے۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب روحیں قربِ الٰہی کی برکت سے صاف ہوگئیں، تو معرفت کے نور چہروں سے ظاہر ہوجاتے ہیں۔

(یہ بیان ہے اُن کا توریت میں اور ذکر ہے اُن کا انجیل میں)۔ یعنی اُن بزرگوں کے تعلق
ے یہ وصف جو مذکور ہوا انہیں صفتوں کے ساتھ ان کا توریت وانجیل میں بھی ذکر ہے۔۔ چنانچہ۔۔
ریت وانجیل میں ان کے تعلق سے یہ مثال دی گئی ہے۔۔۔

(کہ جیسے کھیتی ہے جس نے نکالی اپنی سوئی)، یعنی اس کی چھوٹی شاخ میں اکھوا پھوٹتا ہے اور
ئی نکلتی ہے، (پھر اُسے قوت دی)، یعنی اپنی اس شاخ کو قوی کیا، (پھر موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر) سیدھی
کھڑی ہوگئی)۔ پہلے بیج تھا، پھر نرم گھاس ہوتی ہے، اور آخر کو درخت ہوجاتا ہے۔ (بھلی لگے کاشتکاروں
و)۔ یعنی اُس کی قوت اور تیاری اور سیدھا کھڑا ہونا ان امور نے کاشتکاروں کو خوش کردیا کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کی محنت ضائع نہیں ہونے دی اور ان کی کھیتی ان کے سامنے لہلہاتی بارآور نظر آئی۔

اِس مثال میں یہ خوبی ہے کہ اس میں رسولِ کریم اور آپ کے اصحاب کے مساعئ جمیلہ کی طرف بہت لطیف انداز میں اشارہ ہوجاتا ہے، اس واسطے کہ پہلے دعوتِ اسلام ضعیف تھی، پھر کسی قدر بڑھی اور قوت پکڑی اور پھر مضبوط ہوکر سیدھی قائم ہوگئی، اور اہلِ عالَم کے تعجب کا سبب ہوئی۔ تو اِس مثال میں سیدنا محمد ﷺ گویا کھیت ہیں، اور اس کی کونپلیں آپ کے اصحاب ہیں جو پہلے کم تعداد میں تھے پھر بتدریج زیادہ ہوتے گئے۔ اور اُس کھیت کو بڑھانا اور پروان چڑھانا یہ کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے کیا۔۔۔

(تاکہ جل بھنیں اُس سے سارے کافر)۔

امام قشیری نے فرمایا کہ یہ آیت اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے، تو جوکوئی اُن پر غصہ کرے اور اُن کے ساتھ دشمنی رکھے وہ کافروں کی رَوِش اپنا رہا ہے۔

(وعدہ دیا اللہ) تعالیٰ (نے انہیں جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اُن میں سے) یعنی ان سب
سے حق تعالیٰ نے (مغفرت اور بڑے ثواب کا) وعدہ فرمایا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور وہ جنت ہے۔

اختتام سورۃ الفتح ۔۔ ۱۱ر جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۳ر مئی ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ

ابتداء سورۃ الحجرات ۔۔ ۱۱ر جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۳ر مئی ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ ۴۹ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۶ — اٰیَاتُھَا ۱۸ — رُکُوْعَاتُھَا ۲

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ

سورۂ حجرات ۔۔ ۴۹ مدنیہ ۱۰۶ — آیاتہا ۱۸ ۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'الحجرات' ہے، جو اِسی سورت کی آیت ۴ سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کا ادب اور احترام تمام فرائض سے بڑھ کر فرض ہے، بلکہ 'جزوِ ایمان' ہے۔ اِس کے سوا بعض معاشرتی آداب کی وضاحت ہے اور ان کے سوا بھی بہت ساری صلاح وفلاح سے متعلق ہدایتیں ہیں۔ ایسی بارگاہِ نبوت کے آداب اور باعزت زندگی گزارنے کا طریقہ سکھانے والی سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔تلاوتِ قرآن کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اَے ایمان والو! نہ بڑھو اللہ اور اُس کے رسول کے آگے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

اور ڈرتے رہو اللہ کو۔ بے شک اللہ سننے والا علم والا ہے●

(اَے ایمان والو! نہ بڑھو) یعنی نہ آگے بڑھاؤ اپنے اقوال (اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کے) قول کے (آگے)۔ یعنی بات نہ کرو رسولِ مقبول ﷺ کے بات کرنے سے پہلے۔۔یا۔۔آپ سے امر و نہی میں جلدی نہ کرو۔۔یا۔۔قرآن اور حدیث کے معنی اور تاویل میں رسول اللہ ﷺ پر سبقت نہ کرو، اس واسطے کہ آپ اس کے معنی اور تاویل خوب جانتے ہیں۔ (اور ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) قول اور فعل میں پہل اور جلدی کرنے سے۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (سننے والا) ہے تمہاری باتیں اور (علم والا ہے)، یعنی جاننے والا ہے تمہارے کام۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

اَے ایمان والو! نہ اونچی کرواپنی اپنی آوازوں کو، آنحضرت کی آواز پر۔ اور نہ چِلاّ وُ وہاں

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ

بات کرنے میں ایک دوسرے سے چِلاّنے کی طرح، کہ اَکارت ہو جائیں گے تمہارے اعمال،

وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

اور تم بے خبر ہی رہو گے●

(اَے ایمان والو! نہ اونچی کرواپنی اپنی آوازوں کو آنحضرت کی آواز پر)۔ یعنی یہ ادب ہے کہ جب بات کروتو آپ کی آواز سے بلند آواز نہ نکالو۔ **(اور نہ چِلاّ وُ وہاں بات کرنے میں ایک دوسرے سے چِلاّنے کی طرح)**۔ یعنی اُس بارگاہ میں اِس طرح چِلاّ کر مت بولو جس طرح تم ایک دوسرے سے آپس میں چِلاّ کر بات کرتے ہو۔

بعض مفسرین نے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نام اور کنیت کے ساتھ نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بلکہ آپ کو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، کہہ کر پکارا کرو۔

۔۔الختصر۔۔ ہر حال میں لوازمِ ادب کی رعایت کرتے رہو، کیوں (کہ) تمہاری جسارت اور بے ادبی کے سبب **(اکارت ہو جائیں گے تمہارے اعمال اور تم بے خبر ہی رہو گے)**۔

بے شک: من ترك الادب رد عن الباب جس نے بے ادبی کی وہ مردودِ درگاہ ہے۔ تو لاکھوں برس ابلیس نے جو طاعت اور عبادت کی تھی، ایک بے ادبی میں ضائع ہوگئی۔

روایت ہے کہ ثابت بن قیس جو بلند آواز تھے ہمیشہ آنحضرت سے باآوازِ بلند ہی بات کرتے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اپنے گھر بیٹھ رہے اور گریہ وزاری میں مشغول ہوئے۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی، آپ نے اُن کو بلایا اور فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کی یارسول اللہ! میرے کان میں گرانی ہے اور میں اونچا سنتا ہوں، اس لیے میں آپ کی مجلس میں بلند آواز سے بات کرتا ہوں۔ میں ڈرا کہ میرے عمل حبط اور ضبط ہوگئے ہوں گے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تُو اِس پر راضی نہیں ہے کہ زندہ بھی خیر کے ساتھ رہے اور مرنے پر بھی خیر کے ساتھ رہے، یعنی شہید ہو اور تُو جنتی ہو۔ ثابت نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اِس خوشخبری سے بے شک خوش ہوا، اور ہرگز آپ کے سامنے آواز بلند نہ کروں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ

بے شک جو پست رکھیں اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے پاس، تو وہی ہیں کہ

امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳﴾

کھرا کر دیا اللہ نے اُن کے دِلوں کو خوفِ خدا کے لیے۔ اُنہیں کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب●

(بے شک جو پست رکھیں اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے پاس) اور ادب کے ساتھ آہستہ سے بات کریں، (تو وہی ہیں کہ کھرا کر دیا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے دلوں کو)۔ یعنی آزمائش کر لی ہے (خوفِ خدا کے لیے)۔ یعنی اُن کے دِلوں کو قبولِ تقویٰ کے واسطے چن لیا ہے۔

'کشف الاسرار' میں ہے کہ پاکیزہ کیا ہے اللہ نے اُن کے دِلوں کو، اور امتحان کا معنی پاکیزہ کرنا ہے جس طرح جس سونے کو گھریا میں رکھتے ہیں تاکہ اُس کی میل جل جائے اور خالص سونا رہ جائے، تو اُسے کہتے ہیں کہ یہ سونا آزمایا ہوا ہے۔

(انہیں) پاک دِلوں (کے لیے مغفرت ہے) گناہوں سے (اور بڑا ثواب) یعنی اجرِ عظیم ہے۔

روایت ہے کہ رسولِ مقبول نے ایک لشکر 'بنی العنبر' کے قبیلوں میں سے ایک قبیلے کی طرف بھیجا، وہ لشکر چند قیدی مدینہ منورہ میں لایا۔ بنی تمیم کے کچھ لوگ اُن قیدیوں کے پیچھے پیچھے مدینے میں آئے۔ دوپہر کا وقت تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ یہ لوگ حجرہ شریفہ کے دروازے پر جاتے تھے اور چلاّتے تھے، کہ اے محمد ﷺ باہر آئیے، ہمارے قیدیوں کا فیصلہ فرمائیے۔ آخر حضرت جاگ پڑے اور باہر تشریف لائے۔ اور انہی لوگوں میں سے ایک کو حکم کیا۔ اُس نے حکم دیا کہ نصف قیدیوں سے فدیہ لیجیے اور نصف آزاد کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی کیا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ لَوۡ

بے شک جو پکاریں تم کو حجروں کے باہر سے، اُن کے بہتیرے عقل نہیں رکھتے● اور اگر

اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَكَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾

وہ رُکے رہتے، یہاں تک کہ برآمد ہوتے تم خود اُن کی طرف، تو یقیناً بہتر ہوتا اُن کے لیے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے●

(بے شک جو پکاریں تم کو حجروں کے باہر سے اُن کے بہتیرے عقل نہیں رکھتے) اور ادب کی رعایت نہ جانتے ہیں اور نہ کرتے ہیں۔ (اور اگر وہ رُکے رہتے) اور صبر کرتے (یہاں تک کہ برآمد ہوتے تم خود اُن کی طرف، تو یقیناً بہتر ہوتا اُن کے لیے) کیونکہ اس طرح وہ بے ادبی سے بچ جاتے۔ اور اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے اُن لوگوں کو جو بے ادبی سے توبہ کریں۔ اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے اہلِ ادب پر جو سید الانبیاء کی تعظیم کرتے ہیں، اِس واسطے کہ ادب رحمت کو کھینچتا اور رحمت نعمت کو کھینچتی ہے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے نوٗیں برس ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی المصطلق کے پاس بھیجا تا کہ اُن سے زکوٰۃ تحصیل لائیں۔ ان لوگوں اور ولید کے درمیان زمانہء جاہلیت میں خون ہو گیا تھا۔ جب انہوں کے ولید کے آنے کی خبر سنی تو پرانی عداوت سے درگزرے اور نئی محبت کی بنیاد ڈالی۔

بہت لوگ تعظیم کی راہ سے استقبال کے واسطے باہر آئے۔ ولید سمجھے کہ مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے آتے ہیں۔ پس بھاگ کر رسولِ مقبول ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ بنی المصطلق مرتد ہو گئے ہیں، انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک گروہ کے ساتھ اُن پر بھیجا اور فرمایا کہ اُن کے کام میں بڑی احتیاط کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ حضرت خالد گئے اور ایک شخص کو ان لوگوں میں روانہ کیا کہ اُن کا حال دریافت کر آئے۔ اُس نے جا کر دیکھا کہ اذان کہتے ہیں، جماعت سے نماز پڑھتے ہیں، اسلام کا طریقہ اُن سے ظاہر ہے۔ وہ پھر آیا اور حضرت خالد سے کیفیت کہی، حضرت خالد نے رسولِ مقبول ﷺ سے حال عرض کیا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا

اے ایمان والو! اگر لے آیا تمہارے پاس کوئی فاسق کسی خبر کو، تو خوب تحقیق کرلو، کہ مصیبت ڈال بیٹھو

قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾

کسی قوم پر بے خبری میں، تو رہ جاؤ جو کر گزرو اُس پر پچھتانے والے●

(اَے ایمان والو! اگر لے آیا تمہارے پاس کوئی فاسق) یعنی جھوٹا، فرمانبرداری سے باہر نکلا ہوا (کسی خبر کو) جو وحشت دلانے والی ہو اور رنج کی باعث ہو اور وہ خبر خلاف واقع کے کہے، (تو) سنتے ہی یقین نہ کرلو بلکہ (خوب تحقیق کرلو)۔ ایسا نہ ہو (کہ مصیبت ڈال بیٹھو کسی قوم پر بے خبری میں)، یعنی انہیں کافر سمجھ کر قتال کر بیٹھو اور حقیقت میں وہ مسلمان ہوں۔ (تو رہ جاؤ جو کر گزرو اُس پر پچھتانے والے)۔۔الحاصل۔۔کسی فاسق کی دی ہوئی خبر پر اعتماد کر کے کام میں جلدی نہ کر بیٹھا کرو تاوقتیکہ خبر سچ ہونے کا نشان تم پر نہ ظاہر ہو جائے۔۔۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اور جان لو کہ "بلاشبہ تم میں رسول اللہ ہیں، اگر مان لیا کریں تمہاری بہت سے کاموں میں، تو یقیناً تم مشقت میں پڑ جاتے،

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ

لیکن اللہ نے محبوب بنا دیا تمہیں ایمان کو، اور سجا دیا اُسے تمہارے دِلوں میں، اور ناگوار کر دیا تمہیں کفر

وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷

ونافرمانی وبے حکمی کو۔" وہی ہیں رشد وہدات والے●

(اور جان لو کہ بلاشبہ تم میں رسول اللہ ہیں)، اُن کی تعظیم مقتضی اِس کو ہے کہ اُن کے حضور میں جھوٹ اور بے ہودہ باتیں نہ عرض کرو، تو (اگر مان لیا کریں تمہاری بہت سے کاموں میں) بلا تحقیق اور تمہاری رائے پر کام کیا کریں، (تو یقیناً تم مشقت میں پڑ جاتے) اور ہلاک ہو جاتے۔ (لیکن) ایسا نہیں ہوا، اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (نے محبوب بنا دیا تمہیں ایمان کو اور سجا دیا اُسے تمہارے دلوں میں، اور ناگوار کر دیا تمہیں کفر ونافرمانی وبے حکمی کو)۔۔المختصر۔۔تم خدا کی حفاظت ونگرانی میں ہو، تو بھلا تم ایمان وتوحید کو چھوڑ کر کفر وفسق اور نافرمانی کی راہ پر کیسے چل سکتے ہو۔ (وہی ہیں رشد وہدایت والے)۔ یعنی جنہوں نے خبریں تحقیق کرلیں، وہ ہیں راہ پائے ہوئے صلاح کی طرف۔ اور ایمان کو زینت دینا اور کفر سے پاک کرنا یہ سب۔۔۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

اللہ کا فضل وکرم۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے●

(اللہ) تعالیٰ (کا فضل وکرم) ہے، یعنی اُس فضل کے سبب سے ہے جو کچھ اس کی طرف سے
تو پہنچا اور نعمت ہے اُس کی بارگاہ سے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (علم والا) ہے وہ جانتا ہے خبر دینے والوں
سچ اور جھوٹ۔ اور (حکمت والا ہے) حکم کرنے والا اور محکم کار ہے بندوں کے امور میں۔ اُس کی
توں میں یہ بھی ایک حکمت ہے کہ خبروں کی تحقیق کا حکم فرمایا، اس واسطے کہ جھوٹی خبروں سے انواع
سام کے فتنے اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ابن ابی سے آنحضرت ﷺ کے حضور جھگڑا ہوا اور یہاں تک نوبت آئی کہ دونوں کی قوم سے مدد پہنچی، اور سخت سست کہنے سے حرب و ضرب تک مہم کھنچی۔ ابن ابی اگرچہ کھلا ہوا منافق تھا مگر اُس کی برادری کے اکثر لوگ مسلمان تھے، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔

وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر دو گروہ مسلمانوں کے باہم لڑ پڑیں، تو صلح کرادو اُن کے درمیان۔ پھر اگر زیادتی کی

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ

ایک نے دوسرے پر، تو لڑ جاؤ اُس سے جو زیادتی کر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ رجوع لائے اللہ کے حکم کی طرف۔

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ

تو اگر رجوع لائے تو صلح کرادو اُن کے درمیان انصاف سے، اور انصاف سے کام لیا کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹

بے شک اللہ پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو●

(اور) ارشاد فرمایا کہ (اگر دو گروہ مسلمانوں کے باہم لڑ پڑیں تو صلح کرادو اُن کے درمیان)
نصیحت کر کے، اور اُنہیں بلاؤ خدا اور رسول کے حکم کی طرف، (پھر اگر زیادتی کی ایک نے دوسرے پر)
اور صلح سے عدول کرے اور خدا کے حکم پر راضی نہ ہو، (تو لڑ جاؤ اُس سے جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک
کہ وہ رجوع لائے اللہ) تعالیٰ (کے حکم کی طرف) اور خدا کا حکم مان لے۔

(تو اگر رجوع لائے) وہ باغی گروہ حق کی طرف اور ظلم چھوڑ کر وہ لوگ احکام شرع کے مطیع
ہو جائیں، (تو صلح کرادو اُن کے درمیان انصاف سے) اور ان کی اصلاح کرد و راستی کے ساتھ۔

(اور) اس طرح کے معاملات میں ہمیشہ (انصاف سے کام لیا کرو)، یعنی راہِ حق سے نہ ہٹو اور کسی ایک طرف جھک نہ جاؤ۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو) جو قول اور فعل میں قاعدۂ عدالت کی رعایت کرتے ہیں، اس واسطے کہ بادشاہی اور دین کا مدار کارِ عدل پر ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ع ۱۲

سارے مسلمان بھائی ہی ہیں، تو صلح کرادو اپنے بھائیوں میں، اور اللہ کو ڈرو کہ تم رحم کیے جاؤ●

جب (سارے مسلمان بھائی ہی ہیں) ایک دوسرے کے دین میں، اس لیے کہ سب منسوب ہیں ایک ہی اصل کی طرف اور وہ ایمان ہے، (تو صلح کرادو اپنے بھائیوں میں) ان کے درمیان جب کسی طرح کا خلاف واقع ہو۔

ذکر کرنے میں دو بھائیوں کی تخصیص اِس جہت سے ہے کہ جس کے درمیان لڑائی ہوتی ہے، وہ کم از کم دو آدمی ہوتے ہیں۔۔یا۔۔اوس اور خزرج کی اولاد مراد ہو اور وہ دو بھائی تھے۔آیتِ کریمہ کا شانِ نزول عموم کے منافی نہیں، تو یہ حکم قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (کو ڈرو) یعنی عذابِ الٰہی سے ڈرو حکم کی مخالفت کرنے میں، تا (کہ تم رحم کیے جاؤ) یعنی تمہیں اپنے تقویٰ پر امید رکھنی چاہیے کہ تم پر رحم کیا جائے جیسے تم رحم کے مستحق ہو۔

روایت ہے کہ بنی تمیم کا ایک گروہ فقیر صحابہ پر ہنستا تھا، جیسے حضرت عمار بن یاسر، حضرت سلمان فارسی، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہم پر، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ

اَے ایمان والو! نہ ہنسی اڑائیں مرد کسی مرد کی، بہت ممکن ہے کہ وہ بہتر ہوں اُن ہنسی اڑانے والوں سے۔

وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

اور نہ عورتیں عورتوں سے، ہوسکتا ہے وہ بہتر ہوں ہنسی اڑانے والیوں سے۔ اور نہ طعنہ دیا کرو اپنوں کو،

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ

اور مت بُرے بُرے رکھو آپس میں نام۔ کتنا بُرا نام ہے نافرمانی کرنے کا ایمان لانے کے بعد۔

وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جس نے توبہ نہ کی، تو وہی زیادتی کرنے والے ہیں●

(اَے ایمان والو!) خیال رہے کہ (نہ ہنسی اڑائیں مرد کسی مرد کی، بہت ممکن ہے کہ وہ بہتر ہوں اُن ہنسی اڑانے والوں سے۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے) تمسخر کریں، (ہوسکتا ہے وہ بہتر ہوں ہنسی اڑانے والیوں سے۔ اور نہ طعنہ دیا کرو اپنوں کو) یعنی اپنے دین والوں کو، اِس واسطے کہ سب مؤمن ایک ذات کے مثل ہیں، تو جس نے دوسرے کی عیب جوئی کی اُس نے خود اپنی عیب جوئی کی۔

(اور مت بُرے بُرے رکھو آپس میں نام)۔ اگر کوئی نصرانی اور کوئی یہودی مسلمان ہوجائے، تو اُن کو ایمان والا کہہ کر ہی پکارو، اَے یہودی! اَے نصرانی! کہہ کر آواز نہ دو۔ ازراہِ مذاق بھی ایسا کہنا صحیح نہیں۔ اِسی طرح کسی مؤمن کو فاسق اور منافق کہنا بھی جائز نہیں، کیونکہ (کتنا بُرا نام ہے نافرمانی کرنے کا ایمان لانے کے بعد)۔ یعنی مؤمن کو فسق کے ساتھ یاد کرنا اور اُسے یہود و نصاریٰ کہنا کتنا بُرا نام دینا ہے اور کیسی زبردست بدنامی ہے، جبکہ وہ ایمان قبول کرچکا ہے۔ (اور جس نے توبہ نہ کی) ان منع کی ہوئی باتوں سے، (تو وہی زیادتی کرنے والے ہیں) اپنے نفس پر کہ اپنے کو محلِ عتاب میں لاتے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

اَے ایمان والو! بچو بہتیرے گمان سے۔ بلاشبہ کوئی کوئی گمان گناہ ہوتا ہے، اور عیب جوئی نہ کیا کرو،

وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ

اور نہ غیبت کرے ایک دوسرے کی۔ کیا پسند کرے گا تم میں کوئی کہ "کھائے اپنے مرے

اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

بھائی کا گوشت۔" اُس کو تو تم نے ناگوار قرار دیا۔ اور ڈرتے رہو اللہ کو۔ بے شک اللہ توبہ قبول فرمانے والا رحم والا ہے●

(اَے ایمان والو! بچو) اور پرہیز کرو (بہتیرے گمان سے۔ بلاشبہ کوئی کوئی گمان گناہ ہوتا ہے)، یعنی اُن سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

گمان کی چار قسمیں ہیں:

ایک وہ جس کا حکم ہو: وہ نیک گمان کرنا ہے خدا کے ساتھ اور مؤمنوں کے ساتھ۔ حدیث

میں ہے کہ نیک گمان کرنا ایمان میں سے ہے۔

دوسرا حرام: اور وہ خدا اور مؤمنوں کے ساتھ بُرا گمان کرنا، کیونکہ یہ موجبِ گناہ ہے۔

تیسرا مستحب: وہ قبلہ کے باب میں اپنے دِل سے حکم لینا ہے اور امورِ اجتہادی میں غلبہ ظن پر بنیاد قائم کرنا۔

چوتھا مباح: اور وہ امورِ دُنیا میں اور معیشت کے کاروبار میں گمان اور خیال کرنا ہے۔ اِس صورت میں بھی وہی گمان ہونا چاہیے جو سلامتی اور کاموں کے انتظام کا موجب ہو۔

روایت ہے کہ 'آیاتِ حرمت غیبت و تجسس' کے نزول سے پہلے اکابر صحابہ سے دوآدمیوں نے بعض سفر میں سلمان رضی اللہ عنہ کو رسولِ مقبول ﷺ کے پاس بھیج کر کچھ خرچ۔۔۔یا۔۔کھانا مانگا۔ حضرت ﷺ نے حضرت اسامہ پر حوالہ فرمایا۔ حضرت اسامہ نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی کھانے کی چیز نہیں۔ حضرت سلمان واپس آئے اور حال بیان کردیا۔

اُن دونوں صحابی نے حضرت سلمان کی غیبت میں کہا کہ سلمان کا قدم ایسا ہے اگر چاہ سمیحہ پر جائیں تو اُس کا پانی خشک ہوجائے، اور حضرت اُسامہ کی غیبت میں کہا کہ اُن کے پاس کھانا تھا مگر انہوں نے بخل کیا۔ پھر کھوج میں پڑے کہ آیا اسامہ نے سچ کہا واقعی اس کے پاس کھانا نہ تھا یا ہم سے بخل کیا۔ دوسرے روز جب دونوں صحابی جنہوں نے غیبت کی تھی رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں آئے، تو آپ نے فرمایا یہ گوشت کی سرخی کیا ہے جو میں تمہارے دانتوں میں دیکھتا ہوں؟ وہ بولے کہ ہم نے تو گوشت نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا میں کھانے کا گوشت نہیں کہتا ہوں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی کہ اَے ایمان والو! دھیان رکھو۔۔۔

(اور عیب جوئی نہ کرو) جیسا کہ اُسامہ کے امر میں تم بدگمان ہوئے اور کھوج کیا۔ (اور) چاہیے کہ (نہ غیبت کرے ایک دوسرے کی) جیسا کہ سلمان کے باب میں کی۔ اور یہ غیبت یہ ہے کہ کوئی غائبانہ ایسی بات دوسرے کو کہے کہ اگر اُس کے منہ پر کہتا، تو اُسے بُری معلوم ہوتی۔

غیبت بُری چیز ہے حق تعالیٰ اُس کی یہ مثال دیتا ہے کہ۔۔۔

(کیا پسند کرے گا تم میں) سے (کوئی کہ کھائے اپنے مرے بھائی کا گوشت، اُس کو تو تم نے ناگوار قرار دیا)۔ اسی طرح غیبت میں کراہت کرتے رہو۔

مُردے کی مثال شاید اس لیے دی گئی ہو کہ جس طرح غائبانہ طور پر جس کی بُرائی کی گئی،

تو وہ عذر و معذرت نہیں کرسکتا، نہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ سکتا۔ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی مُردہ کا کوئی گوشت نوچے اور وہ مزاحمت نہ کرسکے۔ اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ اگر بالفرض کسی کی صحیح اور واقع کے مطابق ایسی بات اس کے غائبانہ بیان کریں جو آپ اس کے سامنے بیان کرتے، تو اس کو بُری لگتی تو یہی غیبت ہے۔

اور مذکورہ مثال کا تعلق اُسی سے ہے۔ اور اگر آپ نے کسی کے تعلق سے غلط بات کہہ دی، تو یہ بہتان ہے جو اُس سے بھی بدتر ہے۔۔ ہاں۔۔ کسی فاسق و فاجر اور ظالم و جابر کے فسق و فجور، ضلالت و گمرہی ظلم و جبر کو اس لیے بیان کرنا کہ لوگ اُس کے شر سے اپنے کو بچا سکیں، اس کا شمار ممنوعہ غیبت میں نہیں ہے۔

۔۔الحاصل۔۔ اَے ایمان والو! تقویٰ کی زندگی اختیار کرو (**اور ڈرتے رہو اللہ**) تعالیٰ کے غضب (**کو**) غیبت کرنے کے سبب سے۔ (**بے شک اللہ**) تعالیٰ (**توبہ قبول فرمانے والا**) ہے اُن لوگوں سے جو غیبت کرنے سے توبہ کریں۔ اور (**رحم والا ہے**) اُس پر جو غیبت کرنے سے باز آئے۔

فتح مکہ کے دن زبان درازوں کے ایک گروہ نے حضرت بلال کی غیبت اُس وقت کی جب وہ بیت الحرام "زادھا اللہ تعظیما اشرفا" کی چھت پر اذان کہنے میں مشغول تھے، اور ان غیبت کرنے والوں نے ایک یہ بات کہی کہ کیا محمد ﷺ کو اِس کالے کوّے کے سوا اور کوئی اذان کہنے والا نہیں ملا، اور حضرت بلال کے نسب پر اعتراض کرنے لگے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ

اَے لوگو! بلاشبہ ہم نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک مَرد اور ایک عورت سے، اور بنا دیا تمہیں کئی شاخیں اور کئی قبیلے، تا کہ باہم

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

پہچان رکھو۔ بے شک تمہارا زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے، بے شک اللہ علم والا خبردار ہے●

(**اَے لوگو! بلاشبہ ہم نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے**)، یعنی حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام سے۔ جب تم سب ایک ہی ماں باپ سے ہو تو اپنے نسب پر فخر اور دوسرے کے نسب پر طعن کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ اور جو کوئی قبیلوں اور قرابت داروں پر ناز کرتا ہے اُسے چاہیے کہ یہ بات جان لے، کہ شعبے او وطن پہچان کے واسطے ہیں، تفاخر کے واسطے نہیں۔

جیسا کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے۔۔۔

(اور بنا دیا تمہیں کئی شاخیں اور کئی قبیلے تا کہ باہم پہچان رکھو) ایک دوسرے کی اور تمیز کر لیے جاؤ۔

یعنی اگر دو آدمی ہمنام ہوتو 'قبیلے' سے تمیز کر لیے جاؤ، جیسے زید قریشی اور زید تمیمی اور جاننا چاہیے کہ 'شعبے' مشتمل ہیں 'قبیلوں' پر۔۔ مثلاً: خزیمہ شعبی چند 'قبیلوں' پر مشتمل ہے کہ ایک اُس میں سے کنانہ ہے، اور قبیلہ 'عمائر' پر مشتمل ہے، جیسے قریش 'عمارہ' ہے کنانہ سے۔ 'عمارہ' چھوٹے قبیلے کو کہتے ہیں۔

اور 'عمائر' کے بعد 'بطون' ہیں، جیسے لوئی کہ قریش میں سے ایک 'بطن' ہے۔ اُس کے بعد 'افخاذ' ہیں جیسے ہاشم کہ ایک 'فخذ' ہے لوی سے۔ پھر 'عشائر' ہیں عباس ہاشم سے۔ اُس کے بعد 'فصیل' ہوتا ہے، اور وہ اہلِ بیت ہیں جیسے بنی عباس۔ اور بعضوں نے کہا کہ 'شعوب' قحطان سے ہوئے ہیں اور 'قبائل' عدنان سے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ 'شعبے' عجم سے ہیں اور 'قبیلے' عرب سے۔

اور بہر تقدیر **(بے شک تمہارا زیادہ عزت والا اللہ)** تعالیٰ **(کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے)** اور پرہیز گار ہے، اُس واسطے کہ پرہیز گاری سے نفسوں کو کمال کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ جو پرہیز گاری میں بہت بڑھ کر ہے، اس کا قدم مرتبہء کمال میں بہت بڑھا ہوا ہے کہ:

اَلشَّرْفُ بِالْعِلْمِ وَالْاَدَبِ لَا بِالْاَصْلِ وَالنَّسَبِ

حقیقتاً علم وادب ہی باعثِ شرف ہے صرف اور صرف اصل ونسب کی وجہ سے شرافت نہیں حاصل ہوتی۔

--ہاں-- یہ ضرور ہے علم وادب اور تقویٰ و پرہیز گاری سے بزرگ ہو جانے والے کی بزرگی میں، اصل ونسب کی شرافت چار چاند لگا دیتی ہے، اور اُس کی حیثیت سونے پر سہاگے کی ہو جاتی ہے۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ **(علم والا)** ہے تمہاری اصل کا اور تمہارے نسب کا، اور **(خبردار ہے)** تمہارے علم اور ادب سے۔

روایت ہے کہ بنی اسد کا ایک گروہ مدینہ منورہ میں آیا اور یہ لوگ کلمہء شہادت کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یارسول اللہ! تمام عرب آپ کے پاس تنہا آئے ہیں، اور ہم اہلِ

وعیال کے ساتھ آئے ہیں۔ اکثر عرب نے آپ کے ساتھ قتال کیا اور ہم باگ روکے رہے ۔۔غرضیکہ۔۔ایمان لاکر رسولِ مقبول پر احسان جتاتے تھے۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

بولے گنوار کہ "ہم نے مان لیا" کہہ دو کہ "تم نے مانا نہیں" لیکن کہو کہ "ہم دب گئے" "اور ابھی نہیں داخل ہوا

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــــًٔا ۭ

مان جانا تمہارے دِلوں میں۔" اور اگر کہا مانو اللہ اور اُس کے رسول کا، تو نہ کمی فرمائے گا تمہاری تمہارے اعمال سے کچھ،

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

بے شک اللہ غفور رحیم ہے●

(بولے) بنی اسد اور غطفان کے (گنوار کہ ہم نے مان لیا)۔اَے محبوب! اُن سے (کہہ دو کہ تم نے مانا نہیں)۔اس لیے کہ ایمان کہتے ہیں 'تصدیقِ قلبی' کے ساتھ 'زبانی اقرار' کو، اور تم کو 'اقرار' ہے اور 'تصدیق' نہیں، تو تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے، (لیکن کہو کہ ہم دب گئے) یعنی قید وقتل سے ڈر کر بظاہر اطاعت قبول کرلی اور کلمہء اسلام پڑھ دیا۔

(اور) حقیقتِ حال یہ ہے کہ (ابھی نہیں داخل ہوا مان جانا تمہارے دِلوں میں)، تو تمہارے دِل تمہاری زبان کے موافق نہیں۔ (اور اگر کہا مانو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا) یعنی اگر فرمانبرداری کرو گے اللہ اور اُس کے رسول کی اخلاص کے ساتھ اور نفاق سے درگزرو گے، (تو نہ کمی فرمائے گا) حق تعالیٰ (تمہاری تمہارے اعمال سے کچھ)، بلکہ تمام وکمال تم کو پہنچائے گا۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے وہ گناہ جو اطاعت کرنے والوں سے صادر ہوا ہو، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے اُن پر کہ اُن کو پورے اجر عطا فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا

مان جانے والے وہی ہیں جو مان گئے اللہ اور اُس کے رسول کو، پھر ذرا شک نہ کیا، اور جہاد کیا

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

اپنے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں۔ وہی ہیں سچے●

حقیقت میں (مان جانے والے وہی) لوگ (ہیں جو مان گئے اللہ) تعالیٰ (اور اس کے رسول کو) خلوصِ نیت کے ساتھ۔ (پھر ذرا شک نہ کیا) دِل میں زبان سے اقرار کرنے کے بعد۔ (اور) اپنے ایمان کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے (جہاد کیا اپنے اپنے مال) سے، یعنی غازیوں کی مالی مدد کی اور اُن کے لیے ہتھیار خریدے۔ (اور جان سے) اپنی ذاتوں سے کفار کی لڑائی میں شریک ہوئے (اللہ) تعالیٰ (کی) رضا و خوشنودی (کی راہ میں)، تو (وہی ہیں سچے) اپنے دعویٰ ایمان میں۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعد اُسی گروہ نے آکر قسم کھائی کہ ہم سچے مؤمن ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِؕ

کہہ دو کہ "کیا جتاتے ہو اللہ کو اپنا دین۔" اور اللہ جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾

اور اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

اَے محبوب! (کہہ دو کہ کیا جتاتے ہو اللہ) تعالیٰ (کو اپنا دین) اور ایمان پر جھوٹی قسم کھاتے ہو؟ (اور) حال یہ ہے کہ (اللہ) تعالیٰ (جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں) میں علوی خلائق ہیں (اور جو کچھ زمین میں ہے) یعنی سفلی مخلوق۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْاؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْۚ بَلِ اللّٰهُ

احسان دھرتے ہیں تم پر کہ مسلمان ہو گئے۔ کہہ دو کہ "مت احسان رکھو مجھ پر اپنے اسلام کا۔" بلکہ اللہ

یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

احسان رکھتا ہے تم پر کہ راہ دی تمہیں ایمان کی، اگر تم سچے ہو●

اور اَے محبوب! یہ لوگ (احسان دھرتے ہیں تم پر کہ مسلمان ہو گئے) اور اسلام قبول کر لیا۔ (کہہ دو کہ مت احسان رکھو مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ اللہ) تعالیٰ (احسان رکھتا ہے تم پر کہ راہ دی تمہیں ایمان کی اگر تم سچے ہو) اپنے دعویٰ ایمان میں۔

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ جانتا ہے سارا غیب آسمانوں اور زمین کا۔ اور اللہ نگراں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (جانتا ہے سارا غیب آسمانوں اور زمین کا)، یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اُن سب سے باخبر ہے۔ (اور) یقیناً (اللہ) تعالیٰ (نگراں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو)۔ یعنی ایمان ظاہر کرنا اور نفاق چھپانا اللہ تعالیٰ اِن سب باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

اختتام سورۂ حجرات۔۔۱۳/ جمادی الآخری ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۵/ مئی ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ

ابتداء سورۂ ق۔۔۱۴/ جمادی الآخری ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۶/ مئی ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ

سُوْرَةُ قٓ

سُوْرَةُ قٓ ۵۰ مَكِّيَّةٌ ۳۴ — اٰيَاتُهَا ۴۵ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ ق۔۔ ۵۰ مکیہ ۳۴ — آیاتہا ۴۵۔۔رکوعاتہا ۳

اِس سورہ کا نام 'ق' ہے۔ اِسی حرف مقطعہ سے اِس کا آغاز فرمایا گیا ہے۔ اِس سے پہلے 'سورہ حجرات' میں اعراب کا ذکر فرمایا گیا تھا جنہوں نے زبان سے کہا تھا کہ ہم ایمان لائے اور درحقیقت وہ ایمان نہیں لائے تھے، اس لیے کہ وہ نبوت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا اِنکار کرتے تھے۔ اور اِس سورہ میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ مکہ کے مشرکین نبوت کا اور مرنے کے بعد اٹھنے کا اِنکار کرتے تھے۔ اِس کلمہء مبارکہ سے رب تعالیٰ کی اپنی مراد کیا ہے، وہ وہی جانتا ہے۔۔یا۔۔اُسی کے بتانے سے وہ محبوب جانیں جن پر اِس کلمہ کو نازل فرمایا گیا۔۔یا۔۔ اُس محبوب کے خبر دینے سے حق تعالیٰ کے دوسرے محبوبین جانیں۔

اہلِ تاویل کے نزدیک یہ بعینہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔۔یا۔۔قرآن کا نام ہے۔۔یا۔۔اسم قادر، قدیر، قہار، قدوس اور قیوم کی کنجی اور ابتداء ہے۔۔یا۔۔کلمہ قِفْ کی طرف اشارہ ہے، یعنی اَے محبوب! جس پر تُو مامور ہوا ہے اس عمل پر ٹھہر اور قائم رہ۔ امام ابواللیث نے کہا کہ 'قاف' کا معنی یہ ہے "اللّٰه قائم بالقسط" ۔۔یا یہ۔۔قسم ہے قدرتِ خدا اور قربِ الٰہی کی، کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کا بھید اِس سورت میں اس کی خبر دیتا ہے۔۔یا۔۔اپنے حبیب کی قوتِ قلب کی قسم ارشاد فرماتا ہے۔ ایسی سورۂ مبارکہ کو

جس کے نام ہی میں اسرار و رموز کے سمندر کو سمو دیا گیا ہے۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور ایمان والوں کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ

ق۔۔۔قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ اچھنبے میں پڑ گئے لوگ کہ آ گیا اُن کے پاس ڈر سنانے والا اُنہیں میں سے،

فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ﴿۲﴾

تو بولے کافر لوگ "یہ عجیب چیز ہے۔

(قٓ)۔۔۔قسم ہے قادر و قدیر اور قہار و قدوس و قیوم کی، اور (قسم ہے) اُس کے کلام (قرآنِ مجید کی)، سب لوگ مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے اور کافر اِس بات پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ (بلکہ اچھنبے میں پڑ گئے) یہ کافر (لوگ، کہ آ گیا اُن کے پاس ڈر سنانے والا انہیں) کی جنس (میں سے، تو بولے کافر لوگ یہ) محمد ﷺ کو رسالت کے واسطے برگزیدہ کر لینا (عجیب چیز ہے) اور عجب کام ہے، اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ اٹھائے جانے والی اُن کی بات نہایت حیرت میں ڈال دینے والی بات ہے۔

ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾

کیا جب ہم مر چکے، اور ہو گئے مٹی؟ یہ دوبارہ واپسی دُور ہے"۔

(کیا جب ہم مر چکے اور ہو گئے مٹی)، تو ہم کو کیا پھر عالمِ حیات کی طرف پھیریں گے اور ہماری روح جسم میں کیا پھر آئے گی؟ (یہ) ہماری (دوبارہ واپسی) زندگی کی طرف عادت و امکان سے بہت (دُور) کی بات (ہے)۔

تو حق تعالیٰ نے اُن کی بات رد کرنے کو فرمایا کہ۔۔۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴

بے شک ہم جانتے رہے جو کچھ گھٹادے گی زمین اُنہیں۔اور ہمارے یہاں نوشتہ ہے یادداشت والا●

(بے شک ہم جانتے رہے جو کچھ گھٹادے گی زمین انہیں)۔یعنی ایک شخص جب مرنے کے بعد زمین میں دفن کردیا جاتا ہے،تو اُس کے گوشت، پوست اور ہڈی میں زمین جو اور جتنی کمی کرتی ہے ان سب کی تفصیلات **(اور)** ذرّے ذرّے کی تشریحات کو محفوظ رکھنے کے لیے **(ہمارے یہاں نوشتہ ہے یادداشت والا)**۔

یعنی ایک کتاب ہے اُن تمام تفصیلات پر نگاہ رکھنے والی۔تو جو کچھ اُن میں سے خاک ہوگیا اسے ہم جانتے ہیں۔۔یا۔۔لوحِ محفوظ میں اُن کے مندرس اور متغیر ہونے کا حال، ان کی تعداد اور ناموں کے ساتھ مفصل لکھا ہے، اُسے بھی ہم نہیں بھولتے۔تو فنا کے بعد اُن کو پھر دوبارہ زندہ کردینا ہم پر کچھ دشوار نہیں ہے۔اور ایسا نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں۔۔۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵

بلکہ جھٹلایا اُنہوں نے حق کو جب کہ آچکا اُن کے پاس،تو وہ،"کبھی یہ کبھی وہ" میں پڑے ہیں●

(بلکہ جھٹلایا انہوں نے حق کو)، یعنی قرآن کو جو حق ہے۔۔یا۔۔صاحبِ قرآن کو جو سرتاپا حق ہیں، **(جبکہ آچکا اُن کے پاس)** اور معجزہ دکھایا اور دلیل لازم کردی، **(تو وہ، کبھی یہ اور کبھی وہ، میں پڑے ہیں)**۔قرآن وصاحبِ قرآن دونوں کے بارے میں اُن کی باتیں مختلف ہیں۔

قرآنِ کریم کے بارے میں اُن کی ذہنی الجھن اور قلبی اضطراب کا عالم یہ ہے کہ کبھی اُس کو شعر کہتے ہیں اور کبھی سحر کہتے ہیں اور کبھی کہانی کہتے ہیں۔ایسے ہی صاحبِ قرآن کے تعلق سے کبھی آپ کو مجنون کہتے ہیں، کبھی کاھن، کبھی مفتری اور کبھی بالکل اپنی ہی طرح کا بشر۔۔۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا

تو کیا نہیں نگاہ کی آسمان کی طرف اپنے اوپر؟ کہ کیسا قبہ بنایا ہم نے اُسے،اور سنوارا اُس کو،

وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶

اور نہیں ہے اُس میں کوئی شگاف●

(تو) ان بعث وحشر کے منکرین نے تدبر و تفکر کے ساتھ (کیا نہیں نگاہ کی آسمان کی طرف) جس کو وہ (اپنے اوپر) پاتے ہیں (کہ کیسا قبہ بنایا ہم نے اُسے) محض اپنی قدرت سے ایک طبقہ پر دوسرا طبقہ۔ (اور سنوارا اس کو) ہم نے ستاروں سے (اور نہیں ہے اس میں کوئی شگاف) اور دراڑ۔ اتنی بڑی چیز بے شگاف و دراڑ و علت کے پیدا کرنا ہمارے کمالِ قدرت و علم اور نہایتِ حکمت پر دلیل ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ

اور زمین کو پھیلا دیا ہم نے، اور گاڑ دیے اِس میں پہاڑ، اور اُگایا اِس میں سے ہر طرح کے

بَهِیْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝۸

خوشنما جوڑے ● دیکھنے اور سمجھنے کو ہر بندہ کے لیے جو رجوع لانے والے ●

(اور) ایسے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے (زمین کو پھیلا دیا ہم نے) اور پانی پر بچھا دیا، (اور گاڑ دیے اس میں پہاڑ) اونچے، اور اپنی جگہ پر جمے ہوئے۔ (اور اگایا اس میں سے ہر طرح کے خوشنما جوڑے)، یعنی خوشنما پودے جسے دیکھنے والے کا دِل باغ باغ ہو جائے۔ یہ سب عبرت لینے اور دلیل پکڑنے کی نظر سے (دیکھنے اور سمجھنے کو ہر بندہ کے لیے جو رجوع لانے والے) اور خدا کی طرف پھرنے والے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۝۹

اور اُتارا ہم نے آسمان سے بابرکت پانی، پھر اُگائے اُس کے سبب سے باغ، اور کھلیان کا غلہ ●

(اور اُتارا ہم نے آسمان) کی جانب (سے) یا اَبر سے (بابرکت پانی) بڑے فائدے والا، (پھر اُگائے اُس) پانی (کے سبب سے باغ) درختوں اور پھل والے (اور کھلیان کا غلہ)، یعنی اگایا ہم نے پانی کے سبب سے دانہ کو کہ اُس کی شان سے یہ ہے کہ اُسے کاٹتے ہیں جیسے گیہوں اور جو وغیرہ۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ

اور کھجور کے اونچے اونچے درخت، جس کے تہ بہ تہ گچھے ● روزی سارے بندوں کی، اور زندہ کر دیا ہم نے اُس سے

بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱

مردہ آبادی کو۔ اُسی طرح سے تمہارا نکلنا ہوگا ●

(اور) اُگائے ہم نے (کھجور کے اونچے اونچے درخت جس کے تہ بہ تہ گچھے) یعنی خوشے
ں جو میووں سے بھرے ہوئے ہیں۔۔الغرض۔۔یہ سب چیزیں ہم نے اگائیں (روزی) کے واسطے
سارے بندوں کی، اور زندہ کر دیا ہم نے اُس سے مُردہ آبادی کو) یعنی خشک اور افسردہ زمین کو سرسبز
شاداب کر دیا۔
تو جس طرح مری ہوئی زمین کو ہم نے زندگی عطا کی اور اُسے جمادیت سے نکال کر حیاتِ
اتی مرحمت فرمائی (اُسی طرح سے تمہارا نکلنا ہوگا) قبروں سے۔یعنی زندہ ہو کر میدانِ حشر میں تمہارا
اضر ہونا اُسی سے ملتا جلتا ہے۔۔چنانچہ۔۔اگر کوئی غور کرے دانہ کے زندہ ہونے میں کہ مردہ کی طرح
اک میں دفن ہے۔اور پوشیدہ ہونے کے بعد اس کے ظاہر ہونے میں جو کوئی غور کرے تو بعید نہیں کہ
رنے کے بعد آدمی کے زندہ ہونے کا ایک شمہ پا سکے۔
پھر رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دِل مبارک کی تسلی کے لیے کہ قوم کی تکذیب کی
جہت سے ملول تھا، اگلی امتوں کے مکذبوں کے حال سے خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ۔۔۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾

جھٹلایا اُن کے پہلے نوح کی قوم نے، اور چاہ رس والوں نے، اور ثمود نے●

(جھٹلایا اِن) اہلِ مکہ (کے پہلے نوح کی قوم نے) حضرت نوح علیہ السلام کو، (اور چاہ رس
والوں نے) یعنی اندھے کنویں والوں نے، یعنی چاہِ یمامہ کے لوگوں نے۔۔یا۔۔بیر معطلہ۔۔یا۔۔
جبل فتح کے لوگوں نے اپنے نبی حنظل بن صفوان علیہ السلام کی تکذیب کی۔(اور ثمود نے) اپنے پیغمبر
حضرت صالح علیہ السلام کی۔

وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ

اور عاد نے، اور فرعون نے، اور لوط کی برادری والوں نے● اور جھاڑی والوں نے، اور تبع کی قوم نے، سب نے

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

جھٹلایا رسولوں کو، تو درست نکلا ہمارا عذاب کا وعدہ●

(اور عاد نے) حضرت ہود علیہ السلام کی، (اور فرعون نے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی، (اور لوط کی

برادری والوں نے) اور ان کے سسرالیوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی، (اور جھاڑی والوں نے) حضرت شعیب علیہ السلام کی، (اور تبع کی قوم نے) تبع کی۔

سورۂ دخان میں جس کے تعلق سے کچھ لکھا جا چکا ہے۔

۔۔الحاصل۔۔سب نے اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اس راہ سے (سب نے جھٹلایا) سب (رسولوں کو)، اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں، تو اُن میں سے کسی ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہوتی ہے۔ پس جب اُن قوم کے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، (تو درست نکلا ہمارا عذاب کا وعدہ)۔ یعنی مسلّم ہوگئی اور نازل ہوئی ان پر میری وعید، یعنی جو کچھ وعدہ میں نے عذاب کا کیا تھا وہ اُن تک پہنچ گیا۔

اَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵

تو کیا ہم تھک گئے تھے پہلی بار بنانے میں؟ بلکہ وہ شبہ میں ہیں نئے بننے سے●

مکہ کے مشرک یہ اقرار کرتے تھے کہ حق تعالیٰ اوّل میں خلق کا خالق ہے اور خدا ہی نے ساری مخلوق کو پیدا کیا۔۔۔

(تو) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن سے پوچھو کہ (کیا ہم تھک گئے تھے پہلی بار بنانے میں؟) کہ اب دوسری بار بنانے کی سکت نہ رہی؟ (بلکہ وہ) کافر شیطانی وسوسوں کے سبب سے (شبہ میں ہیں نئے بننے سے)، یعنی بعث وحشر ونشر سے، اس واسطے کہ انہیں خلافِ عادت جانتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

اور بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو، اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ ڈالا کرتا ہے اُس کا نفس۔ اور ہم کہیں زیادہ نزدیک ہیں اُس کے رگِ جان سے●

(اور بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو، اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ ڈالا کرتا ہے اُس کا نفس) بُرے اندیشے۔ (اور ہم کہیں زیادہ نزدیک ہیں اُس کے رگِ جان سے)۔

یہ حق تعالیٰ کی نزدیکی انسان کے ساتھ اُس کے علم اور قدرت کے سبب سے ہے، مکان

اور مسافت کی راہ سے نہیں۔ رگِ جان یعنی شہ رگ، اُس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ رگ حلق کے ایک کنارے سے کندھے تک ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُس کو ہماری ہر ظاہر اور باطن چیز کا علم ہے، حتی کہ اُس کو ہمارے دِل میں آنے والے خیالات کا بھی علم ہے۔

دِل میں کسی خیال کے آنے سے پہلے اُسے اس خیال کا علم ہو جاتا ہے۔ انسان کے بعض اعضاء اُس کے علم کے لیے حجاب بن جاتے ہیں اور اللہ کے علم کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی۔ صاحبِ بحر الحقائق کہتے ہیں کہ حَبْلِ الْوَرِيْدِ نفس انسانی کے بہت قریب ایک جزء ہے، تو اس کلام میں اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ اِس سے زیادہ بندے کے قریب ہے۔ تو جس طرح جب بندہ اپنے کو ڈھونڈھتا ہے تو پاتا ہے، اِسی طرح جب حق تعالیٰ کو ڈھونڈھتا ہے تو پاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "آگاہ ہو! جس نے مجھے ڈھونڈھا اُس نے مجھ کو پایا۔"

جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کا قرب بے چون وچگوں ہوتا ہے تو وہ جان جو جسم سے ملی ہوئی ہے اس کے قرب کی کیفیت نہیں دریافت ہو سکتی، تو حق تعالیٰ کا قرب جو کیفیت سے پاک اور منزہ ہے کیونکر دریافت ہو سکتا ہے۔ قربِ الٰہی کی پہلی منزل ایمان اور تصدیق کے سبب سے ہے اور آخری منزل احسان اور تحقیق کے باعث۔ یہی وہ مقام مشاہدہ ہے کہ بندہ جب خدا کی عبادت کرتا ہے تو گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔

اور حق تعالیٰ کا قرب بندوں کو ۲ دو قسم پر ہے: ایک تو تمام خلق کو علم اور قدرت کے سبب سے، دوسرے خواصِ درگاہ کو خاص نیکیوں اور لطفوں کی وجہ سے، کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ پہلے اُسے قرب دیتا ہے یہاں تک کہ جہان سے اُس کو رِہا کرتا ہے پھر قربِ حقیقی عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ آب وگل سے چھڑا لیتا ہے اور بندہ کی ہستی موہوم میں سے گھٹاتا ہے اور اصل ہستی کے ساتھ زیادہ ظہور فرماتا ہے۔

جس طرح اوّل میں خود تھا آخر میں بھی خود ہوتا ہے۔ یہاں علاقے مرتفع، اسباب منقطع ورسوم باطل، حدود پراگندہ، اشارات متناہی، عبارات منتفی اور حق یکتا اور باقی رہتا ہے۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ

جب لیتے رہتے ہیں دو لینے والے داہنے بائیں بیٹھے ● نہیں بولتا

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾

کوئی بول، مگر اُس کے پاس نگراں مستعد●

اَے محبوب! یاد کرو (جب لیتے رہتے ہیں) مکلّف لوگوں کے اقوال وافعال کو (د
لینے والے) فرشتے، اوران کو لکھتے رہتے ہیں (داہنے) جانب سے ایک ہم نشین فرشتہ اور (بائیں)
جانب سے دوسرا ہم نشین فرشتہ۔۔الغرض۔۔دونوں فرشتے دائیں بائیں (بیٹھے) ہوئے۔کوئی بند
مکلّف (نہیں بولتا کوئی بول، مگراس کے پاس) ایک فرشتہ (نگراں مستعد) اوراس کو محفوظ کرلینے پ
آمادہ ہے۔۔چنانچہ۔۔وہ فوراً لکھ لیتا ہے۔

تو آدمیوں سے یہ بات کتنی عجیب ہے کہ دُو موکل فرشتے ہر وقت اُس کے دائیں بائیں رہ کر
اُس کی ہر ہر بات لکھ رہے ہیں، تو پھر وہ کیونکر بے مطلب اور لایعنی باتیں کرتا ہے اور فضول گوئی کر
رہتا ہے۔سوچنے کی بات ہے کہ فرشتے اپنا لکھنے والا کام کرتے رہیں گے۔۔۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾

اور آگئی جاں کنی کی سختی حق کے ساتھ۔کہ اِسی سے تُو بھاگتا تھا●

(اور آگئی) اِسی اثناء میں (جاں کنی کی سختی)، یعنی موت کی غشی (حق کے ساتھ)، یعنی خد
کے حکم سے کہ وہ حکم حق ہے اور اُسے اجل رسیدہ بندے سے فرشتے کہیں گے (کہ اِسی) موت (سے
تُو بھاگتا تھا) اور اِس سے بچنا چاہتا تھا اور اِس سے بے پناہ خوف کھاتا تھا۔آخر اِس سے دوچار ہون
ہی پڑا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾

اور پھونکا گیا صور میں۔یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن●

(اور) پھر (پھونکا گیا صور میں)۔

اِس سے نفخ ثانی مراد ہے، یعنی وہ صور جو قبر سے اٹھ کر میدانِ حشر میں حاضر ہونے کے
لیے پھونکا جائے گا اور صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔اُس پھونک سے
مُردے زندہ ہوکر قبر سے نکلیں گے اور فرشتے کہیں گے۔۔۔

(یہ ہے وعدۂ عذاب کا دن)، یعنی ایفائے وعدہ کا دن ہے۔ جس دن کا دُنیا میں تمہیں وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا کہ وہ دن یقیناً آئے گا اور اس سے وعیدیں سنائی گئیں۔

۔۔یا۔۔ اِس سے وقوع الوعید مراد ہے، جبکہ وعید سے عذابِ موعود مطلوب ہو۔ چونکہ اِس ارشاد میں ہولناکی کا اظہار مطلوب ہے اس لیے صرف وعید کا ذکر کیا گیا اور وعد کا ذکر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کے بعد کفار کے حالات سے ابتداء کی گئی۔

وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ ﴿٢١﴾

اور آئی ہر جان، اُس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے، اور ایک گواہ ہے●

(اور) فرمایا گیا (آئی ہر جان) حشر کے دن میدانِ محشر میں۔ (اُس کے ساتھ ایک) فرشتہ (ہانکنے والا ہے اور ایک) فرشتہ (گواہ ہے)۔ تو جو ہانکنے والا ہے اُسے موقفِ حساب میں لے جائے گا، اور جو گواہ ہے وہ اُس کے نیک اور بداعمال کی گواہی دے گا۔ گواہی دینے والا یا تو فرشتہ ہے۔۔یا۔۔ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔۔اور۔۔ ظاہر ہے کہ نہ تو ہنکانے والے سے بھاگنا میسر آسکے گا اور نہ ہی گواہ کے سامنے اِنکار متصور ہے۔ ہر ایک کو حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب پہنچے گا۔۔۔

لَقَدۡ كُنۡتَ فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ ﴿٢٢﴾

کہ بلاشبہ تُو غفلت میں پڑا تھا اِس سے۔ اب ہٹا دیا ہم نے تجھ سے تیرے پردہ کو، تو تیری نگاہ آج تیز ہے●

(کہ بلاشبہ تُو غفلت میں پڑا تھا) دُنیا میں (اِس) دن (سے۔ اب ہٹا دیا ہم نے تجھ سے تیرے پردہ کو)۔ جو کچھ تُو نے سنا تھا اب آنکھوں سے دیکھتا ہے، (تو) پردہ اٹھ جانے کے سبب سے (تیری نگاہ آج تیز ہے)۔

بعضوں نے کہا کہ 'بینائی' یہاں 'دانائی' کے معنی میں ہے۔

یعنی جو کچھ تجھ پر پوشیدہ تھا بعث وحشر کے احوال کے تعلق سے وہ آج ہم نے تجھے دکھا دیا اور اُسے تو نے جان لیا۔

وَقَالَ قَرِيۡنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيۡدٌ ﴿٢٣﴾

اور بولا اُس کے ساتھ رہنے والا کہ "یہ نامۂ اعمال ہے جو ہمارے پاس تیار ہے"●

(اور بولا اُس کے ساتھ رہنے والا) فرشتہ، یعنی وہ فرشتہ جو اُس پر موکل اور متعین تھا، (کہ یہ) تیرا (نامہ اعمال ہے جو ہمارے پاس تیار ہے)، یعنی تیرے اعمال کا دفتر حاضر ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے ہنکانے والے فرشتے اور گواہ دونوں کو حکم پہنچے گا کہ۔۔۔

اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾

تم دونوں جھونک دو جہنم میں سب بڑے ناشکرے ضدی کو● بہت روکنے والا خیر خیرات سے، سرکش شک میں پڑا رہنے والا●

(تم دونوں جھونک دو جہنم میں سب سے بڑے ناشکرے ضدی کو) یعنی عناد کرنے والے کافر کو جو سرکش ہو۔ (بہت روکنے والا خیر خیرات سے) یعنی مال کو اُن حقوں سے روکنے والا جن کا ادا کرنا فرض تھا۔

اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت ولید ابن مغیرہ سے متعلق ہے اور 'خیر' سے دینِ اسلام مراد ہے۔ وہ اپنی اولاد اور قرابت داروں کو دینِ اسلام قبول کرنے سے منع کرتا تھا اور کفر وعناد کی صفت کے ساتھ بھی موصوف تھا۔

اُس کی دوسری صفت یہ ہے (سرکش شک میں پڑا رہنے والا) یعنی حدودِ الٰہی سے گزرنے والا اور وحدانیت میں شک کرنے والا۔۔اور۔۔

الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾

جس نے بنالیا اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو، تو ڈال دو اُسے سخت عذاب میں●

(جس نے بنالیا) یعنی شریک کرلیا (اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ دوسرے معبود کو، تو ڈال دو) تم دونوں (اُسے سخت عذاب میں) جو ہمیشہ رہے گا۔ اور جب کافر کو دوزخ میں ڈالنا چاہیں گے، تو وہ کہے گا کہ میرا کیا گناہ ہے؟ جو شیطان مجھ پر مسلط تھا اُس نے مجھے گمراہ کردیا۔ پھر وہ شیطان حاضر کیا جائے گا تو وہ اِنکار کرے گا۔۔ چنانچہ۔۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾

بولا اُس کا ساتھی شیطان کہ "پروردگارا! نہیں سرکش کیا میں نے اِس کو، لیکن یہ تھا خود ہی دُور کی گمراہی میں"●

(بولا اُس کا ساتھی شیطان کہ پروردگارا! نہیں سرکش کیا میں نے اِس کو) اور اِس کے باب میں

س حد سے نہیں گزرا، (لیکن یہ تھا خود ہی دُور کی گمراہی میں)، یعنی دُور دراز گمراہی میں۔ وہ گمراہی
س نے اُسے راہِ حق سے بہت دُور کر دیا اور اُس سے نہ پھرا۔ حق تعالیٰ کا۔۔۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾

فرمان ہوا کہ "تم لوگ مت جھگڑو ہمارے پاس، حالانکہ بلاشبہ پہلے بھیج چکا میں تمہاری طرف عذاب کا وعدہ●

(فرمان ہوا کہ تم لوگ مت جھگڑو ہمارے پاس)، اس واسطے کہ اب اِس جھگڑے اور خصومت سے کچھ بھی فائدہ نہیں، (حالانکہ بلاشبہ پہلے بھیج چکا میں تمہاری طرف عذاب کا وعدہ)، اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی زبانی اور اب تم کو کوئی حجت نہیں رہی اور تمہارا کوئی عذر نہ سنا جائے گا
۔اور۔۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ ع

نہیں پلٹتی بات میرے یہاں، اور نہ میں زیادتی کرنے والا ہوں بندوں پر"●

(نہیں پلٹتی بات میرے یہاں) یعنی ہم جو وعدہ وعید کر چکے اُس میں تبدیلی و تغیر کی گنجائش نہیں۔ (اور نہ میں زیادتی کرنے والا ہوں بندوں پر) کہ بے استحقاق اُن کو سزا دوں۔ اَے محبوب! یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾

جس دن کہ ہم پوچھیں گے جہنم سے کہ "کیا تو بھر چکی؟" اور وہ جواب دے گی کہ "کچھ اور زیادہ ہے؟"●

(جس دن کہ ہم پوچھیں گے جہنم سے کہ کیا تو بھر چکی؟)، یعنی میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کافر آدمیوں اور جنوں سے تجھ کو بھر دوں گا، تو تو بھری کہ نہیں؟

یہ استفسار خود جہنم کے بیان سے اُس کی اپنی وسعت و گنجائش ظاہر فرمانے کے لیے ہے، اور یہ بھی ظاہر فرمانے کے لیے کہ جہنم کے بھرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اُس میں کچھ اور کی گنجائش نہ ہو، بلکہ صرف یہ واضح کرنا ہے کہ کوئی کافر انسان اور کوئی کافر جن ایسا نہ ہوگا جہنم جس کا دائمی ٹھکانہ نہ ہو۔ الختصر۔ جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر چکی؟۔۔۔

تو بولے گی (اور وہ جواب دے گی کہ) کیا (کچھ اور زیادہ ہے)۔

--یا-- یہ استفہام سوال کے معنی میں ہے یعنی مجھ میں اور زیادہ کردے۔ حق تعالیٰ اور کافروں کو دوزخ میں بھیج دے گا۔ خدا کی عطا کردہ قوتِ گویائی سے دوزخ ہر بار یہ کہتی رہے گی کہ کیا کچھ اور زیادہ لوگ ہیں؟ اور حق تعالیٰ کافروں کو دوزخ میں بھیجتا رہے گا، یہاں تک کہ آخر میں ربِّ قدیر دوزخ پر اپنے دونوں قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کے بعض حصے بعض کی طرف سکڑ جائیں گے اور وہ کہے گی، "بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم،" یعنی میں بھر گئی اب مجھ میں زیادہ گنجائش نہیں۔

دوزخ پر اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے سے کیا مراد؟ اِس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ متقدمین کے نزدیک قدم میں کوئی تاویل اور تحریف نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے جو اُس کی شان کے لائق ہے، اور مخلوق میں اُس کی کوئی مثال نہیں۔ اور کسی چیز پر قدم رکھنا اُس چیز کی اہانت کو مستلزم ہوتا ہے۔ سو جب دوزخ مزید بھراؤ کا مطالبہ کرے گی، تو اللہ تعالیٰ اُس میں اپنا قدم رکھ دے گا جو اُس کی شان کے لائق ہے۔

متاخرین نے جب یہ دیکھا کہ قدم --یا-- رِجل کا لفظ جسم وجسمانیات کی طرف اشارہ کر رہا ہے، تو انہوں نے اس کی تاویل کر دی اور تاویلیں مختلف ہیں، جو ہر محقق کی اپنی فکر و نظر کے مطابق ہیں۔ اِس تعلق سے یہ تاویل عام لوگوں کے فہم سے زیادہ قریب نظر آتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پُر جلال حکم کو ظاہر فرمایا جس کی اطاعت میں دوزخ سکڑ گئی اور اس میں کوئی جگہ خالی نہ رہ گئی۔ تو نہ تو دوزخ کے باہر کوئی کافر بچا اور نہ ہی دوزخ کے اندر کسی کافر کی گنجائش رہی۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾

اور نزدیک لائی جائے گی جنت خدا سے ڈرنے والوں کے، کہ دُور نہ رہے•

(اور نزدیک لائی جائے گی جنت خدا سے ڈرنے والوں کے کہ دُور نہ رہے)۔ یعنی بہشت متقیوں کے نزدیک ہوگی دُور نہیں۔ اور یہ قبل اس کے ہوگا کہ اُن کو بہشت میں لے جائیں۔ پہلے بہشت اُن کو دکھائیں گے اور ہر ایک کے مقام اور جو نعمتیں اُس کے ساتھ مقرر ہیں اس کی نظر کے سامنے کر دیں گے، تاکہ اُس کی لذت زیادہ ہو۔ پھر حق تعالیٰ فرمائے گا۔۔۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾

یہ ہے جس کا وعدہ دیے گئے تھے تم، ہر توبہ کرنے والے لحاظ رکھنے والے کے لیے●

(یہ ہے) وہ چیز (جس کا وعدہ دیئے گئے تھے تم) دُنیا میں اور یہ ہم نے تیار کی ہے (ہر توبہ کرنے والے) کے لیے، جو شرک سے توحید کی طرف پھر آیا، معصیت سے طاعت کی طرف۔۔یا۔۔خلق سے پھر کر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔اور (لحاظ رکھنے والے کے لیے)، جو شرعی حدوں پر نگاہ رکھنے والا ہے۔۔یا۔۔امر و نہی کی رعایت کرنے والا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ نفس کو گناہ سے نگاہ رکھنے والا۔۔یا۔۔حکم الٰہی کی حفاظت کرنے والا۔۔یا۔۔اپنی ساعتوں اور وقتوں کا نگاہ رکھنے والا، یعنی کسی وقت حق تعالیٰ سے غافل نہیں رہتا۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط

جو ڈر گیا خدائے مہربان کو بے دیکھے، اور لایا رجوع کرنے والا دِل● "جاؤ اُس میں سلامتی سے۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾

یہ ہے ہمیشگی کا دن"●

(جو ڈر گیا خدائے مہربان کو بے دیکھے)۔

بعضوں نے کہا کہ جس کا ظاہر باطن یکساں ہو۔

(اور لایا رجوع کرنے والا دِل) حق کی طرف۔یعنی طاعت کی طرف متوجہ اور نفس کی متابعت سے منکر، تو اُس شخص کو اور اُس کے مثل لوگوں کو کہیں گے۔۔۔(جاؤ اس) بہشت (میں سلامتی سے) یعنی بے خوفی اور اطمینان کے ساتھ۔۔یا۔۔خدا اور فرشتوں کے سلام سے بزرگی پاتے ہوئے۔(یہ ہے ہمیشگی کا دن)، یعنی ہمیشہ باقی رہنے کا دن، یعنی اُس میں موت نہ ہوگی۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

اُن کے لیے ہے جو چاہیں اُس میں، اور ہمارے یہاں اور زیادہ ہے●

(ان) جنتیوں (کے لیے ہے جو چاہیں) اُس میں طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کی لذتیں۔۔علاوہ ازیں۔۔(اُس میں اور ہمارے یہاں اور زیادہ ہے) اس سے جو وہ چاہیں۔

اکثر مفسر اس بات پر ہیں کہ 'مزید' سے دیدار اور ہمیشہ کے لیے اپنی رضا اور خوشنودی مراد ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اب آگے حق تعالیٰ نبی مکرم ﷺ کی تسلی کے لیے ارشاد فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔۔۔

کہ اَے محبوب! ہم آپ سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، جو اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھیں۔ انہوں نے ہمارے ہلاک آفریں عذاب سے بچنے کے لیے بہت شہروں میں پناہ ڈھونڈنا چاہی، لیکن اُن کو کسی جگہ ہمارے عذاب سے پناہ نہیں مل سکی۔

۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔۔۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور کتنی برباد کر دیں ہم نے ان کے پہلے کئی امت جو زیادہ سخت تھے اِن سے پکڑ میں۔ تو چھان ڈالا اُنہوں نے

فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۳٦

شہروں میں کہ "کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے"●

(اور کتنی برباد کر دیں ہم نے اِن) اہلِ مکہ (کے پہلے کئی امت جو زیادہ سخت تھے اِن سے پکڑ میں) جیسے قوم عاد اور قومِ ثمود وغیرہ۔ (تو چھان ڈالا انہوں نے شہروں میں) یعنی تجارت کر گئے اور سفر کیے اور مال و متاع جمع کیا۔ لیکن جب ان کے فنا ہونے کا حکمِ الٰہی نازل ہوا، تو کسی چیز نے ان کی دستگیری نہ کی۔ وہ تو سارے شہروں کو کھنگالتے رہے، (کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے) جہاں موت سے ۔۔یا۔۔قضائے الٰہی سے پناہ مل جائے، لیکن انہیں ایسی جگہ نہ مل سکی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ

بے شک اُس میں یقیناً نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے دِل ہے، اور اُس نے کان لگایا،

وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷

اور وہ متوجہ ہے●

(بے شک) جو اِس سورت میں مذکور ہوا (اُس میں یقیناً نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے دل ہے)، جو فکر کرنے والا ہے چیزوں کی حقیقتوں میں ۔۔یا۔۔ عقل ہو خوابِ غفلت سے بیدار۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت کے واسطے دل چاہیے خدا کے ساتھ حاضر کہ پلک مارنے کی قدر بھی غافل نہ ہو۔

(اور اس نے کان لگایا)، یعنی کان لگائے رہتا اور عبرت حاصل کرنے کی راہ سے سنتا ہے۔

(اور وہ متوجہ ہے)، یعنی وہ حاضر رہتا ہے سننے کے وقت تاکہ اُس کے معنی سمجھ سکے۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ قرآن سنتے وقت اِس طرح کان لگانا چاہیے کہ گویا پیغمبر علیہ السلام سے سنتا ہے۔۔ پھر۔۔ فہم میں اور اوپر بڑھ جائے، گویا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنتا ہے۔۔ پھر۔۔ فہم کو اور بلند کرے، ایسا سمجھے کہ خدا سے سنتا ہے۔ اِس معنی پر لفظ **شَهِيدٌ** سے بھی اشارہ ہوتا ہے، اس واسطے **شَهِيدٌ** اُسے کہتے ہیں جو حاضر ہو اور کہنے والے سے سنے، خبر دینے والے سے نہیں۔۔ المختصر۔۔ حاضر ہو کر صاحبِ کلام ہی سے اُس کا کلام سننے والا **شَهِيدٌ** ہے۔

آگے یہود کے قول کا رد فرمایا جا رہا ہے، جو کہتے ہیں کہ ہفتے کے دن خدا نے استراحت کی اور ستایا۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہود مردود کا یہ قول سنا، تو غصہ کے مارے چہرۂ مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا۔۔۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ

اور بے شک پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں، اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو، چھ دن میں۔

وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

اور نہیں چھوگئی ہمیں کوئی تکان۔

(اور بے شک پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن کے درمیان) کی چیزوں (کو چھ دن میں اور نہیں چھوگئی ہمیں کوئی تکان)، یعنی رنج اور تھکن انہیں پیدا کرنے میں۔

تو اَے محبوب! یہود خدا کے تعلق سے جو استراحت و تکان کی بات کرتے ہیں۔۔ یا۔۔ مشرکین بعث و حشر سے جو اِنکار کرتے ہیں۔۔ یا۔۔ تمہاری شان میں جو بات اُن سے صادر ہوتی ہے۔۔ یا۔۔ تمہاری طرف سحر و شعر و جنون کی جو نسبت کرتے ہیں۔ اور ہماری جانب اولاد اور شریک کی جو بات کرتے ہیں، اُن ساری باتوں کے تکلیف دہ اور اذیت رساں ہونے میں شک نہیں، لیکن ان ساری خفیف الحرکاتیوں کے جواب میں تم پیغمبرانہ شان کا مظاہرہ کرو۔۔۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

تو صبر کرتے رہو اُس پر جو وہ بکتے ہیں، اور پاکی بولو اپنے رب کی حمد کے ساتھ، سورج نکلنے سے پہلے،

وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

اور ڈوبنے سے پہلے● اور رات کو بھی پاکی بولتے رہو اُس کی، اور ہر سجدہ والی عبادتوں کے بعد●

(تو صبر کرتے رہو اُس پر جو وہ بکتے ہیں اور پاکی بولو اپنے رب کی حمد کے ساتھ)، یعنی نماز پڑھو (سورج نکلنے سے پہلے)۔ یہ فجر کی نماز ہے۔ (اور ڈوبنے سے پہلے)۔ یہ عصر کی نماز ہے۔ (اور رات کو بھی پاکی بولتے رہو اُس کی)۔ یہ مغرب وعشاء کی نماز ہے۔ (اور ہر سجدہ والی عبادتوں کے بعد)۔

اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے کون سی نماز مراد ہے اِس میں مختلف اقوال ہیں۔ امام زاہد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ نماز مغرب کے بعد ۲ دو رکعت ہے۔ بعضوں نے کہا کہ عشاء کے بعد وتر مراد ہے۔ اور بعض کہتے ہیں فرض کے بعد نفلیں مقصود ہیں۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾

اور خوب سن رکھو جس دن پکارے گا پکارنے والا قریب جگہ سے●

(اور) اَے مخاطبو! (خوب) غور سے (سن رکھو! جس دن پکارے گا پکارنے والا قریب جگہ سے)۔ یعنی قیامت کی چیخ پر کان لگائے رکھو جس دن ندا کریں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام اُس جگہ سے جو آسمان کے قریب ہے، یعنی بیت المقدس کے صخرہ پر سے۔۔۔

کہ ایک قول کے مطابق تمام زمین کی بہ نسبت آسمان سے ۱۸ اٹھارہ میل قریب ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ 'مکان قریب' کے یہ معنی ہیں کہ حضرت اسرافیل صخرہ پر کھڑے ہو کر کانوں میں انگلی دے کر پکاریں گے، کہ اَے چور چور ہڈیو! اور اَے چھوٹے ہوئے گوشتو! اور اَے پریشان بالو! حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب جمع ہو جاؤ جزا اور فیصلہ کے واسطے۔

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

جس دن سنیں گے چیخ کو حق کے ساتھ۔ یہ ہے قبر سے نکلنے کا دن●

(جس دن سنیں گے چیخ کو) یعنی 'صیحہء بعث' کو، کہ وہ دوسری بار صور پھونکنا ہے (حق کے ساتھ)، یعنی اُس چیز کے ساتھ جو حق ہے، یعنی 'بعث' اور کہیں گے سننے والوں سے کہ (یہ ہے قبر سے

نکلنے کا دن) اور حساب کے لیے جمع ہونے کا دن۔ مُردے اُس چیخ کی آواز کو سن کر زندہ ہو جائیں گے اور اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑیں گے۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿۴۳﴾

بے شک ہم ہی جلائیں، اور ہم ہی ماریں، اور ہماری ہی طرف پھر کر آنا ہے●

(بے شک ہم ہی جلائیں) یعنی زندہ کریں مُردوں کو، یعنی مُردہ نطفوں کو ہم ہی زندگی دیتے ہیں۔ (اور ہم ہی ماریں) دُنیا میں۔ (اور ہماری ہی طرف پھر کر آنا ہے) اُن کو، یعنی حساب کے لیے ہم انہیں زندہ کریں گے۔ یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿۴۴﴾

جس دن کہ پھٹ جائے گی زمین، اُن سے جلدی جلدی نکل پڑنے والے۔ یہ حشر ہم پر آسان ہے●

(جس دن کہ پھٹ جائے گی زمین) اور دُور ہو جائے گی (اُن سے) یعنی مُردوں سے، پس وہ مُردے قبروں سے (جلدی جلدی نکل پڑنے والے) ہوں گے۔ (یہ حشر)، جمع کرنا، اٹھانا، (ہم پر آسان ہے)۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۖ قف

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے رہتے ہیں، اور تم نہیں ہو اُن پر زبردستی کرنے والے۔۔۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿۴۵﴾ ع

ع ۳ ۱۶ ۱۷

تو نصیحت سناؤ قرآن سے جو ڈرے میرے ڈرانے کو●

(ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے رہتے ہیں) اِنکارِ قیامت کے باب میں، اور اَے ہمارے حبیب! تیرے حق میں بُری باتیں اور میرے حق میں افتراء۔ (اور تم نہیں ہو اُن پر زبردستی کرنے والے) کہ قہر و جبر سے انہیں ایمان والا بناؤ۔ آپ کا کام تو حکمت و نصیحت کے ساتھ دعوت دینا ہے، (تو نصیحت سناؤ قرآن سے) اور قرآنی وعدہ وعید اُن پر پیش کرو۔ (جو ڈرے میرے ڈرانے کو)، یعنی جن کے دِلوں میں میری وعیدوں کا خوف ہے وہی اِس سے ڈرنے والے ہیں اور قرآن کی نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا اور اُن کو اُن کی قبروں سے اٹھایا جائے گا، تو اُس وقت اُن سب کی ایک حالت نہیں ہوگی، اور نہ اُن سب کے قیام کی جگہ واحد ہوگی۔ اُن کے قیام کی جگہیں بھی مختلف ہوں گی اور اُن کے احوال بھی مختلف ہوں گے۔ اُن کے احوال کی پانچ قسمیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔جس وقت قبروں سے نکالا جائے گا۔

﴿۲﴾۔۔جب اُن کو حساب کی جگہ کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

﴿۳﴾۔۔جس وقت اُن سے حساب لیا جائے گا۔

﴿۴﴾۔۔جس وقت اُن کو دار الجزاء کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

﴿۵﴾۔۔جب اُن کو دار الجزاء میں ٹھہرایا جائے گا۔

مذکورہ بالا ترتیب سے نمبر وار اُن کے احوال کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

﴿۱﴾۔۔اِس وقت کفار کے اعضاء اور حواس کامل ہوں گے۔

﴿۲﴾۔۔اِس وقت بھی اُن کے اعضاء اور حواس سلامت ہوں گے۔

﴿۳﴾۔۔اِس وقت بھی اُن کے اعضا سلامت ہوں گے۔

﴿۴﴾۔۔اِس وقت اُن کی بصارت سماعت اور گویائی سلب کر لی جائے گی، اور اُن کو اندھا، بہرا، گونگا بنا کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

﴿۵﴾۔۔اِس وقت اُن کی حالت کی دو۲ قسمیں ہیں: ایک ابتداء کی اور ایک اس کے بعد قیام کی۔ تو وہ حساب کی جگہ سے دوزخ کے کنارے تک کی مسافت اندھے گونگے بہرے ہونے کے حال میں طے کریں گے، تاکہ اُن کی ذلت دکھائی جائے اور اُن کو دوسروں سے ممیّز و ممتاز کیا جائے۔

پھر اُن کے حواس لوٹا دیے جائیں گے تاکہ وہ دوزخ کی آگ کو دیکھ سکیں، اور ان کے لیے جو عذاب تیار کیا گیا ہے اس کو محسوس کر سکیں، اور ہر اُس چیز کا مشاہدہ کر سکیں جس کی وہ دُنیا میں تکذیب کرتے تھے۔ اور وہ اِس حال میں دوزخ میں رہیں گے کہ وہ بولیں گے اور سنیں گے اور دیکھیں گے۔

مذکورہ بالا تفصیل صرف اِس مقصد سے پیش کر دی گئی ہے کہ سرسری نظر سے قرآنِ کریم کا مطالعہ کرنے سے آیاتِ حشر میں بظاہر جو تعارض کا شبہ ہو رہا ہے اُس کا جواب ہو جائے۔

اختتام سورۃ قٓ ۔۔ ۱۷؍جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۹؍مئی ۲۰۱۲ء، بروز چہارشنبہ

ابتداء سورۃ الذّٰریٰت ۔۔ ۱۷؍جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۹؍مئی ۲۰۱۲ء، بروز چہارشنبہ

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت ۵۱ مَکِّیَّۃ ۶۷ — اٰیَاتُہَا ۶۰ رُکُوْعَاتُہَا ۳

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ

سورۂ ذاریٰت۔۔۵۱ مکیہ ۶۷ — آیاتہا ۶۰ ۔۔رکوعاتہا ۳

'سورۂ قٓ' کا اختتام حشر ونشر کی آیات پر ہوا تھا، اور اِس سورت کی ابتداء ہَواؤں اور بادلوں کے ذکر سے ہوئی ہے۔اور اِس میں حشر ونشر پر دلیل ہے کہ جس طرح ہَوائیں سمندر کے قطرات کو اُٹھاتی ہیں پھر بارش کے ذریعہ اُس پانی کو دوبارہ زمین پر پہنچادیتی ہیں، اُسی طرح انسان مرکر خاک اور مٹی ہوجائے گا اور اُس کے ذرّات زمین میں بکھر جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اُن کو مجتمع کر کے انسانی پیکر بنادے گا۔

یہ پہلی مناسبت ہے جو'سورۂ ذاریات' کو اپنی ماسبق'سورۂ قٓ' سے حاصل ہے۔اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ'سورۂ قٓ' میں اجمالی طور پر تکذیب کرنے والی امتوں کا ذکر فرمایا تھا اور اِس سورہ میں انبیاء علیہم السلام کے قصص میں اُن کا تفصیل سے ذکر ہے۔اِن حقائق سے بھری، حکمتوں سے معمور، اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں ہیں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿۴﴾

قسم ہے ہَواؤں کی، پھیل کر غبار اُڑانے والیاں● پھر بادل کا بوجھ اُٹھانے والیاں● پھر نرم چلنے والیاں● پھر حکم کے موافق بانٹنے والیاں●

(قسم ہے ہواؤں کی، پھیل کر غبار اڑانے والیاں)، یعنی خاک وغیرہ میں پراگندہ ہوکر اور دانہ کو گھاس، پیال اور بُھس سے جدا کرنے والیاں۔ یا اُن فرشتوں کی جو ہوائیں چلانے والے ہیں۔ (پھر) قسم اُن کی جو (بادل کا بوجھ اٹھانے والیاں) ہیں یعنی جو بہت پانی برساتی ہیں، (پھر) قسم اُن کشتیوں کی جو (نرم) یعنی بآسانی (چلنے والیاں) ہیں اور پانی پر رواں دواں ہیں۔ (پھر) قسم اُن کی جو (حکم) الٰہی (کے موافق بانٹنے) اور تقسیم کرنے (والیاں) ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جن سے مینھ اور روزیوں وغیرہ کی تقسیم متعلق ہے۔

بعضوں نے کہا کہ ان سے وہ چاؔر فرشتے مراد ہیں کہ جن کے سپرد ایک ایک بڑا کام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام سے وحی متعلق ہے۔ میکائیل علیہ السلام رحمت اور روزی تقسیم کرنے کے واسطے خاص ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام کے نامزد موت ہے، اور اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔ حق تعالیٰ اِن عجیب اور بڑی چیزوں کی قسم یاد کر کے فرماتا ہے۔۔۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷

کہ جس کا وعدہ دیے جاتے ہو، یقیناً سچ ہی ہے● اور بے شک انصاف ضرور ہونے والا ہے● قسم ہے جالی دار آسمان کی●

(کہ جس کا وعدہ دیے جاتے ہو یقیناً سچ ہی ہے)، یعنی حشر نشر ثواب وعذاب، ضرور سچ اور صحیح ہے اور اِس میں کچھ خلاف نہیں۔ (اور بے شک انصاف ضرور ہونے والا ہے)، یعنی جزاء اور حساب کا دن آئے گا ہی، اِس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ (قسم ہے جالی دار آسمان کی) جو سختی اور مضبوطی والا ہے۔۔یا۔۔ بڑی زینت والا۔۔یا۔۔ اچھی صورت والا اور اچھا معلوم ہونے والا ہے۔۔یا۔۔ راہوں والا یعنی وہ راہیں جن میں ستارے سیر کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ اِس سے ساتوں آسمان مراد ہیں۔

حق تعالیٰ اس کی قسم ارشاد فرما کر فرماتا ہے کہ۔۔۔

اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹

بے شک تم لوگ یقیناً 'کبھی ہاں، کبھی نہیں' کی بولی میں پڑے ہو● اوندھا یا جاتا ہے اُس سے وہی جو جنم کا اوندھا گیا ہے●

اَے اہل مکہ! (بے شک تم لوگ یقیناً، کبھی ہاں اور کبھی نہیں، کی بولی میں پڑے ہو)، البتہ مخالف باتوں میں ہو میرے پیغمبر کے تعلق سے، یعنی اُن کو کبھی ساحر کہتے ہو اور کبھی شاعر۔ کبھی کاہن

کہتے ہو کبھی مجنون۔۔یا۔۔قرآن کی شان میں تمہاری باتیں مختلف ہیں۔اُسے سحر کہتے ہو اور شعر، اور کاہنی اور افتراء کیا ہوا، اور اگلوں کی کہانیاں۔۔۔

(اوندھایا جاتا ہے اُس سے وہی جو جنم کا اوندھا گیا ہے)، یعنی جو شخص خدا کے علم میں قرآن اور پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لانے سے محروم ہو وہی محروم ہے۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰

گردن ماری جائے اٹکل اُڑانے والوں کی●

(گردن ماری جائے اٹکل اُڑانے والوں کی)، یعنی یہ جھوٹے اور مختلف باتوں والے گردن زدنی اور ملعون ہیں۔

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قافلے اترنے کے وقت مکہ معظّمہ کی گھاٹیوں پر اور اس میں داخل ہونے والے مختلف راستوں پر بیٹھتے، اور ہر ایک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال آنے جانے والوں سے نئی طرح پر کہتا، اور لوگوں کو آپ کی محبت سے باز رکھنے کے لیے جھوٹی باتوں کا سہارا لیتا۔حق تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی اور فرمایا کہ وہ جھوٹے لوگ۔۔۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲ يَوْمَ هُمْ

جو خود اپنی غفلت میں بھولے ہیں● پوچھتے ہیں کہ "کب ہے انصاف کا دن؟"● اُس دن

عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴

کہ وہ آگ پر رکھے جائیں گے● کہ چکھو اپنا فتنہ۔یہی ہے جس کی جلدی مچاتے تھے تم●

(جو خود اپنی غفلت میں بھولے ہیں) اور اوامر ونواہی سے غافل ہیں، (پوچھتے ہیں کہ کب ہے انصاف کا دن)۔یعنی یہ غافل، پیغمبر اور مؤمنوں سے پوچھتے ہیں کہ "کب ہوگا روزِ جزاء؟ جسے تمہارے خدا نے قسم کے ساتھ کہا ہے کہ انصاف کا دن آکے رہے گا۔"

یہ بات کفار ہنسی اور تکذیب کی راہ سے کہتے تھے۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جزا ہونے والی ہے۔۔۔

(اُس دن کہ وہ آگ پر رکھے جائیں گے)، جلائے جائیں گے اور عذاب کیے جائیں گے اور دوزخ کے فرشتے اُن سے کہیں گے (کہ چکھو اپنا فتنہ) یعنی اپنا عذاب۔(یہی ہے جس کی جلدی

مچاتے تھے تم)، اور کہتے تھے کہ آخر یہ وعدہ عذاب کب پورا ہوگا؟

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ

بے شک اللہ سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہیں ● لینے والے جو کچھ دیا اُنہیں اُن کے رب نے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ﴿۱۶﴾

بے شک یہ تھے اِس سے پہلے احسان والے ●

اِس سے پہلی آیات میں کفار کے اُخروی انجام کا ذکر فرمایا تھا اور اب اِن آیات میں مسلمانوں کے اُخروی انجام کا ذکر فرما رہا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا کہ۔۔۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہیں)، یعنی ایسے باغوں میں جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ (لینے والے) اور قبول کرنے والے اُسے (جو کچھ دیا انہیں اُن کے رب نے)، یعنی اُن کے اپنے اعمال واقوال کا ثواب۔ (بے شک یہ تھے اِس) جنت میں داخل ہونے (سے پہلے احسان والے) یعنی نیک کام کرنے والے اور فرمانبردار۔

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

یہ تھے رات کو کم سوتے ●

(یہ) وہ (تھے) جو (رات کو کم سوتے) تھے۔ بلکہ رات کو اکثر عبادت میں مشغول ہوتے۔ اِس تعلق سے حضرت انس سے منقول ہے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان نفلیں پڑھا کرتے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ اِس کے معنی یہ ہیں کہ اُن پر ایسی رات کم گزرتی تھی کہ اُس کے اوّل۔۔یا۔۔ درمیان۔۔یا۔۔ آخر میں نماز نہ پڑھتے ہوں۔ ایک قول پر اِس کا معنی یہ ہے کہ بے عشاء کی نماز پڑھے ہوئے سوتے نہ تھے اور عشاء کے وقت کو آدھی رات تک موخر کرتے تھے۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور پچھلی رات میں یہ استغفار کرتے تھے ●

(اور پچھلی رات میں یہ استغفار کرتے تھے)، یعنی باوجود اِس کے کہ رات کو وہ لوگ اکثر نماز

پڑھتے اور کم سوتے تھے، جب صبح ہونے کو ہوتی تھی تو وہ استغفار کرتے تھے، اِس طور پر کہ گویا تمام شب گناہ کیا کیے تھے، اور اُس نماز کو کچھ حساب میں نہ لاتے تھے۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

اور اُن کے مالوں میں حق تھا سوالی اور بے سوالی کا●

(اور اُن کے مالوں میں حق تھا سوالی اور بے سوالی کا)۔

محروم اُس مستحق کو کہتے ہیں جو کسی سے کچھ سوال نہ کرے، اور لوگ گمان کریں کہ وہ غنی اور مالدار ہے، اور اُسے صدقہ نہ دیں۔۔یا۔۔محروم وہ شخص ہے جس کی کھیتی وغیرہ کو نقصان پہنچے۔۔یا۔۔وہ فقیر جس کے لڑکیاں ہوں۔۔یا۔۔وہ لونڈی غلام جس کا آقا خرچ نہ دے۔ بہر تقدیر اُن لوگوں نے اپنے مالوں میں حق مقرر کر رکھا تھا، سوال کرنے والے اور نہ سوال کرنے والے کے لیے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کے احوالِ آخرت بیان فرمائے، اُس کے بعد کی آیتوں میں مؤمنین کے احوالِ آخرت بیان فرمائے، اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر عقائد کا ذکر فرمایا، اور اُن عقائد میں اہم عقیدہ انسانوں کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ بار بار مختلف پیراؤں سے اِس پر دلائل قائم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اِس پر قدرت ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد اُس کو زندہ کردے، اور اُن میں ایک دلیل یہ ہے کہ زمین میں ایسی نشانیاں ہیں جو 'حیات بعد الموت' پر دلالت کرتی ہیں اور قادرِ مطلق کی قدرتِ بے پایاں کی شہادت دیتی ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد۔۔۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے●

(اور) فرمان ہے کہ **(زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے)** قدرتِ الٰہی پر دلیل پکڑنے کو۔

جو نشانیاں روئے زمین پر ہیں اُن میں کھانیں ہیں کہ اُن میں سے انواع واقسام کے جواہر نکلتے ہیں، اور اگنے والے دانے اور ساگ اور درخت اور اِن کے اقسام۔ اور حیوانات

ہیں چرند پرند درند کیڑے مکوڑے اور اِن کے اقسام۔اورزمین کی ذات میں نشانیاں ہیں وہ اِس کے اجزاء کی کیفیتوں اورخاصیتوں اور منفعتوں کا اختلاف ہے۔

وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

اورخودتم لوگوں میں۔تو کیانظر سے کام نہیں لیتے ؟●

(اورخودتم لوگوں) کی ذاتوں (میں) قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔(تو کیانظر سے کام نہیں لیتے)، یعنی نظرِعبرت سے دیکھواوراپنی ذات میں کمالِ صنعت کی علامت مشاہدہ کرو،اس واسطے کہ عالم میں کوئی چیزنہیں مگراُس کانمونہ تمہاری ذات میں ہے۔اور باوصف اِس کے اچھی ہیئت اورخوب ترکیبیں اور دلچسپ صورتیں اور عجیب غریب کام اور مختلف صنعتیں نکالنے اور انواع واقسام کے کمالات جمع کرنے میں منفرداور بےمثل ہو۔

اربابِ عقل ودانش کا کہنا ہے کہ جوکوئی یہ نشانیاں اپنی ذات میں نہ دیکھےاوراپنے صفحۂ وجودمیں قدرت کے آثارمطالعہ نہ کرے،اُس نے اپناحظ ضائع کیاہوگااورزندگی سے بےبہرہ رہاہوگا۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾

اورآسمان میں تمہاری روزی ہے،اوروہ جس کاوعدہ دیے جاتے ہو●

(اورآسمان میں تمہاری روزی ہے)، یعنی رزق کے اسباب ہیں جیسے بارش وغیرہ۔۔یا۔۔جورزق تمہاری قسمت میں ہے اُس کاذکرلوحِ محفوظ میں ہے۔

ایک قول کے مطابق لوح چوتھے آسمان میں ہے۔

(اور) آسمان میں (وہ) بھی ہے(جس کاوعدہ دیے جاتے ہو)، یعنی ثواب،اس واسطے کہ جنت اوراُس کی نعمتیں ساتویں آسمان میں ہیں 'سدرۃ المنتہٰی' کے قریب۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّکُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ع۱۸ ۲۳

توقسم ہے آسمان وزمین کے رب کی کہ بےشک یہ یقیناحق ہے اِسی طرح جیسے تم بولتے ہو●

(توقسم ہے آسمان وزمین کے رب کی، کہ بےشک یہ) یعنی جو مذکور ہواروزی اورثواب کا

ال (یقیناً حق ہے اُسی طرح جیسے تم بولتے ہو)، یعنی جس طرح تمہارے بات کرنے میں کوئی شک نہیں، اُسی طرح میرے روزی دینے میں کوئی شک نہیں۔

میں جو دیکھتا ہوں۔۔۔یا۔۔۔جو میں سنتا ہوں اُس کے واقع کے مطابق ہونے میں تو شک ہوسکتا ہے، لیکن جو میں بولتا ہوں وہ میں ہی بولتا ہوں اور وہ میری ہی بولی ہے، اس میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

آگے کی آیات میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے دل کو تسلی دینے کی طرف اشارہ ہے کہ پچھلی امتوں میں بھی کفار، انبیاء علیہم السلام کے پیغام کی تکذیب کرتے تھے، تب ہی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل فرمانے کے لیے فرشتے بھیجے گئے، اس لیے اگر آپ کی قوم کے کفار آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں۔ اور اُن فرشتوں کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا گیا، تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت افزائی اور اُن کا مقام اور مرتبہ ظاہر ہو۔۔۔الغرض۔۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾

کیا آچکی تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات۔۔●۔۔

اَے محبوب! (کیا آچکی تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات)۔

چونکہ حضرت ابراہیم نے اُن آنے والوں کو پہلے مہمان ہی گمان کیا تھا اس لیے مہمان کہہ کر اُن کا تعارف کرایا گیا۔ یہ آنے والے گیارہ فرشتے تھے جو قومِ لوط کو ہلاک کرنے کے واسطے نازل ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق چار فرشتے تھے، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور زوقائیل علیہم السلام۔ حضرت ابراہیم نے اُن کی تکریم کی اور اُن کی خدمت و مہمان نوازی کے لیے مستعد ہوگئے۔۔۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہ جب وہ داخل ہوئے اُن پر، تو بولے 'سلام'، جواب دیا 'سلام'، انجان لوگ●

یاد کرو (کہ جب وہ داخل ہوئے اُن پر، تو بولے سلام!) یعنی سلام کیا ہم نے تجھ کو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (جواب دیا سلام!) یعنی تم پر سلام۔ تم میرے لیے (انجان لوگ) ہو، یعنی تمہاری

شکل وصورت اور قد وقامت سے تمہیں پہچان نہ سکا۔۔الختصر۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو مسافر اور مہمان خیال کیا۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر چلے گئے اپنے گھر والوں کی طرف، تو لے آئے بھنا ہوا بچھڑا● پھر نزدیک کر دیا اُسے اُن مہمانوں کی طرف، بولے کہ "کیا تم لوگ نہیں کھایا کرتے؟"●

(پھر چلے گئے اپنے گھر والوں کی طرف) اِس طرح کہ اُن کے مہمانوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کہاں جاتے ہیں۔ (تو لے آئے بھنا ہوا بچھڑا● پھر نزدیک کر دیا اُسے اُن مہمانوں کی طرف)۔ مہمانوں نے اُس کی طرف رغبت نہ کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام (بولے، کہ کیا تم لوگ نہیں کھایا کرتے؟) ۔۔الختصر۔۔آپ 'علیہ السلام' نے اُن سے کھانے کو کہا تو انہوں نے کھانے سے اِنکار کیا۔

چونکہ اس زمانے میں یہ عادت تھی کہ جو کوئی کسی سے دشمنی رکھتا، تو اُس کا کھانا نہ کھاتا، تو حضرت ابراہیم کو خیال ہوا کہ کہیں یہ ہمارے دشمن نہ ہوں جو ہمیں ہلاک کرنے آئے ہیں۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

تو دل میں لگے ڈرنے اُن سے، وہ بولے کہ "ڈریے نہیں۔" اور خوشخبری دی علم والے بیٹے کی●

(تو دل میں لگے ڈرنے اُن سے)۔ جب فرشتوں نے اُن پر خوف کا اثر دیکھا، تو (وہ بولے کہ ڈریے نہیں) ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ (اور خوش خبری دی علم والے بیٹے کی)، تا کہ اِس بشارت سے دِل میں خوف کی جگہ مسرت اور خوشی لے لے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، تم نے پہلے کیوں نہ کہا کہ میں بچھڑا ذبح نہ کرتا اور اُس کو اُس کی ماں سے نہ چھڑاتا۔ پس حضرت جبرائیل نے اپنا پر مبارک اُس بھنے ہوئے بچھڑے پر ملایا، وہ زندہ ہو کر کودنے لگا اور اپنی ماں کی طرف چلا گیا۔ جب مذکورہ بالا خوشخبری کو آپ کی اہلیہ حضرت سارہ نے سنا کہ اُن کو اسحاق نام کے ایک فرزند کی خوشخبری دی گئی ہے جو جوان ہو کر زبردست عالم ہو گا۔۔۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾

تو سامنے آئیں اُن کی بی بی شور کرتی، پھر اپنا ماتھا ٹھونکا، اور بولیں کہ "بڑھیا بانجھ کے؟"●

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

اُن مہمانوں نے کہا کہ "ایسا ہی فرمایا ہے آپ کے رب نے۔" بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے●

(تو سامنے آئیں اُن کی بی بی شور کرتی، **پھر اپنا ماتھا ٹھونکا**) اور اس طرح اپنی کمالِ مسرت اور نہایت حیرت کا مظاہرہ کیا، (**اور بولیں کہ بڑھیا**) اور وہ بھی (**بانجھ کے**)؟ وہ کیا جنے گی؟ (**اُن مہمانوں نے کہا کہ ایسا ہی فرمایا ہے آپ کے رب نے۔ بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے**)۔ یعنی بے شک وہ حکم کرنے والا ہے تیرے بیٹا پیدا ہونے کا، اور خوب جانتا ہے تیرا بانجھ ہونا۔ اور جو کوئی حکمت والا علم والا ہو، وہ ضرور تیری دُرستی اور اصلاح پر بھی قادِر ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ ـ مطابق ـ ۱۰ر مئی ۲۰۱۲ء

بروز پنجشنبہ، چھبیسویں[۲۶] پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ

مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق

وسعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَیٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ وَبِحَقِّ یَابُدُوْحُ

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۷

قال فما خطبکم

باسمہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ
۲۹ ر رجب المرجب ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔ ۲۰ ر جون ۲۰۱۲ء
بروز چہارشنبہ، ۲۷ ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ دُعا گوہوں کہ
مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی اور اس کے بعد باقی قرآنِ کریم
کی تفسیر کی تکمیل کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔
آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ
نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ

پوچھا کہ "کیا مہم ہے تم لوگوں کی اَے قاصدو؟"● سب نے جواب دیا کہ "ہم بھیجے گئے ہیں

مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً

جرائم پیشہ لوگوں کی طرف● تا کہ چھوڑیں اُن پر مٹی کے بنے پتھر● نشان دیے ہوئے آپ کے

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾

رب کے یہاں، حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے"●

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جانا کہ وہ فرشتے ہیں اور اکٹھا ہو کر اُن کا اترنا صرف خوش خبری ہی کے لیے نہیں بلکہ کسی بڑے کام کے واسطے ہوگا۔۔تو۔۔

(پوچھا کہ کیا مہم ہے تم لوگوں کی اَے قاصدو؟● سب نے جواب دیا کہ ہم بھیجے گئے ہیں جرائم پیشہ لوگوں کی طرف)، یعنی کافروں کی جانب، اِس واسطے کہ سب گناہوں کا سردار کفر ہے۔اور جو لوگ ہزار سمجھانے اور ڈرانے کے باوجود کفر سے باز آنے کو آمادہ نہ ہوں، تو اتمامِ حجت کے بعد وہ عذابِ الٰہی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔۔چنانچہ۔۔ہم آئے ہیں **(تا کہ چھوڑیں اُن پر مٹی کے بنے پتھر)** یعنی پتھر کی سی پکی ہوئی مٹی، جیسے اینٹ۔

یہ اینٹ کے پتھر جیسے ٹکڑے **(نشان دیے ہوئے آپ کے رب کے یہاں)**، یعنی آپ کے رب کی طرف سے وہ عذاب کے لیے نشان والے تھے۔۔یا۔۔اُن پر سفید۔۔یا۔۔سرخ نشان تھا تا کہ وہ زمین کے ڈھیلوں سے ممتاز محسوس ہوں۔۔یا۔۔ہر ڈھیلے پر اُس کا نام لکھا ہوا تھا جس کے لیے وہ چھوڑا گیا تھا، تا کہ وہ ہلاک وتباہ ہو جس پر اُس کا نام تھا۔ یہ عذاب تھا **(حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے)** جو اپنے فسق وفجور میں حد سے گزر جانے والے تھے، کہ اپنی منکوحہ عورت پر اکتفاء نہ کیا اور لڑکوں سے لواطت کے مرتکب ہوئے۔

بعض تفسیروں میں اِس قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے کہ وہ پتھر اُن لوگوں پر برسے جو اُس شہر میں نہ تھے۔سب کافر وہ پتھر برسنے سے ہلاک نہیں ہوئے، بلکہ پتھروں کو برسانے سے پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ پھر اُن کی تذلیل وتحقیر کے لیے اُن پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی۔اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ فرشتے مؤتفکہ میں قومِ لوط کو ہلاک کرنے جاتے ہیں، تو آپ کا دِلِ مبارک اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کے سبب ملول اور غمگین

ہوا، کہ اُس کا حال اِس بلاء میں کیا ہوگا۔ فرشتے بولے کہ رنج نہ کیجیے، کیونکہ لوط علیہ السلام اور اُن کی بیٹیاں نجات پائیں گی۔۔۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا

تو نکال لیے ہم نے جو تھے اُس میں ایمان والے ● تو نہ پایا ہم نے اُس میں

غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ

ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان ● اور رکھ چھوڑی ہم نے اُس میں نشانی اُن کے لیے

يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

جو ڈریں دکھ والے عذاب کو ●

(تو نکال لیے ہم نے جو تھے اُس میں ایمان والے ● تو نہ پایا ہم نے اُس میں ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان)۔ لوط علیہ السلام اور اُن کی بیٹیاں اُسی گھر والوں میں سے تھیں۔ (اور رکھ چھوڑی ہم نے اُس میں نشانی اُن کے لیے جو ڈریں دکھ والے عذاب کو)، تا کہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اور نشانی، سیاہ پانی اور قوم لوط کے مکانوں کا الٹ پلٹ ہو جانا ہے۔

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

اور موسیٰ میں بھی، جب کہ بھیجا تھا ہم نے اُنہیں فرعون کی طرف روشن سند کے ساتھ ●

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

تو وہ پھر گیا مع اپنے ارکان کے، اور بولا کہ "جادوگر ہے یا پاگل ہے" ●

(اور موسیٰ) علیہ السلام کے قصے (میں بھی) نشانی ہے ڈرنے والوں کے واسطے، (جبکہ بھیجا تھا ہم نے انہیں فرعون کی طرف روشن سند کے ساتھ)، جیسے ید بیضاء اور عصا، (تو وہ پھر گیا مع اپنے ارکان کے)۔ چونکہ وہ لشکر اور خزانے کے باعث زور رکھتا تھا، اُس وجہ سے اُس نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ (اور) حضرت موسیٰ کے تعلق سے (بولا کہ جادوگر ہے) جو نظر بندی کر کے لوگوں کو خلاف عادت کام دکھاتا ہے، (یا پاگل ہے) جو اتنی بڑی قوت وطاقت رکھنے والی حکومت سے ٹکراتا ہے اور اپنا انجام کار نہیں سوچتا۔

محققین کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ پر فرعون کی طعن اُس کے کمالِ نادانی کی دلیل ہے، اِس واسطے کہ اُن پر دو مخالف چیزوں سے طعن کی، اس لیے کہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جادو کرنے کو کمالِ عقل، ذہن رسا اور اِس فن میں پوری مہارت چاہیے۔ اور دیوانہ ہونا زوالِ عقل کی دلیل ہے۔ اور کمالِ عقل اور زوالِ عقل ایک دوسرے کی ضد ہیں، تو یہ دونوں چیزیں ایک ہی وقت میں ایک ذات میں کیسے اکٹھا ہوسکتی ہیں؟۔۔۔

۔۔القصہ۔۔فرعون جب حضرت موسیٰ سے پھر گیا اور اُن پر طعن کی اور اُس کی قوم اِس بات میں اس کے ساتھ متفق تھی۔۔۔

فَأَخَذْنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذْنَٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾

تو پکڑا ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو، تو جھونک دیا اُنہیں دریا میں، اور وہ اپنی ملامت کر رہا تھا●

(تو پکڑا ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو، تو جھونک دیا اُنہیں دریا میں، اور) اِس حال میں کہ (وہ اپنی ملامت کر رہا تھا) کہ میں نے ایمان کیوں نہ قبول کیا؟ اور موسیٰ سے پھر کر اُن پر طعن کیوں کی؟

عذابِ الٰہی کو دیکھ کر اور اپنی ہلاکت کو یقینی سمجھ کر وہ بھی بول پڑا تھا:

آمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ

"میں مان گیا کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود اُس ذات کے سوا بنی اسرائیل جس کو مان گئے۔"

۔۔۔اُس کا یہ 'ایمانِ یاس' اُس کے لیے سببِ نجات نہ ہوسکا۔ اِس میں بھی اُس نے یہ غلطی کی تھی کہ اُس کو پہلے اپنے عہد کے رسول یعنی حضرت موسیٰ پر ایمان لانا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ 'ایمان بالرسول' کے بغیر 'ایمان باللہ' معتبر نہیں۔ فرعون کی سرکشی اور تمرد کا عالم یہ تھا کہ اِس حال میں بھی اُس کی زبان سے آمَنْتُ بِاللّٰهِ ۔۔یا۔۔ آمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی نہ نکل سکا۔ گو اُس نازک صورتِ حال میں اِن کلمات کا نکلنا بھی اُس کے صاحبِ ایمان ہوجانے کے لیے کافی نہ تھا۔

وَفِى عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ ٱلرِّيحَ ٱلْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَىْءٍ

اور عاد میں بھی، جب کہ چھوڑ دی ہم نے اُن پر بے برکت آندھی● نہیں چھوڑتی کچھ

اٰتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿٤٢﴾

جس پر گزری، مگر کردیا اُسے جیسے گلی سڑی●

(اور عاد) کی قوم (میں بھی) یعنی اس کے ہلاک ہونے میں بھی نصیحت اور عبرت ہے عبرت لینے والوں کے لیے، (جبکہ چھوڑ دی ہم نے اُن پر بے برکت آندھی) جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ یعنی وہ ہُوا جس سے نہ درخت بار آور ہوا اور نہ اَبر اُٹھے۔ ایسی آندھی، جو (نہیں چھوڑتی کچھ جس پر گزری، مگر کردیا اُسے جیسے گلی سڑی) ہڈی کے مانند۔۔یا۔۔سوکھی ہوئی گھاس کی طرح۔

وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اور ثمود میں بھی، جب کہ کہا گیا اُنہیں کہ "رہ سہہ لو ایک وقت تک"● تو سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے،

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾

تو پکڑا اُنہیں خاص کڑک نے اور وہ دیکھ رہے ہیں●

(اور ثمود) کے قصے (میں بھی) ایک نشانی ہے ڈرنے والوں کے لیے، (جب کہ کہا گیا انہیں) حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب اور اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے بعد، (کہ رہ سہہ لو ایک وقت تک)۔ یعنی زندگی اور دُنیا کے کاموں سے فائدہ لے لو عذاب آنے کے وقت تک، کہ تین ۳ دن گزرنے کے بعد وہ وقت ہوگا۔

(تو سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے) اور اپنے حال کے تدارک میں مشغول نہ ہوئے، (تو پکڑا انہیں خاص کڑک نے) تین ۳ دن کے بعد، (اور وہ دیکھ رہے ہیں)۔۔الغرض۔۔اُن کی ہلاکت اُن کے دیکھتے سنتے خود اُن کے سامنے ہوگئی۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ

تو نہ سکت تھی اُنہیں کھڑے ہونے کی، اور نہ تھے بدلہ لے سکنے والے● اور نوح کی قوم پہلے سے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿٤٦﴾

بلاشبہ وہ تھے نافرمان لوگ●

(تو) اُن کی بے چارگی کا عالم یہ تھا کہ (نہ سکت تھی انہیں کھڑے ہونے کی) کہ عذاب سے

بھاگ جائیں، (اور نہ تھے بدلہ لے سکنے والے) کہ حق تعالیٰ سے انتقام لیں اور عذاب روکنے میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔

اِس جگہ عذاب سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ ہے جس کا ذکر متعدد مقامات پر کیا جاچکا ہے۔

(اور) ہلاک کیا ہم نے (نوح کی قوم) کو قومِ عاد اور قومِ ثمود کے (پہلے سے)، کیونکہ (بلاشبہ وہ تھے نافرمان لوگ) کفر وعصیان کے سبب سے دائرۂ استقامت سے نکل جانے والے تھے۔

اب آگے کے ارشادات میں رب حکیم وقدیر اپنی قدرت وحکمت اور اپنی تخلیق کا ذکر فرما کر اپنی توحید کو واضح فرمارہا ہے۔۔چنانچہ۔۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور آسمان کو بنایا ہم نے ہاتھوں سے، اور بے شک ہم اُس کو وسیع کرنے والے ہیں●

ارشادِ خداوندی (اور) فرمانِ الٰہی ہے کہ (آسمان کو بنایا ہم نے) اپنے (ہاتھوں سے)، یعنی اپنی قوتِ الوہیت اور زورِ خدائی سے۔۔یا۔۔اُس قوت سے جو ہم اُس کے پیدا کرنے پر رکھتے ہیں۔ (اور بے شک ہم اِس کو وسیع کرنے والے ہیں)۔ یعنی اِس کی جو وسعت ہے وہ ہماری ہی عطا کردہ ہے۔۔یا۔۔ہم اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اگر چاہیں تو اس کو اور بھی وسیع کردیں۔۔یا۔۔جس طرح ہم نے آسمان کو کشادہ کر رکھا ہے اُسی طرح بندوں پر روزی کشادہ کرنے والے ہیں۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا

اور زمین کو بچھایا ہم نے، تو کتنا اچھا ہم بچھانے والے ہیں● اور ہر چیز سے پیدا فرمایا ہم نے

زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

دو جوڑے، کہ تم لوگ دھیان کرو●

(اور زمین کو بچھایا ہم نے، تو کتنا اچھا ہم بچھانے والے ہیں)۔ (اور ہر چیز سے)، یعنی موجودات کی جنسوں میں سے ہر جنس سے، (پیدا فرمایا ہم نے دو جوڑے) یعنی دو قسم، کہ ایک دوسرے کی جوڑا ہونے والی ہے۔۔یا۔۔شکل کے لحاظ سے، جیسے مرد عورت۔۔یا۔۔تخالف کی راہ سے، جیسے اُجالا اندھیرا۔۔یا۔۔آگے پیچھے آنے کی راہ سے، جیسے دن رات۔۔یا۔۔مخالفت کی وجہ سے، جیسے خشک، تر۔اور

اِسی طرح قیاس کر لینا چاہیے۔۔آسمان، زمین۔۔پہاڑ، میدان۔۔بحر وبر۔۔کفر وایمان۔۔شقاوت
سعادت۔۔جاڑا، گرمی۔۔جن وانس۔۔اور صفات میں سے جیسے حلم وقہر۔۔نامردی اور مردانگی۔۔
سخاوت اور بخل اور اِسی کے مثل ہیں حق وباطل۔۔شیرینی، تلخی۔۔بیماری، صحت۔۔غنی ہونا، فقیر ہونا۔۔
ہنسنا، رونا۔۔خوشی، غم۔۔موت وزندگی اور علیٰ ھذا القیاس، جس قدر خیال کیجیے خدا کی مخلوقات میں جوڑ
نکلیں گے۔اور یہ جوڑے اس واسطے پیدا کیے گئے تا (کہ تم لوگ دھیان کرو) نصیحت پاؤ اور یہ بات جانو
کہ وحدانیت اور فردانیت خاص میری ہی صفت ہے، اِس واسطے کہ تعدد ممکنات کے خاصوں میں سے
ہے، اور میں 'واجب الذات' ہوں۔اور واجب، تعدد اور انقسام نہیں قبول کرتا۔۔۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ

تو بھاگ چلو اللہ کی طرف۔بے شک میں تمہیں اُس سے کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں● اور مت بناؤ اللہ کے ساتھ

اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾

دوسرا معبود۔بے شک میں تمہارے لیے اُس سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں●

(تو بھاگ چلو اللہ) تعالیٰ (کی طرف)، یعنی رجوع کرو خدا کی توحید کی طرف۔

--یا-- اُس کے عذاب سے اُس کے ثواب کی جانب۔

--یا-- اُس کی معصیت سے اُس کی اطاعت کی طرف۔

--یا-- بقولِ حضرت شیخ سہل تستری: بھاگو اُس کی طرف اُس کے ماسوا سے۔

--یا-- بقولِ امام قشیری: اپنے وصف سے بھاگو حق کے وصف کی طرف، بلکہ اپنے سے فرار
کرو اور حق کے ساتھ قرار پکڑو۔

(بے شک میں تمہیں اُس سے) یعنی عذابِ الٰہی سے، (کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں)--یا--
وہ بات بتانے والا ہوں جس سے بچنا چاہیے۔(اور مت بناؤ اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ دوسرا معبود، بے
شک میں تمہارے لیے اس سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں)۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ

اِسی طرح نہ آیا اُن کے پاس جو پہلے تھے، کوئی رسول، مگر وہ کہا کیے کہ "جادوگر ہے

أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٥٢﴾ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٥٣﴾

یا پاگل ہے"● کیا وہ ایک دوسرے کو اُس کی وصیت کر کے مرا کیے؟ بلکہ وہ لوگ سرکش ہیں●

اَے محبوب! جس طرح تیری قوم کے لوگ تجھے سحر اور جنون کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اِسی طرح نہ آیا اُن کے پاس جو) کفار مکہ کے (پہلے تھے کوئی رسول، مگر وہ کہا کیے کہ جادوگر ہے یا پاگل ہے)۔ اگر رسول نے اُن لوگوں کو معجزہ دکھایا تو اُن لوگوں نے اُسے سحر کہا، اور اگر رسول نے بعث وحشر کی خبر دی، تو اُن کے قول کو اُن لوگوں نے دیوانوں کی بات سے مشابہت دی۔ (کیا وہ ایک دوسرے کو اِس کی وصیت کر کے مرا کیے؟)۔ حقیقت یہ ہے کہ وصیت نہیں کی، (بلکہ وہ لوگ) بذاتِ خود (سرکش ہیں) یعنی نافرمانی کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور اُن کی نافرمانی اور سرکشی یہ بات کہلواتی ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿٥٤﴾

تو منہ پھیر لو اُن سے، کہ تم پر کوئی الزام نہیں●

(تو منہ پھیر لو اُن سے) اور بدلہ نہ لو تاوقتیکہ قتال پر مامور نہ ہو، کیوں (کہ تم پر کوئی الزام نہیں) خدا کے نزدیک اُن سے منہ پھیرنے کی وجہ سے۔۔ المختصر۔۔ جب تک آپ کو اُن کے ساتھ جنگ و جہاد کا حکم صادر نہ ہو، ان کو مکافاتِ عمل یعنی اُن کے کردار کا بدلہ دینے سے روگردانی فرمایئے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾

اور سمجھاتے بجھاتے رہو، کیونکہ بلاشبہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کے●

(اور سمجھاتے بجھاتے رہو)۔ یعنی انہیں بالکل نہ چھوڑو، بلکہ وعظ و نصیحت کرتے رہو، (کیونکہ بلاشبہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کے)، اُن لوگوں کو جن کے لیے ایمان مقدر ہے۔۔ یا۔۔ انہیں جو بالفعل مؤمن ہیں، کیونکہ وعظ و نصیحت سے اُن کی بصیرت و یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔۔ المختصر۔۔ کافروں کی سرکشی و عناد اور اِنکار سے اہلِ ایمان کی نصیحت سے دست بردار نہ ہو، بلکہ ایسے ہی وعظ و نصیحت میں مصروف رہو، کہ وعظ و نصیحت کے بہت بڑے فوائد ہیں۔۔ مثلاً: نصیحت قلوب کو نرم کرتی ہے۔

فصول میں ہے کہ وعظ کہنے والے کے کلام میں دس۱۰ چیزیں ہونی چاہئیں، تا کہ سننے

والے کو فائدہ پہنچے:

﴿١﴾۔۔لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائے، تاکہ وہ رب کا شکر کریں۔

﴿٢﴾۔۔دکھ اور تکالیف کا ثواب بتائیں تاکہ صبر کرسکیں۔

﴿٣﴾۔۔گناہوں کی سزا و عذاب سنائیں، تاکہ گناہوں سے باز آجائیں اور اُن سے توبہ کریں۔

﴿٤﴾۔۔شیطان کے مکر و فریب بتائیں، تاکہ اُس سے ڈر کر بچ جائیں۔

﴿٥﴾۔۔دُنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی سمجھائیں، تاکہ اُس میں دِل نہ لگائیں۔

﴿٦﴾۔۔موت کو ہر وقت یاد رکھا جائے، تاکہ روانگی کی تیاری جاری رکھی جاسکے۔

﴿٧﴾۔۔قیامت کو زیادہ سے زیادہ یاد دلایا جائے، تاکہ اُس کے لیے زادِراہ جمع کی جاسکے۔

﴿٨﴾۔۔دوزخ کے عذاب کے حالات بتائے جائیں، تاکہ اُس سے بچ سکیں۔

﴿٩﴾۔۔بہشت کی نعمتیں سنائی جائیں، تاکہ اُنہیں رغبت ہو۔

﴿١٠﴾۔۔ہر بات کو خوف ورجاء کے درمیان میں رکھا جائے، یعنی کبھی اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت کا تصور دلایا جائے، تاکہ اُس کا خوف دِل میں پیدا ہو اور کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی بتائی جائے، تاکہ اُس سے امیدوار ہو۔

جو پند و نصیحت اِن دس١٠ امور پر مشتمل ہو، تو اہلِ ایمان کو اُس سے بہت بڑا فائدہ نصیب ہوگا، بالخصوص وہ عالمِ دین ایسی باتیں بتائے جو خود اُن کا عامل ہو، کیونکہ عالم باعمل کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے بہ نسبت اُس کے جو بے عمل ہو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ

اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن اور انسان کو، مگر تاکہ پوجیں مجھے۔ میں نہ مانگوں اُن سے

مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾

کوئی روزی، اور نہ چاہوں کہ کھانا دیں مجھے۔

(اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن اور انسان کو، مگر تاکہ پوجیں مجھے)۔یعنی اِن سب کو ہم نے نہیں پیدا کیا مگر اس واسطے کہ اُن کو اپنی عبادت کا ہم حکم کریں۔۔چنانچہ۔۔اُن سب کو حکم کیا ہے جیسا کہ "وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا۔۔الآیہ" سے ظاہر ہے۔

۔۔یا۔۔آیت کا معنی یہ ہے کہ۔۔۔

جن وانسان میں جو اہلِ ایمان ہیں، انہیں نہیں پیدا کیا ہم نے مگر اس واسطے کہ میری عبادت کریں۔حضرت مجاہد نے یہ معنی کیے ہیں کہ نہیں پیدا کیا ہم نے اُن کو مگر اس واسطے کہ ہم کو وہ پہچانیں اور سب اُسے پہچانتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ بعضے حکم نہیں مانتے اور بعضے اُس کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں۔حق تعالیٰ اُن سے صرف اپنی عبادت چاہتا ہے۔۔چنانچہ۔۔فرماتا ہے کہ (میں نہ مانگوں اُن سے کوئی روزی اور نہ چاہوں کہ کھانا دیں مجھے)، یعنی میں اپنے پیدا کیے ہوؤں سے رزق وروزی نہیں چاہتا، اس لیے کہ رزق دینا اور کھانا کھلانا تو میری ہی صفت ہے۔۔الغرض۔۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾

بے شک اللہ ہی روزی دینے والا، قوت والا قدرت والا ہے●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی روزی دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے)۔

اُس کی قدرتِ قاہرہ اُس کی قوتِ بالغہ کی دلیل اور اُس کی شدتِ قوت اُس کی متانتِ قدرت پر حجت ہوگئی۔نہ کارسازی میں اُس کی متانت کو فتور ہے اور نہ رزق رسانی اور بندہ نوازی میں اُس کی قدرت کو کمی اور قصور ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾

تو بلاشبہ جنھوں نے اندھیر مچایا ہے، اُن کے لیے ایک باری ہے، جیسے اُن کے اگلے ساتھیوں کی باری تھی، تو جلدی نہ مچائیں●

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع٢

تو ہلاکی ہے اُن کی جنھوں نے کفر کیا اُن کے اُس دن کی، جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں●

(تو بلاشبہ جنھوں نے اندھیر مچایا ہے اُن کے لیے ایک باری ہے، جیسے اُن کے اگلے ساتھیوں کی باری تھی)۔یعنی جو عذاب اُن پر پہنچا تھا وہ اِن اندھیر مچانے والے مکہ والوں پر بھی پہنچے گا۔(تو جلدی نہ مچائیں) اُسے طلب کرنے میں۔(تو ہلاکی ہے اُن کی جنھوں نے کفر کیا اُن کے اُس دن کی، جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں)۔اور وہ قیامت کا دن ہے۔

اور یہی زیادہ مناسب ہے، جیسا کہ آنے والی سورت میں ہے۔۔اور۔۔اگر 'یومِ موعود' سے دُنیوی عذاب کا دن مراد لیا جائے، تو 'دن' سے یومِ بدر مراد ہوگا۔وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

اختتام سورۃ الذٰریٰت ۔۔ ﴿ ۲/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۳/جون ۲۰۱۲ء بروز شنبہ ﴾ ۔۔

ابتداء سورۃ الطّور ۔۔ ﴿ ۳/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۴/جون ۲۰۱۲ء بروز یکشنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

سورۃ الطور ۔۔ ۵۲ مکیہ ۷۶ ۔۔ آیاتہا ۴۹ ۔۔ رکوعاتہا ۲

سورۂ مبارکہ 'الطّور' جس کا نام اُسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، اور جو 'سورۂ نوح' کے بعد اور 'سورۃ المومنین' سے پہلے نازل ہوئی۔ جس کی آیت ۳۵ اور آیت ۳۷ کو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم کو ایک مرتبہ نمازِ مغرب میں پڑھتے ہوئے سن لیا، تو انہیں ایسا لگا کہ اُن کا دِل سینے سے نکل کر اُڑ جائے گا۔ ایسی پُرجلال اور پُرہیبت سورۂ مبارکہ کو ۔۔ یا ۔۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾

قسم ہے طور کی ● اور اُس نوشتہ کی ● جو کھلے دفتر میں ہے ●

(قسم ہے طور) سینا پہاڑ (کی) یعنی جبلِ زبیر کی ۔۔۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا کلام سنا، اور بعضوں نے کہا کہ مطلق پہاڑ مراد ہیں کہ زمین کی میخیں ہیں ۔۔۔ (اور) قسم ہے (اُس نوشتہ کی ● جو کھلے دفتر میں ہے)۔ یعنی صحیفے میں ہے جو پڑھتے وقت کھولا جاتا ہے۔

صحیح قول کی بنیاد پر اُس کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے، کیونکہ جو کتاب آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور جس کتاب کی اللہ تعالیٰ نے قسم ارشاد فرمائی ہے، وہ قرآنِ

مجید ہی ہے۔۔نیز۔۔نبی کریم ﷺ حاملِ قرآن تھے، حاملِ تورات وغیرہ نہ تھے۔اور جس کتاب کوآپ مشرکین کے سامنے پیش کررہے تھےاور جس کتاب کی آپ تعلیم دے رہے تھے، وہ تورات وانجیل وغیرہ نہیں۔ویسے بھی تورات وانجیل وزبور آپ کے زمانے میں محرف اور مبدل ہوچکی تھیں، اُن کی عظمت کی قسم ارشاد فرمانے کا کیا موقع تھا۔اِس سلسلے میں دوسرے اقوال بھی ہیں:

﴿۱﴾۔۔اُس کتاب سے مراد وہ چیز ہے جولوحِ محفوظ میں لکھی گئی ہے۔اِس تقدیر پر رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ مجاز ہوگا، اِس واسطے کہ لوحِ محفوظ 'زمردسبز' کی ہے۔

﴿۲﴾۔۔اُس کتاب سے مراد حضرت موسیٰ کی تختیاں ہیں، کہ اُن پر لکھتے وقت قلم کی آواز سنتے تھے۔

﴿۳﴾۔۔اُس کتاب سے مراد توریت ہے، اس واسطے کہ اُس میں حضرت سید عالم ﷺ کی نعت لکھی تھی ۔۔یا۔۔

﴿۴﴾۔۔اعمال لکھنے والے فرشتوں کے نوشتے مراد ہیں ۔۔یا۔۔

﴿۵﴾۔۔وہ کتاب مقصود ہے جوحق تعالیٰ نے فرشتوں کے واسطے لکھی ہے کہ اُس میں جو کچھ ہو۔۔ہے۔۔اور ہوگا۔۔اُس کا علم پڑھتے ہیں۔

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾

اور بیت المعمور کی● اور اُس اونچی چھت کی●

(اور) قسم ہے (بیت المعمور کی)، آباد گھر کی، یعنی کعبہ کی، کہ حاجیوں کی زیارت اور مجاوروں کی خدمت سے اُس کی آبادی ہے۔

۔۔یا۔۔

اِس محل کی جو ساتویں آسمان پر کعبہ شریف کے مدمقابل اور محاذی واقع ہوا ہے۔اور آبادی اُس سے ہے کہ فرشتے کثرت سے اُس کا طواف کرتے ہیں۔(اور) قسم ہے (اُس اونچی چھت کی) یعنی آسمان کی، کہ انوارِ حکمت جمع ہونے اور اسرارِ فطرت چھپے رہنے کی جگہ ہے۔

۔۔یا۔۔

قسم عرشِ اعظم کی۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶

اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔

(اور) قسم ہے (بھڑکائے ہوئے سمندر کی)۔

اِس سے 'بحرِ محیط' مراد ہے، جو دُنیا کے تمام دریاؤں کا مادہ ہے۔ وہ متصل ہیں یا منفصل۔ یہ وہ دریا ہے جس کا کنارہ معلوم نہیں، جس کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور تمام دُنیا کے دریا اُس سے نکلے ہیں۔ اُس میں آباد جزیرے ہیں اور کچھ خالی جزیرے بھی، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فی الحال سمندر پانی سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن قیامت کے دن اُن میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ سمندر کا سفر صرف وہی کرے جو حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا ہو یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔۔ الختصر۔ سمندر تہہ در تہہ ہے اور سمندر کی آفتوں کا اس میں سفر کرنے والوں تک پہنچنے کا خطرہ ہے۔

اِس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ سمندر کی آفات ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار آرہی ہیں، لہٰذا کسی فانی غرض کے لیے سمندر کا سفر اختیار کرنا بے وقوفی اور جہالت ہے، کیونکہ اس میں جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اور جان کو خطرہ میں ڈالنا صرف اللہ کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے محمود ہے۔ مذکورہ بالا قسموں کا جواب یہ ہے۔۔۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ

کہ بلاشبہ تمہارے رب کا عذاب یقیناً ہونے والا ہے۔ نہیں ہے اُس کا کوئی ٹالنے والا۔ جس دن کہ گھومتے پھریں گے آسمان

مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰

ہل ہل کر۔ اور چلیں گے پہاڑ اُڑ اُڑ کر۔

(کہ بلاشبہ تمہارے رب کا عذاب یقیناً ہونے والا ہے) اور اُترنے والا ہے۔ (نہیں ہے اُس کا کوئی ٹالنے والا) دفع کرنے والا، بلکہ ہر حال میں وہ واقع ہوگا (جس دن کہ گھومتے پھریں گے آسمان ہل ہل کر) یعنی اضطراب میں آخر پھٹ جائیں گے۔ (اور چلیں گے پہاڑ) ہوا میں روئی کی طرح (اُڑ اُڑ کر)۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾

توہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے • جو بیہودگی میں پڑے کھیل رہے ہیں ۔۔•۔۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾

جس دن کہ ڈھکیلے جائیں گے جہنم کی آگ کی طرف دھکا دے کر•

(توہلاکی ہے) اور عذاب کی سختی ہے (اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے) جنہوں نے خدا و رسول کی بات کو جھوٹ جانا اور تکذیب کی، اور (جو بے ہودگی میں پڑے کھیل رہے ہیں) اور قرآن شریف پر ہنسی، نبی کریم کی تکذیب، اور بعث و حشر کا اِنکار کررہے ہیں اور ازراہِ غفلت بیہودہ کلامی کرتے رہتے ہیں ۔۔نیز۔۔ یہ لوگ نہیں ڈرتے اُس دن سے (جس دن کہ ڈھکیلے جائیں گے جہنم کی آگ کی طرف دھکا دے کر)۔

روایت ہے کہ کافروں کا ہاتھ اُن کی گردنوں میں باندھیں گے اور اُن کی پیشانیاں پیروں کی پشت سے چپکائیں گے اور دوزخ میں جھونک دیں گے اور کہیں گے۔۔۔

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ

کہ "یہ ہے وہ آگ! جس کو جھٹلایا کرتے تھے تم • تو کیا یہ جادو ہے؟ یا تم لوگ

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا

نظر بندی میں پڑے ہو؟• جاؤ اس میں خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

یکساں ہے تمہیں۔ اُسی کا بدلہ دیے جاتے ہو جو کیا کرتے تھے"•

(کہ یہ ہے وہ آگ! جس کو جھٹلایا کرتے تھے تم) اور باور نہ رکھتے تھے اور پیغمبر کی وحی کو سحر جانتے تھے، (تو) اب بولو! کہ (کیا یہ جادو ہے؟ یا تم لوگ نظر بندی میں پڑے ہو؟) جس طرح دُنیا میں کہتے تھے کہ ہماری نظر بندی کردی ہے۔ (جاؤ اِس میں! خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔ یکساں ہے تمہیں) صبر اور بے صبری۔ یعنی کسی صورت میں بھی نہ بچ سکتے ہو، نہ بھاگ سکتے ہو، اور ہمیشہ عذاب میں رہو گے۔ اِس عذاب سے (اُسی کا بدلہ دیے جاتے ہو جو کیا کرتے تھے)۔ اِن معذبین کے برعکس۔۔۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ

بے شک اللہ سے ڈرنے والے، باغوں اور آرام میں ہیں ● خوش خوش جو دے رکھا ہے انہیں اُن کے رب نے۔ اور بچالیا اُنہیں

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

اُن کے رب نے عذابِ جہنم سے ● کہ "کھاؤ اور پیو مزے سے، بسبب اُس کے جو عمل کیا کرتے تھے" ●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والے، باغوں اور آرام میں ہیں ● خوش خوش، جو دے رکھا ہے انہیں اُن کے رب نے) ہمیشہ کے واسطے بزرگیاں۔۔ الغرض۔۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وعطا سے وہ بہت ہی مزے میں ہیں۔ (اور) یہ اِس سبب سے ہے کہ (بچالیا انہیں اُن کے رب نے عذابِ جہنم سے)۔ اور جنت کے فرشتے برابر اُن سے کہیں گے (کہ کھاؤ اور پیو مزے سے) ایسا کھانا پینا جو ہضم ہو جایا کرے کہ نہ بدہضمی ہو اور نہ کمی کرے، (بہ سبب اُس کے جو عمل کیا کرتے تھے)۔

ہر چند وعدہ بندے کے کام پر ہے، مگر اصل اِس کا فضلِ خداوندی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ ہمارے کام کی کیا مزدوری ہوگی۔ یہ تو ربِّ اکرم کا کرم ہے کہ عطا فرماتا ہے اپنے فضلِ بے پایاں سے، اور ارشاد فرماتا ہے کہ یہ تمہارے عمل کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہمارے عمل میں وہ قوتِ بازو کہاں؟ جو فضلِ خداوندی کی ہمسری کر سکے۔ ربِّ کریم سے یہی دُعا کرنی چاہیے، کہ اَے صاحبِ فضلِ عظیم! بس اپنے فضل ورحمت اور لطف وکرم سے میری یاوری فرما اور میرے افعال کو اپنے عدل کے حوالے نہ فرما۔ الختصر۔۔

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

تکیہ لگائے اپنے اپنے تختوں پر برابر بچھائے ہوئے۔ اور بیاہ دیا ہم نے اُنہیں بڑی بڑی آنکھ والی گوریوں سے ●

متقی لوگ جنت میں (تکیہ لگائے اپنے اپنے تختوں پر) ہوں گے جو (برابر بچھائے ہوئے) ہوں گے۔ یعنی ایک دوسرے سے ملے ہوئے بچھے ہوں گے۔۔ یا۔۔ جو سونے سے منڈھے ہوں گے۔ (اور بیاہ دیا ہم نے انہیں بڑی بڑی آنکھ والی گوریوں سے)، یعنی اُن کا جوڑا کر دیا اُن عورتوں کے ساتھ جن کا رنگ گورا اور آنکھیں کشادہ ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اور جو ایمان لائے اور پیچھے پیچھے رہی اُن کے اُن کی نسل ایمان کے ساتھ، تو ملا دیا ہم نے اُن کے ساتھ اُن کی نسل کو،

وَمَآ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ کُلُّ امۡرِیًٔۢ بِمَا کَسَبَ رَهِیۡنٌ ﴿۲۱﴾

اور نہیں کمی کی ہم نے اُن کی اُن کے اعمال سے کچھ۔ ہر ناکس نے جو کمائی کی اُس میں پکڑا ہوا ہے●

(اور) اُن کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ **(جو ایمان لائے)** خدا اور رسول کا **(اور پیچھے پیچھے رہی** ن کے اُن کی نسل ایمان کے ساتھ، تو ملا دیا ہم نے اُن کے ساتھ اُن کی نسل کو)۔ یعنی اُن کی اولاد کو ول بہشت میں ۔۔یا۔۔ اُن کے درجوں پر پہنچنے میں۔

یعنی اگر باپ دادا کے درجے بلند ہوں گے، تو اُن کی اولاد کے درجے بھی ہم بلند کر دیں گے، تا کہ باپوں کی آنکھیں اولاد کے دیدار سے روشن ہوں۔

(اور نہیں کمی کی ہم نے اُن کی اُن کے اعمال سے کچھ)۔ یعنی اِس ملا دینے کے سبب سے باپوں کے کاموں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور اولاد کو اُن کے باپوں کے درجوں تک پہنچا دیا ائے گا بے اِس کے کہ باپوں کا ثواب کچھ کم ہو جائے، بلکہ اپنے فضل و کرم سے ربِّ اکرم اولاد کے تبے میں بلندی عطا فرمائے گا۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ 'ایمان اور عمل' بہشت اور درجاتِ بہشت کے واسطے علت نہیں ہیں، اور بہشت اور اُس کے درجات کا وعدہ ایمان اور عمل پر ہے، ایمان و عمل کے بغیر نہیں۔ اور ایمان و عمل کا وعدہ فضل لَم یزل پر ہے۔

(ہر ناکس نے جو کمائی کی اُس میں پکڑا ہوا ہے) یعنی ہر ناکس و نالائق جو مکلّف و عاقل و بالغ و قیامت کے دن اپنے کاموں کی جزا کے ساتھ بندھا ہوا ہے، کہ اُس سے رہائی کی شکل نہیں رکھتا۔ ور دوسرے کے کام پر مواخذہ نہیں اور مکلفہ عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ جنتیوں کو ہم نے جو کچھ دیا ہے ہ تو دیا ہی ہے۔۔۔

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاکِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا یَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾

اور مدد فرمائی ہم نے اُن جنتیوں کی میوہ اور گوشت سے، جو چاہیں●

(اور) مزید برآں **(مدد فرمائی ہم نے اُن جنتیوں کی میوہ اور گوشت سے جو چاہیں)**۔ یعنی صرف چاہنے ہی سے اُن کے پسندیدہ میوے اور حسبِ خواہش گوشت ان کے لیے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ انہیں اِس بات کی ضرورت نہ ہوگی کہ وہ طلب کریں پھر ان کو یہ چیزیں دی جائیں۔

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿۲۳﴾

چھین جھپٹ کی تفریح کیا کریں گے اُس میں جام کی، جس میں نہ بیہودگی ہے، اور نہ جرم کاری●

(چھین جھپٹ کی تفریح کیا کریں گے اُس میں جام کی) یعنی ایک دوسرے کو دیں گے اور لیں گے اور اِس عمل میں ایسی تیزی دکھائیں گے، کہ لگے گا کہ ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہیں، مگر شائستگی کے ساتھ، (جس میں نہ بیہودگی ہے اور نہ جرم کاری)۔

--یا-- جام و کاسہ سے مراد شراب ہے۔ چیز کا نام برتن کے نام پر رکھ دیا۔ --یعنی--
سبھوں کو ایسی شراب پلائیں گے کہ نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اُس میں، یعنی اُسے پیتے وقت نہ لغو بکیں گے، نہ جھگڑے کریں گے، جیسے دُنیا میں فاسقوں اور شرابیوں کی عادت ہے اور نہ گنہگار ہوں گے یعنی اُن سے ایسا کوئی کام نہ ہوگا جو گناہ کا موجب ہو۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾

اور دَورہ کریں گے اُن پر اُن کے غلام، گویا کہ وہ موتی ہیں محفوظ●

(اور دورہ کریں گے اُن پر) خدمت کے لیے (اُن کے غلام) جو لڑکوں کی صورت میں پیدا کیے گئے، (گویا کہ وہ) صفائی اور لطافت میں (موتی ہیں محفوظ) چھپے ہوئے سیپ میں، کہ اُن تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔

حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ کسی نے کہا کہ خادم جو ایسے ہوں گے تو مخدوم کیسے ہوں گے؟ فرمایا کہ خادم پر مخدوم کی ایسی فضیلت ہوگی، جیسے تاروں پر چودھویں رات کے چاند کی ہوتی ہے۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا

اور سامنے آئے ایک دوسرے کے پوچھ گچھ کرتے● کہنے لگے کہ "بلاشبہ ہم تھے پہلے اپنے لوگوں میں

مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾

ڈرتے ہوئے● پھر احسان فرمایا اللہ نے ہم پر، اور بچا لیا ہمیں گرم ہَوا کے عذاب سے●

(اور) جنتی (سامنے آئے ایک دوسرے کے) اُن کے افعال و احوال کی (پوچھ گچھ کرتے)،

آپس میں (کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم تھے پہلے اپنے لوگوں میں ڈرتے ہوئے) عذابِ الٰہی سے۔۔یا۔۔
عم کی بُرائی۔۔یا۔۔دشمنوں کے بُرا کہنے۔۔یا۔۔انجام کار سے، (پھر احسان فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے ہم
پر) اپنی رحمت۔۔یا۔۔توفیقِ عصمت سے (اور بچالیا ہمیں گرم ہوا کے عذاب سے)۔
ایک قول ہے کہ **سَمُوْم** جہنم کا نام ہے۔

ع ۲۸/۲

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝۲۸

بلاشبہ ہم تھے پہلے سے کہ دُہائی دیتے تھے اُس کی، بے شک وہ بڑا احسان فرمانے والا رحم والا ہے"●

(بلاشبہ ہم تھے پہلے سے کہ دُہائی دیتے تھے اُس کی) یعنی اِس سے پہلے دُنیا میں عبادت کرتے تھے خدا کی اور اُسے پکارتے تھے اور دوزخ سے بچاؤ مانگتے تھے، تو اُس نے ہماری دُعا قبول فرمائی۔ (بے شک وہ بڑا احسان فرمانے والا) ہے اور (رحم والا) مہربان (ہے) اپنے بندوں پر۔

روایت ہے کہ کافر مکہ معظمہ کی گھاٹیوں پر کھڑے ہوتے اور حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عرب کے قافلوں کے سامنے کاہن، مجنون، شاعر اور ساحر کہتے، اور آنحضرت ﷺ اُن کی اِن باتوں سے بہت غمگین ہوتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝۲۹ۭ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

تو نصیحت کرتے رہو کہ "نہیں ہو تم اپنے رب کے فضل سے کاہن اور نہ مجنوں● کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ "ایک شاعر ہے؟

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝۳۰

ہم دیکھ رہے ہیں اُن کے لیے بھی حوادثِ زمانہ کو"●

(تو نصیحت کرتے رہو، کہ نہیں ہو تم اپنے رب کے فضل سے کاہن) جو بغیر وحی الٰہی کے غیب کی خبر دینے کا دعویٰ کرتا ہے، (اور نہ مجنون)، جس کی عقل پوشیدہ ہوتی ہے۔۔یا۔۔جس پر جن مسلط ہوتا ہے۔ (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک شاعر ہے) نبی نہیں (ہم دیکھ رہے ہیں اُن کے لیے بھی حوادث زمانہ کو)۔ یعنی ہم اُن کی موت کے منتظر ہیں۔ جیسے اور شاعر مر گئے۔۔یا۔۔ہم امید رکھتے ہیں کہ اِس کی موت بھی اِس کے باپ دادا کی موت کے مثل ہو، یعنی جلدی مر جائے اور بڑھاپے تک نہ پہنچنے پائے۔ اَے محبوب!

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

کہہ دو کہ "دیکھتے رہو، کہ بلاشبہ میں بھی دیکھنے والوں سے ہوں"● کیا بتاتی ہے اُنہیں

بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾

اُن کی عقلیں یہ؟ یا وہ سرکش لوگ ہیں●

(کہہ دو، کہ دیکھتے رہو) اور میری موت کا انتظار کرتے رہو، کیوں (کہ بلاشبہ میں بھی دیکھنے والوں سے ہوں) یعنی تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں، جس طرح تم میرے ہلاک ہونے کے منتظر ہو۔ (کیا بتاتی ہیں انہیں اُن کی عقلیں یہ؟) متضاد باتیں، جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں، کہ تجھ کو کاہن کہتے ہیں اور کاہن ہونے کو تیز عقل ہونا لازم ہے اور پھر مجنون بھی کہتے ہیں، اور جنون کے ساتھ عقل اکٹھا نہیں ہوتی، اور شعر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور شاعر کا کلام موزوں اور خیالی ہونا چاہیے اور وہ بھی جنون کے ساتھ میسر نہیں ہوتا۔ پس کافروں کی یہ باتیں عقل کے موافق نہیں ہیں، تو وہ بے عقل اور فہم و فراست سے عاری لوگ ہیں۔ (یا وہ سرکش لوگ ہیں) جو جھگڑے اور عناد میں حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ

آیا یہ کہتے ہیں کہ "خود ہی بنالیا ہے اُس قرآن کو،" بلکہ وہی بے ایمان ہیں● اچھا تو لے آئیں ایک بات بھی اِس کے مثل،

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾

اگر وہ سچے ہیں●

(آیا یہ کہتے ہیں کہ خود ہی بنالیا ہے اِس قرآن کو) اپنی طرف سے۔ اور ایسا نہیں ہے جیسا وہ کہتے ہیں، (بلکہ وہی بے ایمان ہیں) جو تکبر اور حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ (اچھا تو لے آئیں ایک بات بھی اِس کے مثل، اگر سچے ہیں) اِس بات میں کہ قرآن اپنی طرف سے بن سکتا ہے۔ یعنی اگر قرآن بنالینے کی چیز ہے تو یہ لوگ عرب کے فصیح و بلیغ ہیں، اِن سے کہہ دو کہ اِس کے مثل ایک بات بناؤ۔ کیا وہ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے۔۔۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

آیا وہ پیدا کیے گئے ہیں بے کسی کے؟ یا وہی خود کو پیدا کرنے والے ہیں؟●

(آیا وہ پیدا کیے گئے ہیں بے کسی کے؟) یعنی بے ماں باپ کے۔ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ آدمی ہیں، آدمی سے پیدا ہوئے۔ یہ پتھر نہیں ہیں کہ اِن امور کو نہ سمجھیں۔

بعضوں نے اِس آیت کا معنی اِس طرح کہے ہیں۔۔۔

کہ کیا وہ مخلوق ہیں بے خالق کے؟ اور محال ہے کہ کوئی پیدا کیا ہوا بے پیدا کرنے والے کے ہو۔ (یا وہی خود) اپنے (کو پیدا کرنے والے ہیں؟)۔ اور یہ بات صاف باطل ہے، کہ کوئی معدوم کسی چیز کو کیونکر پیدا کرسکتا ہے؟

أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾

کیا اُنہیں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو؟ بلکہ بے یقین لوگ ہیں● کیا اُنہیں کے پاس ہیں تمہارے رب کے خزانے؟ کیا یہی آزاد داروغہ ہیں؟●

(کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو؟) ایسا نہیں ہے، (بلکہ بے یقین لوگ ہیں) جو یقین نہیں کرتے اور شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (کیا انہیں کے پاس ہیں تمہارے رب کے خزانے؟) کہ جس کو چاہیں نبوت دیں۔۔یا۔۔علم کے خزانے کہ جان لیں کہ منصبِ نبوت کے لائق کون ہے؟ (کیا یہی آزاد داروغہ ہیں) یا وہ سرکش و غالب اور مسلط ہیں کہ جو چاہیں کریں۔

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾

یا اُن کا ہے کوئی زینہ آسمان کا کہ سن آتے ہیں جس سے۔ تو پھر لائے اُن کا سننے والا کوئی کھلی سند●

(یا اُن کا ہے کوئی زینہ آسمان کا کہ) اُس پر چڑھ کر آسمان تک چلے جاتے ہیں، اور (سن آتے ہیں جس سے) فرشتوں کی باتیں جو کہ غیب میں سے فرشتوں کی جانب وحی کی جاتی ہیں۔ اور اگر ایسا ہے، (تو پھر لائے اُن کا سننے والا کوئی کھلی سند) جو اِس بات پر گواہ ہو کہ اُس کا سن آنا سچ ہے۔

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ

کیا اُس اللہ کے لیے بیٹیاں اور تمہارے اپنے لیے بیٹے؟● کیا تم مانگتے ہو اُن سے کوئی اُجرت؟ تو وہ تاوان سے

مُثْقَلُوْنَ ۝٤٠ؕ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝٤١ؕ

بوجھل ہیں● یا اُن کے پاس غیب ہے؟ تو وہ جنم پتر قلمبند کرتے رہتے ہیں●

(کیا اُس اللہ) تعالیٰ (کے لیے بیٹیاں) ہیں (اور تمہارے اپنے لیے بیٹے؟)۔

اِس کلام میں مشرکوں کی حماقت اور جہالت بیان فرماتا ہے اور یہ کئی بار اوپر گزرا۔

(کیا تم مانگتے ہو اُن سے) احکام پہنچانے پر (کوئی اجرت، تو وہ تاوان سے بوجھل ہیں) اور تجھ سے منہ پھیرتے ہیں۔ **(یا اُن کے پاس غیب ہے)**، یعنی وہ چیز جس میں غیب لکھا ہوا ہے یعنی لوحِ محفوظ، **(تو وہ جنم پتر قلمبند کرتے رہتے ہیں)** اور لکھتے ہیں کہ قیامت اور بعث کے باب میں پیغمبر کی خبر باطل ہے۔۔یا یہ۔۔لکھتے ہیں کہ تمہاری موت کب ہوگی؟

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝٤٢ؕ

یا وہ چاہتے ہیں چالبازی؟ تو جنہوں نے کفر کیا وہی داؤں کے مارے ہیں●

(یا وہ چاہتے ہیں چالبازی)۔ یعنی اَے محبوب! تیرے بارے میں مکر اور کید۔

اِس سے وہ مکر مراد ہے جو 'دار الندوہ' میں پیغمبر ﷺ کی نسبت کرتے تھے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔۔یا۔۔قید۔۔یا۔۔شہر بدر کر دیا جائے۔

(تو جنہوں نے کفر کیا وہی داؤں کے مارے ہیں)۔ یعنی اُس کید اور مکر کی سزا اور وبال انہیں پر پڑے گا اور جنگ بدر میں قتل کیے جائیں گے۔

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٤٣

کیا اُن کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا؟ پاکی ہے اللہ کی اُس سے جو شرک کرتے ہیں●

(کیا اُن کا کوئی معبود ہے اللہ) تعالیٰ (کے سوا؟) کہ جو عذاب اُن کے مکر کی مکافات ہے، وہ اُن سے روک رکھے۔ **(پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی اُس سے جو شرک کرتے ہیں)**، یعنی اُس چیز سے جسے اُس کا شریک لاتے ہیں۔۔یا۔۔اس کے واسطے شریک پکڑتے ہیں۔

قریش کے معاندین پیغمبر علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ آسمان کا ٹکڑا ہم پر اتارو اگر اپنے وعدہ میں سچے ہو، تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۴﴾

اور اگر دیکھ ہی لیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا، تو بھی کہیں گے کہ "بادل ہے نیچے اوپر"●

(اور اگر دیکھ ہی لیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا، تو بھی) اپنی دشمنی اور تکبر کی راہ سے **(کہیں گے کہ)** یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ **(بادل ہے نیچے اوپر)**، ایک پر ایک بندھا اور تہہ بہ تہہ چپکا ہوا۔ یعنی باوصف اِس کے کہ عذاب کے آثار دیکھیں گے، تو بھی کفر سے باز نہ آئیں گے۔

فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي

تو چھوڑ دو انہیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس دن سے جس میں بے ہوش کیے جائیں گے● وہ دن کہ نہ کام آئے

عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۶﴾

اُن کے اُن کی چالبازی کچھ، اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے●

(تو چھوڑ دو انہیں) اُن کے حال پر اور فی الحال اُن سے جنگ نہ کرو، کیونکہ ابھی تمہیں اُن سے قتال کا امر نہیں فرمایا گیا ہے۔۔الغرض۔۔انہیں سزا نہ دیں **(یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس دن سے)** اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اُس دن کو **(جس میں)** نفخۂ اولیٰ سے **(بے ہوش کیے جائیں گے)**۔۔یا۔۔ ہلاک کیے جائیں گے۔ **(وہ دن کہ نہ کام آئے اُن کے اُن کی چالبازی کچھ)**۔ اُن کا مکر اُن پر سے عذاب کا کوئی حصہ کم نہ کر سکے گا۔ **(اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے)**۔ یعنی کوئی مدد کر کے اُن کے عذاب کو نہ روکے گا۔

اُس دن سے قیامت کا دن مراد ہے اور بعضوں نے کہا روزِ بدر مراد ہے۔

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

اور بے شک اُن کے لیے جنہوں نے اندھیر مچا رکھا ہے ایک عذاب ہے، اُس عذاب آخرت سے اِدھر ہی، لیکن اُن کے بہتیروں کو علم نہیں●

(اور بے شک اُن کے لیے جنہوں نے اندھیر مچا رکھا ہے ایک عذاب ہے، اُس عذابِ آخرت سے اِدھر ہی) اور وہ عذابِ قبر ہے۔۔یا۔۔ دُنیا میں جنگِ بدر میں قتل ہونا اور سات برس کے قحط میں مبتلا ہونا ہے۔ **(لیکن اُن کے بہتیروں کو علم نہیں)** اُس کا۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾

اور جمے رہو اپنے رب کے حکم کے لیے، کیونکہ تم ہماری آنکھوں کی نگرانی میں ہو، اور پاکی بولتے رہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب تم اٹھ کھڑے ہو●

(اور) اَے محبوب! (جمے رہو اپنے رب کے حکم کے لیے) جو اُن کے بارے میں نازل ہو اُن کو مہلت دے کر، اور خود اُن سے تکلیف اٹھا کر۔ اور کچھ فکر نہ کرو (کیونکہ تم ہماری آنکھوں کی نگرانی میں ہو)، یعنی ہماری حفاظت میں ہو۔ ہم تجھ کو دیکھتے ہیں اور تیری حفاظت کرتے ہیں۔ (اور پاکی بولتے رہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب تم اٹھ کھڑے ہو)۔ یعنی جس وقت تُو اٹھے خواب سے۔۔یا۔۔جب نماز پر کھڑا ہو، تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ کہو۔۔یا۔۔جب مجلس سے تم اٹھو، تو کہو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

حدیث میں ہے کہ مجلس سے اُٹھتے وقت جب یہ کلمات کہتے ہیں، تو جو لغو اور لہو اُس مجلس میں واقع ہوا ہے، یہ کلمات اُن سب کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲/۱۴

اور کچھ رات کو بھی پاکی بولتے رہو اُس کی، اور تاروں کے پیٹھ دیتے وقت●

(اور کچھ رات کو بھی پاکی بولتے رہو اُس کی)۔ اِس واسطے کہ رات کو عبادت کرنا ریاء سے بہت دُور ہے اور نفس پر بہت سخت ہے۔ (اور تاروں کے پیٹھ دیتے وقت)، یعنی جب صبح کے اُجالے میں تارے غائب ہو جائیں، تو تم خدا کی پاکی بولنے میں مصروف رہو۔ یعنی فجر کے قبل کی دو سنتیں پڑھتے رہو۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ اِس سے فجر کی نماز مراد ہے۔

اختتام سورۃ الطور۔۔ ﴿ ۵/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۶/جون ۲۰۱۲ء بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

ابتداء سورۃ النجم۔۔ ﴿ ۶/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۷/جون ۲۰۱۲ء بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

سُوْرَةُ النَّجْمِ ۵۳ مکیۃ ۲۳ — آیاتہا ۶۲ رکوعاتہا ۳

سورۃ النجم۔۔۵۳ مکیہ ۲۳ — آیاتہا ۶۲۔۔رکوعاتہا ۳

وہ پہلی سورت جس کا رسول اللہ ﷺ نے حرم مکہ میں اعلان فرمایا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق 'سورہ النجم' ہے۔ یہ نام اِس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مشرکین یہ کہتے تھے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اِس قرآن کو ازخود بنالیا ہے، اور معاذ اللہ محمد ﷺ اپنے باپ دادا کے دین سے گمراہ ہوگئے ہیں، تو حق تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔ ایسی چشم کشا، بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾ وَ مَا یَنۡطِقُ

قسم ہے نجم کی، جب کہ نیچے اُترے • کہ نہ بہکا تمہارے ساتھ رہنے والا مالک، اور نہ بھٹکا • اور نہیں بولتے

عَنِ الۡہَوٰی ؕ﴿۳﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ﴿۵﴾

اپنے جی سے • اُن کی ہر بات وحیٔ الٰہی ہے جو کی جاتی ہے • سکھایا اُس کو سخت قوتوں والے •

ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۙ﴿۶﴾

طاقتور نے، پھر متوجہ ہوا •

(قسم ہے نجم کی، جبکہ نیچے اُترے)۔

یہاں نجم سے مراد کے تعلق سے بہت سے اقوال ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہاں سب ستارے مراد ہیں، جو تری اور خشکی میں مسافروں کو راہ بتانے والے ہیں، خواہ طلوع کریں۔۔یا۔۔غروب۔۔یا۔۔وہ ستارے مراد ہیں، جو حضرت رسولِ مقبول کی ولادت کے وقت زمین کے نزدیک آئے تھے۔۔یا۔۔وہ ستارے مقصود ہیں جن سے شیطانوں کو مارتے ہیں جب کہ وہ آسمان کے قریب چھپ کر فرشتوں کی باتیں سننے جاتے ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک 'نجم' ثریا ہے جو ستاروں میں سب سے زیادہ روشن ہے۔

بعضوں نے کہا کہ 'نجم' سے قرآن مراد ہے، یعنی قسم ہے قرآنِ کریم کی سورتوں اور آیتوں کی جب وہ نازل ہوتی ہیں۔ اور ایک گروہ کے نزدیک وہ گھاس ہے جس کی ٹہنی نہیں ہوتی،

یعنی قسم ہے اُس گھاس کی جب وہ گر پڑتی ہے اور بارگاہِ خداوندی میں سربہ سجود ہو جاتی ہے۔

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ستارے سے محمد ﷺ کی ذاتِ شریفہ مراد ہے، جب شبِ معراج میں آپ آسمان پر سے اُترے۔ اور لباب میں کہا ہے کہ آنحضرت ہی مراد ہیں، جب شبِ معراج آپ آسمان پر گئے۔ اور **هَوٰى** سے دونوں معنی لے سکتے ہیں۔ اور محققوں کے نزدیک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رسولِ مقبول کے ستارۂ دِل کی قسم ارشاد فرمائی ہے جو آسمانِ توحید پر ماسویٰ سے منقطع ہوا ہے۔ اور جوابِ قسم یہ ہے۔۔۔

(کہ نہ بہکا تمہارے ساتھ رہنے والا مالک)۔

یہاں آپ کو 'صاحب' اس لیے فرمایا کہ آپ دعوتِ اسلام کرنے کی غرض سے کافروں کی صحبت میں بیٹھنے پر مامور تھے۔

(اور نہ بھٹکا) یعنی اُس نے خطا نہ کی اور کسی باطل امر کا اعتقاد نہ رکھا۔ **(اور)** اُن کی شان یہ ہے کہ **(نہیں بولتے اپنے جی سے)**، یعنی اپنے نفس کی خواہش سے۔۔یا۔۔اپنی طبیعت کی آرزو سے، یعنی باطل کلام نہیں کرتے۔ مقصودِ کلام یہ ہے کہ آپ کا بولنا قرآن کے ساتھ ہے، اپنی خواہش نفس کے ساتھ نہیں۔۔ چنانچہ۔۔ **(اُن کی ہر بات وحی الٰہی ہی ہے، جو کی جاتی ہے)**، جسے **(سکھایا اس کو سخت قوتوں والے ● طاقتور)** حضرت جبرائیل **(نے)** جو اُن کی خدمت میں وحی لانے والے ہیں۔

۔۔الغرض۔۔ حضرت جبرائیل نے وحی الٰہی کو آپ ﷺ تک پہنچایا۔ جن کی قوت کا عالم یہ ہے کہ قوم لوط کے شہر کو زمین سے اکھاڑ کر اپنے بازو پر اٹھالیا اور آسمان کے قریب لے جا کر اُلٹ دیا۔۔اور۔۔اُن کی ایک چیخ سے تمام قوم ثمود مر گئی۔

(پھر متوجہ ہوا) راستی کے ساتھ اُس کام پر جس پر مامور کیے گئے۔۔یا۔۔اپنی اصل صورت پر ٹھہرے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝٧ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩

اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھے ● پھر قریب ہوا، پھر اور اُتر آیا ● تو رہ گیا دو کمانوں کا فاصلہ، بلکہ اُس سے بھی کم ●

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠

تو وحی کی اپنے بندہ کو جو وحی کی ●

(اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھے)، یعنی مطلع آفتاب کے قریب یہاں تک کہ رسولِ

مقبول نے انہیں دیکھا۔

آپ ﷺ کے سوا حضرت جبرائیل کو کسی نے صورتِ مَلَکی میں نہیں دیکھا۔ آپ نے اُن کو دُو بار دیکھا ہے۔ پہلی بار تو جب اُن کو اصلی صورت پر دیکھا تو بے ہوش ہو گئے۔ اور جب آپ ہوش میں آئے تو حضرت جبرائیل کو اپنے قریب دیکھا کہ ایک ہاتھ آپ کے سینۂ مبارک پر، دوسرا آپ کے شانہ پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ حق تعالیٰ اُسی بات سے خبر دیتا ہے کہ۔۔۔

(**پھر قریب ہوا**) فرشتہ یعنی حضرت جبرائیل (**پھر اوراتر آیا● تو**) حضرت جبرائیل اور پیغمبر علیہ السلام کے درمیان (**رہ گیا دو کمانوں کا فاصلہ، بلکہ اُس سے بھی کم● تو وحی کی**) اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبرائیل (**اپنے بندہ کو جو وحی کی**)، یعنی جو کچھ خدا نے جبرائیل امین سے کہا۔

اور بعض قول پر بعضے ضمیریں حق تعالیٰ کی طرف پھرتی ہیں اور بعضے محمد ﷺ کی طرف۔ اِس صورت میں تشریح یہ ہوگی کہ پھر نزدیک ہوئے محمد ﷺ حضرتِ احدیت کے ساتھ، یعنی مقربِ درگاہِ الٰہی ہوئے۔ مرتبہ میں، مکان میں نہیں۔ پھر فروتنی کی یعنی خدمت کا سجدہ بجالائے، اور چونکہ وہ مرتبہ خدمت کے واسطے سے پایا تھا، تو دوبارہ زیادہ خدمت ادا کی۔ اور سجدہ میں قرب کا وعدہ بھی ہے کہ بندہ سجدہ ہی میں اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اور مکان **قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** کنایہ ہے تاکیدِ قربت اور تقریر محبت سے فہموں سے قریب ہو جانے کے واسطے تمثیل کی صورت میں ادا ہوا، اِس واسطے کہ عرب کے بڑے آدمیوں کی عادت تھی کہ جب کوئی عہد پکا کرنا چاہتے کہ یہ عہد ٹوٹنے نہ پائے، تو دونوں عہد کرنے والے اپنی کمان لاتے اور ایک دوسرے سے ملاتے، اور دونوں عہد کرنے والے دونوں قبضے پکڑ کے ایک ہی بار کھینچ کر متفق ہو کے ایک تیر اُس سے پھینکتے۔ اور اُن دُو عہد کرنے والوں سے یہ صورت ظاہر ہونا اِس معنی کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارے درمیان موافقتِ کلی محقق ہوگئی، اور ایسا اتحاد ہو گیا کہ اِس کے بعد ایک کی رضامندی اور ناراضی دوسرے کی رضامندی اور ناراضی کا سبب ہوگی۔

تو گویا اِس آیت۔۔۔یا۔۔عنایت میں یہی معنی ادا کیے گئے ہیں، کہ رسولِ مقبول ﷺ کی قربت اور محبت حق تعالیٰ کے ساتھ اِس مرتبہ کی ہے، کہ جو مقبولِ رسول ہے وہ مقبولِ خدا ہے، اور جو مردودِ جنابِ مصطفیٰ ہے وہ مردودِ بارگاہِ خدا ہے۔

بعض محققین کا یہ کہنا ہے کہ **دَنَا** اشارہ ہے آپ کے مکانِ نفس کی طرف اور **فَتَدَلّٰى**

آپ کے دِل مطہر کی منزل کی جانب، اور **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ** آپ کی روحِ مطیب کے مقام کی طرف، اور **اَوْ اَدْنٰى** آپ کے سرِ مبارک کے مرتبہ کی جانب، اور آپ کا نفس مقامِ خدمت میں تھا اور آپ کا دِل منزلِ محبت میں اور آپ کی روح مقامِ قربت میں، اور آپ کا سر مرتبہءِ مشاہدہ میں۔ حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ سے اِس آیت کے معنی پوچھے گئے، جواب دیا کہ جہاں حضرت جبرائیل کی گنجائش نہیں، نوری کون ہے کہ اُس کی بات کہہ سکے۔ پھر وحی کی خدا نے اپنے بندے کو جو کچھ وحی کی۔ بعضے علماء کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ اُس وحی سے ہم تعرض نہ کریں اور اُسے پردے ہی میں رکھیں۔ اور ایک گروہ عالموں کا کہتا ہے کہ اُس وحی میں سے جو کچھ کسی حدیث۔۔یا۔۔قولِ صحابہ میں ہم کو پہنچا ہو اُس کا ذکر کچھ نقصان نہیں کرتا۔ اور اِس باب میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں جن میں صرف تین[۳] وجہ پر اختصار کیا جاتا ہے:

ایک یہ کہ وحی کا یہ مضمون تھا کہ۔۔۔

اگر یہ نہ ہوتا کہ دوست رکھتا ہوں میں 'معاتبہ' یعنی 'عتاب کرنا' تیری امت کے ساتھ، تو ان کے محاسبہ کی بساط میں طے کر دیتا۔

دوسری یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اَے محمد اَنَا وَاَنْتَ وَمَاسِوٰی ذٰلِكَ خَلَقْتُهٗ لِاَجْلِكَ

یعنی اَے محبوب! میں ہوں اور تُو ہے اور اِس کے سوا جو کچھ ہے سب میں نے تیری وجہ سے پیدا کیا۔

آپ نے جواب عرض کیا:

رَبِّ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ

اَے میرے رب میں ہوں اور تُو ہے اور اِس کے سوا جو کچھ ہے
وہ سب میں نے تیرے لیے ترک کر دیا۔
صرف تجھی سے وابستہ رہا اور سب سے قلبی طور پر کنارہ کش ہو گیا۔

تیسری یہ ہے۔۔۔

اَے ہمارے حبیب کہ تیری امت میری اطاعت بجالاتی ہے اور میرا گناہ بھی کرتی ہے، اُن کی اطاعت میری رضا سے ہے اور اُن کی معصیت میری قضا سے ہے، تو جو کچھ میری رضا کے ساتھ اُس سے صادر ہوا اگرچہ تھوڑا اور قصور کے ساتھ ہو قبول کروں گا، اس واسطے کہ کریم ہوں۔ اور جو کچھ میری قضا یعنی حکم کے سبب سے اُس سے ظہور میں آتا ہے اگرچہ بہت اور بڑا ہو اُس کو درگزر کروں گا،

اس واسطے کہ رحیم ہوں۔۔الحاصل۔۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪

دل نے جھوٹ نہ کہا، جو کچھ آنکھوں نے دیکھا●

محمد ﷺ' کے (دل نے جھوٹ نہ کہا) اور تکذیب نہ کی اُس کی (جو کچھ) آپ ﷺ' کی (آنکھوں نے دیکھا)۔

یہ دیکھی ہوئی چیز پہلے قول پر حضرت جبرائیل ہیں اور دوسرے قول پر حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ اکثر صحابہ اِس بات پر ہیں کہ رسولِ مقبول ﷺ نے شبِ معراج میں حق تعالیٰ کو دیکھا۔ معالم میں ہے کہ مفسروں کا ایک گروہ اِس بات پر ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بینائی دِل میں رکھ دی تھی کہ آپ نے دل کی آنکھ سے حق تعالیٰ کو دیکھا۔ اور چشمِ سر سے بہت سارے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ فرمایا۔ شک کرنے والوں سے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭

تو کیا تم لوگ جھگڑتے ہو اِن سے اِن کی چشم دید پر؟● اور بے شک دیکھا اُسے انہوں نے دوبار● سدرۃ المنتہیٰ کے پاس●

(تو کیا تم لوگ جھگڑتے ہو اُن سے اُن کی چشم دید پر)۔۔چنانچہ۔۔کفار نے بیت المقدس کی صفت اور قافلے کا حال پوچھا۔ (اور بے شک دیکھا اُسے) یعنی حضرت جبرائیل کو (انہوں نے دوبار● سدرۃ المنتہیٰ کے) درخت کے (پاس)۔ وہ ایک درخت ہے کہ خلائق کا عِلم وہاں منتہی ہو جاتا ہے اور اُن کے اعمال بھی وہیں تک پہنچتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔

اور مشہور تفسیر کے موافق یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کو دوسری بار دیکھا جس وقت خود سدرہ کے نزدیک حضرت تھے۔ حضرت ابن عباس کا قول اِسی کی تائید کرتا ہے اس واسطے کہ انہوں نے کہا کہ پیغمبرِ خدا نے شبِ معراج میں دل کی آنکھ سے دُوبار خدا کو دیکھا۔ اور معالم میں ہے کہ شبِ معراج میں نماز کی تخفیف چاہنے کے واسطے آپ کو کئی عروج ہوئے۔ شاید دوبارہ دیکھنا اُن عروجوں میں سے کسی عروج میں ہوا ہو۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ

اُسی کے پاس جنتُ الماویٰ ہے● جب کہ چھائے ہے سدرہ کو جو چھائے ہے● نہ پھری آنکھ،

وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

اور نہ حد سے باہر گئی● بے شک دیکھا اپنے رب کی نہایت بڑی بڑی نشانیاں●

(اُسی) سدرہ (کے پاس جنت الماویٰ ہے) جو متقیوں کی آرام گاہ۔۔یا۔۔ارواحِ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے۔

۔۔المختصر۔۔رسول مقبول ﷺ نے جبرائیل امین۔۔یا۔۔حق تعالیٰ کو دیکھا اُس وقت۔۔۔

(جب کہ چھائے ہے سدرہ کو جو چھائے ہے)۔

یعنی اُس درخت پر بہت سے فرشتے جمع تھے، اور ہر پتے پر ایک فرشتہ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ اُس درخت کے گرد فرشتے اِس طرح اُڑتے تھے جیسے سنہرے پروانے۔۔یا۔۔نورِ کبریاء اس درخت کو چھپائے تھا۔ رسولِ کریم کا مشاہدہ اس شان کا تھا کہ۔۔۔

(نہ پھری آنکھ اور نہ حد سے باہر گئی) یعنی آپ نے دائیں بائیں نہیں دیکھا، بلکہ جس کو دیکھنا مقرر تھا نگاہ اُس حد سے آگے نہ بڑھی۔

اِس آیت میں رسولِ مقبول ﷺ کے حسنِ ادب اور علو ہمت کی تعریف ہے، کہ اُس رات تمام کائنات میں سے کسی کی طرف آپ نے التفات نہیں فرمائی اور دِل کی آنکھ مشاہدۂ جمالِ الٰہی کے سوا کسی پر نہیں کھولی۔

(بے شک دیکھا اپنے رب کی نہایت بڑی بڑی نشانیاں)۔

جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو چھ سو بازو سمیت۔ ہر ایک بازو مشرق سے مغرب تک اور 'سبز رفرف' اور 'سدرۃ المنتہیٰ' اور 'عرشِ عظیم' اور 'کرسی' اور سب عجائبِ مُلکی اور ملکوتی۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾

تو کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے لات اور عزیٰ● اور اُس تیسری منات کو؟●

النجم کے آغاز سے لے کر آیت ۱۸ تک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی عظمت اور رفعت بیان فرمائی اور شبِ معراج جو آپ پر اپنا خصوصی انعام اور اکرام فرمایا، اور آپ کو اپنے قربِ خاص سے نوازا اور اپنا دیدار عطا کیا، اُس کا تفصیل سے بیان فرمایا۔ اُس کے بعد اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جو پیغام دے کر بھیجا تھا اُس پیغام کا ذکر فرمایا، اور وہ پیغام ہے شرک کا ابطال اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا احقاق۔

مشرکینِ مکہ لات، عزیٰ اور منات نام کی دیویوں کی پرستش کرتے تھے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے تھے، اللہ تعالیٰ اُن کے بطلان کو ظاہر فرماتا ہے کہ۔۔۔

اُن کو دیکھو تو سہی! کیا یہی اِس کائنات کو پیدا کرنے، پالنے اور رزق دینے میں اللہ سبحانہ کے شریک ہیں؟ اِن دیویوں کو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، تو یہ تمہاری اور ساری کائنات کی خالق اور رازق کیسے ہوگئیں؟ ذرا بتاؤ (تو، کیا تم لوگوں نے) اچھی طرح غور سے (دیکھا ہے لات اور عزیٰ ● اور اُس تیسری منات کو) اور سمجھ لیا ہے کہ یہ سب وہ کر سکتے ہیں جو خدا نے کیا ہے؟

'لات' ایک بت تھا ثقیف کا طائف میں یا قریش کا نخلہ میں، اور 'عزیٰ' ایک درخت ہے غطفان نے اُسے پوجا ہے، اور 'منات' ایک بڑا پتھر ہے کہ ہذیل اور خزاعہ اُس کے گرد طواف کرتے تھے۔۔یا۔۔ایک بت تھا کہ بنوکعب اُس کی عبادت کرتے تھے۔ اور کافر یہ اعتقاد کیے ہوئے تھے کہ ہر بت کے اندر ایک جن ہے اور یہ جن۔۔یا۔۔فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ

کیا تمہارے لیے بیٹا اور اُس اللہ کے لیے بیٹی؟ ● یہ تو پھر بے ڈھنگی تقسیم ہے ● نہیں ہے وہ، مگر چند نام،

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

کہ رکھ لیا جسے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے، نہیں نازل فرمایا اللہ نے اُس کی کوئی سند۔ نہیں چلتے یہ لوگ

اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ ؕ

مگر اپنے خیال پر اور جس کو اُن کا جی چاہے۔ حالانکہ یقیناً آچکی اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت ●

(کیا تمہارے لیے بیٹا اور اُس) یعنی (اللہ) تعالیٰ (کے لیے بیٹی؟ ● یہ تو پھر بے ڈھنگی تقسیم ہے)۔ یعنی یہ بانٹ نادرست اور بے اعتبار ہے، اس واسطے کہ خدائی میں جس چیز سے کہ تم ننگ و عار رکھتے ہو اُسے اپنے خالق کی طرف نسبت کرتے ہو۔ (نہیں ہے وہ مگر چند نام، کہ رکھ لیا جسے تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے) اپنی خواہش کے مطابق۔ یعنی خداؤں کے نام تم اُن پر بولے ہو، اور خدائی کے معنی میں سے اُن میں کچھ نہیں ہے۔ (نہیں نازل فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے اُس کی کوئی سند) کہ یہ عبادت کے لائق ہیں۔

--الغرض--(نہیں چلتے یہ لوگ مگر اپنے خیال پر)۔یعنی انہوں نے تو ہم کیا کہ اُن کا کام حق ہے۔(اور) متابعت نہیں کرتے مگر اُس کی (جس کو اُن کا جی چاہے)۔یعنی نفس کی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کی جو کچھ شیطان اُن کی نظر میں آراستہ کرتا ہے، (حالانکہ یقیناً آچکی اُن کے پاس اُن کے رب کی جانب سے ہدایت) یعنی رسولِ کریم اور کتابِ عظیم، جو ہدایت کا سبب ہیں۔

ع ۵

أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم مِّن مَّلَكٍ

کیا ہر آدمی کے لیے وہی ہو جائے جس کی اُس نے آرزو کی؟● تو اللہ ہی کی ہے آخرت اور دُنیا● اور کتنے فرشتے ہیں

فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ

آسمانوں میں کہ نہ کام آئے گی اُن کی سفارش کچھ، مگر اُس کے بعد

أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾

کہ اجازت دے دے اللہ جسے چاہے اور پسند فرمائے●

(کیا ہر آدمی کے لیے وہی ہو جائے جس کی اُس نے آرزو کی؟) جیسے کہ بتوں کی شفاعت--یا--یہ جو کہتے ہیں کہ نبوت فلاں فلاں شخص کو کیوں نہ دی، (تو اللہ) تعالیٰ (ہی کی ہے آخرت اور دُنیا) یعنی آخرت کا ملک اور دُنیا کی مملکت اللہ ہی کے واسطے ہے، جو کچھ جسے چاہے دے، کسی کو اُس پر تحکم نہیں پہنچتا۔(اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ) کافر اُن کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ (نہ کام آئے گی اُن کی سفارش) کسی کے لیے (کچھ، مگر اِس کے بعد کہ اجازت دے دے اللہ) تعالیٰ (جسے چاہے) فرشتوں میں سے کہ وہ شفاعت کریں--یا--لوگوں میں سے جس کے لیے ارادہ کرے کہ وہ لوگ اپنے لوگوں کی شفاعت کریں۔(اور پسند فرمائے) حق تعالیٰ اُسے شفاعت کرنے والا ہونے کے واسطے--یا--شفاعت قبول کیا گیا ہونے کے لیے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾

بے شک جو نہیں مانتے آخرت کو، یقیناً نام رکھتے ہیں فرشتوں کا عورتوں جیسا نام●

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ

اور نہیں ہے انہیں اِس کا کچھ بھی علم۔نہیں چلتے مگر خیال پر۔اور بے شک وہم و گمان

لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْــًٔا ﴿۲۸﴾

نہیں کام آتا حق کے بجائے کچھ●

(بے شک جو نہیں مانتے آخرت کو یقیناً نام رکھتے ہیں فرشتوں کا عورتوں جیسا نام) یعنی کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (اور) حقیقتِ حال یہ ہے کہ (نہیں ہے انہیں اِس کا کچھ بھی علم)۔ یعنی فرشتوں کو عورتیں کہنا کچھ علم ویقین کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ (نہیں چلتے مگر) وہم و (خیال پر)۔ یعنی وہ اپنی اِس فاسد بات میں صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حقائق کی معرفت میں گمان کا کچھ اعتبار نہیں۔ (اور بے شک وہم وگمان نہیں کام آتا حق کے بجائے کچھ) اور دفع نہیں کرتا سخنِ حق سے کچھ۔ یعنی دفع نہیں کرتا عذابِ الٰہی میں سے کسی چیز کو اگر عذاب نازل ہو۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾

تو رخ پھیر لو اُس سے جو پھر گیا ہماری یاد سے، اور نہ چاہا مگر دُنیاوی زندگی●

ذٰلِکَ مَبْلَغُہُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۙ

یہی پہنچ ہے اُن کے علم کی۔ بے شک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جو بہکا اُس کی راہ سے۔

وَ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اہْتَدٰی ﴿۳۰﴾

اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی●

(تو) اَے محبوب! (رُخ پھیر لو اُس سے جو پھر گیا ہماری یاد سے) یعنی ہمارے ذکر قرآنِ کریم سے (اور نہ چاہا مگر دُنیاوی زندگی)۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ (یہی) یعنی دُنیا کی محبت اور اُسے اختیار کرنا ہی (پہنچ ہے اُن کے علم کی)، تو وہ اِس سے تجاوز نہیں کر سکتے، بلکہ اُن کی ہمت اِسی کو جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے میں مصروف اور موقوف ہے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ منہ پھیر لینے کا حکم آیتِ قِتال سے منسوخ ہے۔

(بے شک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جو بہکا اُس کی راہ سے) یعنی دینِ اسلام سے، (اور وہ خوب جانتا ہے) اُس شخص کو (جس نے راہ پائی)۔ وہ ہر ایک کو جزا اُس کے لائق دے گا۔

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تاکہ بدلہ دے اُنہیں جنہوں نے بُرائی کی اُس کا جو انہوں نے کیا،

وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿٣١﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ

اور ثواب دے اُنہیں جنہوں نے نیکی کی اچھا● جو بچا کرتے ہیں کبیرہ گناہوں سے

وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ

اور بے حیائیوں سے، مگر معمولی بھول چوک پر رُک جانا۔ بے شک تمہارا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے تم لوگوں کو کہ جب تمہیں

إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ

پیدا فرمایا مٹی سے، اور جب تم حمل کی صورت تھے اپنی اپنی ماں کے پیٹوں میں۔

فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ﴿٣٢﴾ ع ٧

تو مت پاکیزہ قرار دو خود اپنے کو۔ وہ خوب جانتا ہے جو اُس سے ڈرا●

(اور اللہ) تعالیٰ (ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے) یعنی مخلوقاتِ علوی اور مخلوقاتِ سفلی، وہ سب کا مالک ہے اور سب کو جزا دینے پر قادر ہے، تو اُن سب کو قیامت میں لائے گا۔ (تاکہ بدلہ دے انہیں جنہوں نے بُرائی کی اُس کا جو انہوں نے کیا)، یعنی تاکہ برائیاں کرنے والوں کو اُن کے عمل کا بدلہ دے۔ (اور ثواب دے انہیں جنہوں نے نیکی کی اچھا)، یعنی نیکی کرنے والوں کو اچھا اجر عطا فرمائے۔ (جو بچا کرتے ہیں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے)۔

کبیرہ گناہ اُسے کہتے ہیں جن کے باب میں وعید واقع ہوئی ہو۔۔یا۔۔جن کی کچھ 'حد' مقرر ہوئی ہو۔ اور بے حیائیوں میں سب سے بڑی بے حیائی زنا ہے۔۔۔

تو جو اپنے کو اُن گناہوں سے بچاتے رہیں وہ اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔ (مگر معمولی بھول چوک پر رُک جانا)۔ یعنی اگر کوئی وہ گناہ کرے جو تھوڑا سا اور چھوٹا سا گناہ ہو۔۔یا۔۔اُس کے دِل میں آئے اور وہ کرے نہیں، تو یہ گناہ معاف ہے۔ (بے شک تمہارا رب وسیع مغفرت والا ہے)، اُس کی مغفرت سب گنہ گاروں کو پہنچتی ہے۔

(وہ خوب جانتا ہے تم لوگوں) کے احوال (کو، کہ جب تمہیں پیدا فرمایا مٹی سے) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اُس نے خاک سے پیدا کیا اور افعال واقوال واحوال سب اُس نے جان لیا۔ (اور جب تم حمل کی صورت تھے اپنی اپنی ماں کے پیٹوں میں)، تو وہ تمہارے امور کی کیفیت جانتا تھا۔

(تو مت پاکیزہ قرار دو خود اپنے کو) اور خود اپنی زبان سے اپنی تعریف، یعنی اپنے نفسوں کی

بے گناہی اور کثرت خیر اور خوبی اوصاف کا چرچا نہ کرو، اور اپنے روزہ ونماز اور حج وزیارت کی اپنی زبان سے تشہیر نہ کرو، اور یہودیوں کی اُس روش کو مت اپناؤ کہ جب اُن کا لڑکا مرتا، تو وہ یہ کہتے تھے کہ وہ صدیق ہے۔

رسولِ کریم نے جب یہودیوں کی یہ بات سنی تو فرمایا یہود جھوٹ کہتے ہیں۔ ہر لڑکا اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہے۔۔یا۔۔ شقی ہے، اِس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

وہ تمہارا حال خوب جانتا ہے۔ اُس وقت کے حالات سے باخبر ہے جب ابھی تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے تم کو زیب نہیں دیتا کہ اپنا تفوق اور برتری جتانے کے لیے تم اپنی تعریف کرو، اور اپنے کو متقی اور خدا سے ڈرنے والا ظاہر کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ اور (وہ خوب جانتا ہے) اُس کو (جو اُس سے ڈرا) اور پرہیز گاری اختیار کی اور اپنے کام میں خلوص رکھتا ہے۔

روایت ہے کہ ولید ابن مغیرہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنا کرتا تھا، تو مشرکین نے اُسے عار دلائی اور طعن وتشنیع کی اور اُس سے کہا، کہ تُو اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ رہا ہے اور گمراہ ہوگیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اِس پر ایک مشرک نے کہا کہ تجھ پر جو عذاب آئے گا اُس کو میں اٹھالوں گا، اور آخرت کی جتنی تکلیفیں تجھ پر آئیں گی میرے ذمہ ہوگئیں بشرطیکہ اُس کے عوض میں مجھ کو تھوڑا سا مال دے دے۔

اُس کے بعد اُس نے حضور ﷺ کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اور آپ کے وعظ اور کلام مبارک کو سننا ترک کردیا، اور جس سے وعدہ کیا تھا اُسے بھی پوری شرط کے مطابق مال نہ دیا۔ یہ نہ دینا بوجہ بخل تھا، اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کی مذمت فرمائی۔ اس لیے کہ بخل جس میں بھی ہو وہ مذموم ہے، کافر ہو۔۔یا۔۔ غیر کافر۔

۔۔الحاصل۔۔ ولید کی مذمت اس لیے نہیں کی گئی کہ اُس نے شرط کے مطابق مال نہیں دیا، اس لیے کہ یہ مال نہ دینا فی نفسہٖ مذموم نہیں تھا بلکہ لائق مذمت اُس کا وہ بخل تھا جو مال نہ دینے کا سبب ہے۔ تو اس کے تعلق سے یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ

کیا تم نے دیکھا اُسے جو پھر گیا● اور کچھ دیا اور بند کر دیا● کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے؟

فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾ اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِىۡ صُحُفِ مُوۡسٰى ﴿٣٦﴾ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰۤى ﴿٣٧﴾

تو وہ دیکھتا رہتا ہے● کیا نہیں باخبر کیا گیا جو موسیٰ وابراہیم کے صحیفوں میں ہے، جنہوں نے پوری وفاداری کی●

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ﴿٣٨﴾ وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾

یہ کہ "نہیں اُٹھاتی کوئی بوجھل جان دوسرے کے بوجھ کو"● اور یہ کہ "نہیں ہے انسان کے لیے مگر یہی کہ کوشش کر دی"●

وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجۡزٰٮهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰى ﴿٤١﴾

اور یہ کہ اُس کی کوشش جلد ہی دیکھی جائے گی● پھر بدلہ دیا جائے گا اُس کا پورا پورا●

(کیا تم نے دیکھا اُسے جو پھر گیا) یعنی حق کی پیروی سے منہ پھیرا (اور) جتنا مال دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں سے (کچھ دیا اور) باقی (بند کر دیا)، یعنی اُس کو دینے سے باز رہا اپنے بخل کی وجہ سے۔ اور اُس نے جو سمجھا تھا کہ وہ مال دے کر عذاب سے بچ جائے گا۔ (کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے، تو وہ) اپنی نجات کو (دیکھتا رہتا ہے)۔

تو (کیا) اُسے اُس چیز سے (نہیں باخبر کیا گیا جو موسیٰ● وابراہیم کے صحیفوں میں ہے، جنہوں نے پوری وفاداری کی)۔ اُن وفا شعاروں کے صحیفوں میں بیان کر دیا گیا ہے (یہ کہ نہیں اُٹھاتی کوئی بوجھل جان دوسرے کے بوجھ کو)، تو ولید اپنے گناہوں کا بوجھ دوسرے کو کیونکر حوالہ کرتا ہے۔ (اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر یہی کہ کوشش کر دی)۔ اپنی اس ذاتی سعی و عمل کے نتیجے میں اُسے جو حاصل ہوا وہ ہو گیا۔ دوسروں کے کیے ہوئے پر اُسے آس نہیں لگانی چاہیے۔ اس لیے کہ جس طرح کسی کو کسی کے گناہ پر نہیں پکڑتے، اِسی طرح اُسے کسی دوسرے کا ثواب بھی نہیں دیتے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے، اس واسطے کہ سورۂ طور میں مذکور ہوا کہ باپ دادا کی نیکی کے سبب سے درجہ کی بلندی عطا کریں گے۔

(اور یہ کہ اس کی کوشش جلد ہی دیکھی جائے گی) یعنی اس کام کو جس میں اُس نے کوشش کی ہو قریب ہے کہ دیکھیں قیامت کے دن عدل کے ترازو میں۔ (پھر بدلہ دیا جائے گا اُس کا پورا پورا)۔ اگر نیک کام ہے تو نیک جزاء اور اگر بُرا کام ہے تو بُری سزا۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَكَ وَاَبۡكٰى ﴿٤٣﴾

اور بے شک تمہارے رب کی طرف آخری منزل ہے● اور بے شک اُسی نے ہنسایا اور رُلایا●

(اور بے شک تمہارے رب کی طرف آخری منزل ہے)، یعنی تمام خلائق کی نہایت اور سب کا رجوع بارگاہِ رب الارباب ہی کی طرف ہے۔ (اور بے شک اُسی نے ہنسایا اور رلایا)، وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے، یعنی وہی خوش کردیتا ہے اور غمگین کردیتا ہے۔۔یا۔۔ ہنساتا ہے اہلِ بہشت کو بہشت میں، اور رلاتا ہے اہلِ دوزخ کو دوزخ میں۔۔یا۔۔زمین کو ہنساتا ہے نباتات اُگا کر اور ابر کو رلاتا ہے پانی برسا کر۔

اور بعضوں کے نزدیک ہنسی اور رونا وعدو عید کے سبب سے ہے۔۔یا۔۔طاعت اور معصیت کی وجہ سے۔۔یا۔۔حق کی طرف متوجہ ہونے اور اُس کی طرف سے منہ پھیرنے سے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾

اور بے شک اُسی نے مارا اور جلایا●

(اور بے شک اُسی نے مارا اور جلایا)۔ یعنی زندہ کرنے اور مار ڈالنے پر وہی قادر ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ کافروں کو مُردہ کرتا ہے انکار کے ساتھ، اور مؤمنوں کو زندہ کرتا ہے معرفت عطا فرما کر۔ اور ایک گروہ کے قول پر مار ڈالنا اور جلانا جہل وعلم کے سبب سے ہے۔۔یا۔۔بخل اور سخاوت کی وجہ سے ہے۔۔یا۔۔عدل وفضل کر کے۔ اور محققین کے نزدیک ہیبت اور انس کے سبب سے۔۔یا۔۔پوشیدگی اور تجلی کے ساتھ۔ امام قشیری نے فرمایا کہ مار ڈالتا ہے زاہدوں کے نفسوں کو آثارِ مجاہدہ سے۔ اور زندہ کرتا ہے عارفوں کے دلوں کو انوارِ مشاہدہ سے۔۔یا۔۔جس کو مقامِ فنا فی اللہ میں پہنچاتا ہے اُسے جامِ بقا باللہ سے ایک گھونٹ چکھاتا ہے۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ

اور بے شک اُسی نے پیدا فرمایا جوڑا، نر اور مادہ● نطفہ سے، جب ڈالا جائے● اور بے شک اُس پر ہے

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾

آخری اُٹھانا● اور بے شک اُس نے مالدار وغنی کیا●

(اور) حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں مذکورہ بالا ارشادات کے سوا یہ بھی تھا، کہ (بے شک اُسی نے پیدا فرمایا جوڑا نر اور مادہ● نطفہ سے)، یعنی آبِ منی سے (جب ڈالا جائے) اور گرایا جائے رحم میں۔

اِس حکم سے حضرت آدم، حضرت حواء اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔ یہ بات اکثر و بیشتر کا لحاظ کرتے ہوئے فرمائی گئی ہے۔

(اور) جس طرح پیدا کرنا اُسی کے اختیار میں ہے اِسی طرح (بے شک اُس پر ہے آخری اٹھانا) یعنی بعثِ آخر، قیامت کے دن۔ (اور بے شک اُس نے مالدار و غنی کیا)۔ یعنی مال و متاع بکثرت عطا فرمایا۔۔یا۔۔قناعت کے سبب سے غنی کرتا ہے، اور جو کچھ عطا فرماتا ہے اُس پر راضی کر دیتا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَ اۨلْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾

اور بے شک وہی شعریٰ نام کے ستارے کا بھی رب ہے● اور بے شک اُس نے برباد کر دیا عاد نام کی پہلی قوم کو●

(اور بے شک وہی شعریٰ نام کے ستارے کا بھی رب ہے)، قبیلہ خزاعہ جس کی پرستش کرتا ہے اور ابو کبشہ نے جس کی پرستش کی رسم ڈالی۔ اِسی لیے تمہیں چاہیے کہ رب کی عبادت کرو، نہ کہ مربوب کی۔ (اور) یہ کہ (بے شک اُس نے برباد کر دیا عاد نام کی پہلی قوم کو)۔

یہ حضرت ہود کی امت تھی اور اُس میں سے ایک قوم جو قوم عاد اولیٰ کے ہلاک ہونے کے وقت مکہ معظمہ میں مقیم تھی اُس نے اُن کے بعد کفر ظاہر کیا اور اُسے 'عادِ اخریٰ' کہتے ہیں، یعنی دوسری قوم عاد۔ ایک قول یہ ہے کہ عادِ اولیٰ قوم ہود اور عادِ ثانیہ ارم کو کہتے ہیں۔

وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾

اور ثمود، تو نہ باقی چھوڑا● اور نوح کی قوم کو اُن سے پہلے کہ بلاشبہ وہ سب تھے بڑی اندھیر والے اور بڑے سرکش●

(اور) یہ کہ ہلاک کر دیا قبیلہ (ثمود) کو (تو نہ باقی چھوڑا) اُن میں سے کسی کو، (اور) ہلاک کیا (نوح کی قوم کو اُن سے) یعنی عاد و ثمود سے (پہلے)، کیوں (کہ بلاشبہ وہ سب تھے بڑی اندھیر والے اور بڑے سرکش)۔ ظلم و تعدی اور شرک و عداوت میں حد سے بڑھے ہوئے، اس واسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو بہت رنج پہنچاتے۔ نو سو پچاس ۹۵۰ برس حضرت نوح نے دعوتِ اسلام کی اُس میں وہ لوگ بہت تھوڑے سے ایمان لائے۔ یوں ہی ہلاک کر دیا۔۔۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اور اُلٹ پلٹ کی جانے والی بستی کو گرا دیا● تو اُس پر چھایا جو کچھ چھایا● تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں ماد شاسے شک کر سکتا ہے؟●

(اورالٹ پلٹ کی جانے والی بستی کو گرادیا) بعد اس کے کہ حضرت جبرائیل نے اُسے اٹھالیا تھا۔۔المختصر۔۔حضرت لوط کے شہر کو الٹ پلٹ دیا، (تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا)، یعنی نشان والے پتھر اُس شہر پر برسائے، (تُو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں ماوشما سے شک کرسکتا ہے؟)۔

اِس آیت میں ولید ابن مغیرہ مخاطب ہے۔۔یا۔۔ہر ایک سے خطاب ہے اور جو کچھ کہ معدودات میں ہے اُسے حق تعالیٰ نے نعمت فرمایا، اس واسطے کہ اس میں نصیحت ہے عبرت لینے والوں کو اور دشمنوں سے انبیاء علیہم السلام کا انتقام بھی اُس کے ضمن میں ہے، اور وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے دِلِ مبارک کی تسلی اور مؤمنوں کے دِلوں کی تقویت کا سبب ہے۔

هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن

یہ ڈرسنانے والے ہیں اگلے ڈرسنانے والوں سے● جلد آگئی تیز آنے والی● نہیں ہے اُس کا

دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾

اللہ کے خلاف کوئی ہٹانے والا●

(یہ) یعنی پیغمبر علیہ السلام ' (ڈرسنانے والے ہیں) جو (اگلے ڈرسنانے والوں) کے جنس (سے) ہیں۔یعنی یہ پیغمبر بھی وہی فرماتے ہیں جو اگلے پیغمبروں نے فرمایا، جس سے ہر عہد میں ڈرایا جاتا ہے۔ (جلد آگئی) وہ (تیز آنے والی) یعنی قیامت۔اُس کا آنا اِس قدر یقینی ہے کہ گویا وہ آہی گئی۔(نہیں ہے اُس کا) یعنی اُس آنے کے وقت کا (اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) اور اُس کے مد مقابل (کوئی ہٹانے والا)۔یعنی اُس کو نہ تو خدا کے سوا اپنے وقت پر آنے سے کوئی ہٹا سکتا ہے اور نہ ہی وقتِ معین پر خدا کے سوا اُسے کوئی ظاہر ہی کرسکتا ہے۔

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾

تو کیا اُس بات سے تم لوگ تعجب کرتے ہو؟● اور ہنستے ہو، اور روتے نہیں● اور تم کھیل میں پڑے ہو●

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿٦٢﴾

تو سجدہ کرو اللہ کا، اور پوجتے رہو●

(تو کیا اِس بات سے) اور اِس کلام پر (تم لوگ تعجب کرتے ہو؟● اور ہنستے ہو) مسخرے

پن سے، (اور روتے نہیں) اِس وعید کے خوف سے۔ (اور تم کھیل میں پڑے ہو) یعنی کھیلنے والے ۔۔یا۔۔غافل ۔۔یا۔۔گانے والے ہو۔

کافروں کا حال یہ تھا کہ جب قرآن پڑھا جاتا، تو وہ گانے بجانے لگتے تاکہ قرآن سننے سے لوگوں کو باز رکھیں۔

(تو سجدہ کرو اللہ) تعالیٰ (کا اور پوجتے رہو) اُسی کو اور باطل معبودوں کی پرستش نہ کرو۔

معالم میں ہے کہ پہلی سورت جو اُتری اور جس میں سجدہ تھا وہ یہی سورت ہے۔ اور حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے یہ آیت پڑھ کے سجدہ کیا۔ مؤمن مشرک جن انسان سب نے سجدہ کیا اور قرآنی سجدوں میں سے یہ بارھواں سجدہ ہے۔ فتوحات میں اِس سجدہ کو 'سجدۂ عبادت' کہا ہے، اِس واسطے کہ حکمِ الٰہی اِس امر سے ملا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ عاجزی اور مسکینی کرو، اور راہِ عبادت چلنے والوں کے سوا اِس سجدہ کے بھید کی سرِ منزل پر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

اختتام سورۃ النجم ۔۔ ﴿ ۱۲/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۳/جولائی ۲۰۱۲ء بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

ابتداء سورۃ القمر ۔۔ ﴿ ۱۲/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۳/جولائی ۲۰۱۲ء بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

سورۃ القمر ۔۔ ۵۴ مکیہ ۳۷ — آیاتہا ۵۵ ۔۔ رکوعاتہا ۳

'سورہ الطارق' کے بعد اور 'سورہ ص' سے پہلے نازل ہونے والی یہ سورت ہے، جس کا نام اِسی کی آیت ۱ سے ماخوذ ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کے ایک عظیم معجزہ کو ظاہر کرنے والی اور قربِ قیامت کی ایک اہم نشانی کو آشکارا کرنے والی اِس سورتِ مبارکہ کو ۔۔یا۔۔ قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اگلی آسمانی کتابوں میں مذکور تھا کہ قربِ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت چاند کا پھٹنا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ بروایت امام زاہد علیہ الرحمۃ ایک شب ابوجہل اور ایک یہودی دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، ابوجہل بولا کہ اَے محمد ﷺ کوئی معجزہ ہمیں دکھاؤ ورنہ تمہارا سر تلوار سے اڑاتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا معجزہ چاہتا ہے؟ اُس نے داہنے بائیں دیکھا کہ کیا معجزہ چاہوں جس کا وقوع محال اور متعذر ہو۔

یہودی بولا کہ محمد ﷺ ساحر ہیں اُن سے کہو کہ چاند کو پھاڑ دیں، اس واسطے کہ سحر زمین پر متحقق ہوتا ہے اور ساحر آسمان پر تصرف نہیں کر سکتے۔ ابوجہل بولا اَے محمد ﷺ چاند کو ہمارے واسطے پھاڑ دو۔ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اٹھائی اور اشارہ فرمایا چاند کو کہ پھٹ جا! فوراً چاند ۲ دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا اپنے مقام پر رہا اور دوسرا ٹکڑا بہت دُور ہٹ گیا۔ پھر ابوجہل بولا کہ اُس سے کہو کہ مل جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا دونوں ٹکڑے مل گئے۔

یہودی تو ایمان لایا، ابوجہل بولا کہ محمد ﷺ نے جادو کر کے میری آنکھ باندھ دی اور چاند ۲ دو ٹکڑے ہم کو دکھا دیا۔ مسافر لوگ جو دُور دُور سے ہمارے یہاں آئیں گے ہم اُن سے پوچھیں گے، کہ کیا انہوں نے بھی چاند ۲ دو ٹکڑے دیکھا ہے کہ نہیں؟ جب آنے جانے والوں سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہاں فلاں شب چاند کو ہم نے ۲ دو ٹکڑے دیکھا۔ پس باوجود اِس کے کہ ابوجہل نے خود دیکھا اور دوسروں سے بھی سنا مگر ایمان نہ لایا، اور یہی کہتا رہا کہ محمد ﷺ کا جادو بہت سخت ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قریب پہنچی قیامت، اور شق ہوگیا چاند ● اور اگر دیکھ بھی لیں کوئی نشانی، تو رُوگردانی ہی کریں، اور کہہ دیں کہ

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

"جادو ہے ہمیشہ والا" ● اور جھٹلا دیا، اور چلے اپنی خواہشوں پر، اور ہر کام اپنے وقت پر ہونے والا ہے ●

(قریب پہنچی قیامت اور شق ہوگیا چاند)۔۔ نیز۔۔ قربِ قیامت کی نشانی ظاہر ہوگئی۔ (اور)

واضح کردیا گیا کہ یہ کفار، **(اگر دیکھ بھی لیں کوئی نشانی)** ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے جس سے ہمارے حبیب کے دعویٰ کی تصدیق ہو اظہار معجزہ میں، **(تو رُوگردانی ہی کریں)** اُس پر ایمان لانے سے --یا-- اُس میں غور و تامل کرنے سے، **(اور کہہ دیں کہ جادو ہے ہمیشہ)** رہنے **(والا)** اور زمین سے آسمان تک جانے والا۔ ایسا جادو جو آسمانی مخلوق پر بھی چل جائے۔ **(اور جھٹلادیا)** پیغمبروں کو **(اور چلے اپنی خواہشوں پر)**۔ یعنی اپنی اُن خواہشوں کی پیروی کی جسے شیطان نے اُن کی نگاہوں میں آراستہ کردیا --یا-- عناد اور اِنکار پر اَڑے رہے۔ **(اور ہر کام اپنے وقت پر ہونے والا ہے)**۔ یعنی جو کام مقرر کیا جاچکا ہے اُس کو ہونا ہی ہے، یعنی کافروں کی شقاوت اور مؤمنوں کی سعادت جو مقرر ہوچکی ہے وہ اُن کو ضرور پہنچے گی۔

بعض مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ شق قمر دُو بار واقع ہوا۔ ایک تو یہی جس کا ذکر اوپر ہوا اور دوسرا غالباً وَالْعِلْمُ عِنْدَاللهِ تَعَالٰی وہ ہو جس کا ذکر قصیدۂ بردہ کی شرح خرپوتی میں ہے، جس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت حبیب یمنی کی خواہش پر چاند کو اشاروں سے جبل ابوقبیس پر دُو ٹکڑے فرمادیا تھا۔

حبیب یمنی کو کفار مکہ نے یمن سے بُلا کر نبی کریم کی خدمت میں آپ کی نبوت کی صداقت کو سمجھنے کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔ اِس معجزہ کو دیکھ کر حبیب یمنی تو ایمان لائے، لیکن جن کے مقدر میں ایمان سے محرومی تھی وہ محروم ہی رہے۔ حبیب کے قصے میں اور بھی چند ایمان افروز باتیں ہیں مگر زیرِ بحث موضوع کے مناسب اِسی قدر ہے جو مذکور ہوا۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ قرآنی ارشاد کے مطابق 'شق القمر' یقینی طور پر واقع ہوا، اِس بحث سے قطع نظر کہ یہ ایک بار ہوا --یا-- دُو بار؟، اور اگر دُو بار ہوا تو کب کب؟ اِن امور کے تعلق سے مختلف تحقیق ہوسکتی ہے، مگر کم از کم ایک بار ہونا تو قطعی ہے۔ کچھ نام نہاد صاحبانِ عقل و دانش 'معجزۂ شق القمر' پر اپنے شکوک و شبہات کا ذکر کرتے ہیں اور فلسفیوں کے نظریات و خیالات کی روشنی میں اُس کے وقوع کے تعلق سے عقلی استحالہ پیش کرتے ہیں اور اِس کے متعلق سوالات کرکے عوام کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خدائے قادرِ مطلق کی قدرتِ بے پایاں کا اِدراک نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

ظاہر ہے کہ جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہے، وہ 'معجزۂ شق القمر' کے واقع ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ جو مسلمان ہوگا وہ بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں

پر، اُس کی نازل فرمودہ کتابوں پر، اُس کے رسول پر اور قیامت کے دن پر۔۔الحاصل۔۔ جملہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانے والا ہوگا، اور انہیں سچے دِل سے قبول کر لینے والا ہوگا۔ ایسے لوگوں کے لیے شق القمر کے واقع ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ قرآنِ کریم میں ہے 'وانشق القمر'۔ اب اگر کوئی اِس کا اِنکار کرے۔۔یا۔۔ اِس ارشادِ قرآنی کے وقوع میں شک کرے، تو وہ مسلمان ہی کہاں رہا؟

اب رہ گیا کہ اگر کوئی کافر اس کے متعلق سوال کرے، تو ہم اُس سے اِس مسئلے سے ہٹ کر اسلام کی حقانیت کے تعلق سے بحث کریں گے اور ثابت کریں گے کہ اسلام دین برحق ہے۔ جب ہم اُس سے اسلام کی حقانیت منوالیں گے، تو پھر قدرتِ خداوندی اور معجزۂ نبوی وغیرہ کو منوالینا آسان ہوگا۔

اِس اجمال میں جو مخصوص بات ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے، کہ جو شخص خدا کے وجود ہی کا قائل نہ ہو ہم اُس کو خدا کی توحید کیسے منوا سکتے ہیں؟ یوں ہی جو خدا کی توحید کا منکر ہو اُس کو رسالت پر ایمان کی دعوت دینا کیسے مفید ہوسکتا ہے؟ اِسی طرح جو نبی کریم کی نبوت ہی کا منکر ہو، تو ہم اُس سے آپ کو خاتم النبیین کیسے منوا سکتے ہیں؟۔۔المختصر۔۔منکر کا اِنکار جہاں سے شروع ہو بحث کا آغاز وہیں سے ہونا چاہیے۔

تو جو مسلمان ہی نہیں اُس کو ہم اسلام و ایمان کی دعوت دیں، یہ تو معقول بات ہے، لیکن اُس سے شق القمر۔۔یا۔۔دوسرے معجزوں کو منوانے کی کوشش کرنا ایک سعی لاحاصل ہے۔ جو بہ نظرِ استحسان دیکھے جانے کے لائق نہیں۔ قرآن کریم نے بھی اِسی حکمتِ تبلیغ کے تحت لوگوں کو ان کے مناسب حال ہدایات سے نوازا ہے۔۔۔

وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّنَ الْاَنۢبَآءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝

اور بے شک آئیں اُن کے پاس کتنی خبریں، جن میں تنبیہ تھی ● نہایت درجہ کی حکمت، تو کیا کریں ڈر سنانے والے؟●

(اور) انہیں راستہ دکھایا ہے۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہے کہ (بے شک آئیں اُن) اہل مکہ (کے پاس) قرآن میں (کتنی خبریں جن میں تنبیہ تھی) کہ منہیات سے باز رہیں اور تمرد و سرکشی کے قریب نہ جائیں۔ یہ (نہایت درجہ کی حکمت) تھی جو حد کمال کو پہنچنے والی تھی۔ اب اگر وہ اُس کو نہ سنیں اور اُس کا خیال نہ کریں، (تو کیا کریں ڈر سنانے والے) پیغمبر اور کس طرح نفع و فائدہ پہنچائیں۔ اِسی لیے

قرآنی نصیحتیں اُن کے پاس ایک کے بعد ایک آئیں، تو وہ اُن سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکے۔ تو اَے محبوب!۔۔۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ

ابھی منہ پھیرے رکھو اُن سے۔۔جس دن بلائے گا بلانے والا، ناگوار شے کی طرف• جھکائے اپنی آنکھوں کے نکلیں گے

مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ

قبروں سے، گویا وہ ٹیڑی ہیں پھیلی ہوئی• دوڑتے ہوئے بلانے والے کی طرف۔

يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨

کہیں گے کافر لوگ کہ "یہ دن بڑا دشوار ہے"•

(ابھی منہ پھیرے رکھو اُن سے) اُن سے قتال کا حکم ہونے تک، اور اُن کی جزاء کے منتظر رہو اُس دن (جس دن بلائے گا بلانے والا ناگوار شے کی طرف)۔ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام' اُن کو پکاریں گے سخت اور تکلیف دہ چیز کی طرف اور وہ قیامت کی ہَولیں ہیں جس وقت (جھکائے اپنی آنکھوں کو نکلیں گے قبروں سے، گویا وہ ٹیڑی ہیں پھیلی ہوئی) یعنی بہت اور پراگندہ ہونے سے تلے اوپر ہوں گے اور ہر طرف حیران اور سرگرداں جائیں گے (دوڑتے ہوئے بُلانے والے کی طرف)۔ یعنی جدھر سے آواز آئے گی اُدھر کو دوڑتے ہوں گے۔ اُس وقت (کہیں گے کافر لوگ، کہ یہ دن بڑا دشوار ہے) اور ہم پر نہایت سخت ہے۔ اَے محبوب!۔۔۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝٩

جھٹلایا تھا اِن سے پہلے نوح کی قوم نے، تو جھٹلایا ہمارے بندے کو، اور بولے کہ "پاگل ہے،" اور وہ نوح جھڑکے گئے•

(جھٹلایا تھا اِن سے) یعنی تیری قوم سے (پہلے نوح کی قوم نے)۔۔ چنانچہ۔۔اُس نے بعث وقیامت کی تکذیب کی تھی، (تو جھٹلایا ہمارے بندے) نوح (کو، اور) اُن کے تعلق سے (بولے کہ) یہ (پاگل ہے، اور وہ نوح جھڑکے گئے)۔ یعنی حضرت نوح جب اپنی قوم کے لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے، تو وہ آپ کو ایذاء پہنچاتے، دھمکاتے، اتنے پتھر مارتے کہ آپ بے ہوش ہوجاتے اور دعوت وتبلیغ نہ کرسکتے۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾

تو دُہائی دی اپنے رب کی کہ "میں مظلوم ہوں، تو تُو ہی بدلہ لے" ● تو کھول دیا ہم نے آسمان کے دروازوں کو موسلا دھار پانی سے ●

وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

اور پھاڑ نکالے ہم نے زمین میں چشمے، تو مل گیا سب پانی اُس مقدار میں، جو مقدر تھا●

(تو) حضرت نوح نے (دُہائی دی اپنے رب کی کہ میں مظلوم ہوں) اور مغلوب ہوں، اور اِن کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہوں، (تو تُو ہی بدلہ لے) لے، اور میرے واسطے اِن سے انتقام لے لے۔ (تو کھول دیا ہم نے آسمان کے دروازوں کو موسلا دھار پانی سے ● اور پھاڑ نکالے ہم نے زمین میں چشمے) کہ اُن سے بھی پانی اُبلا، (تو مل گیا سب پانی اُس مقدار میں جو مقدر تھا) قومِ نوح کی ہلاکت کے لیے، اور اٹھالیا ہم نے نوح علیہ السلام کو اُن لوگوں سمیت جو اُن کا ایمان لائے تھے۔

وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾

اور سوار کیا ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی سواری پر ● کہ بہتی رہے ہماری نگہداشت میں، صلہ اُن کا جن کا اِنکار کیا گیا تھا●

(اور سوار کیا ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی سواری پر) یعنی کشتی پر، جس کو کیلوں اور بندھنوں سے مضبوط کرتے ہیں، تا (کہ بہتی رہے ہماری نگہداشت میں) اور ہماری نگہبانی میں۔ اور یہ طوفان آیا (صلہ اُن کا جن کا اِنکار کیا گیا تھا)۔ یعنی اُس کا بدلہ لینے کے لیے جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا اور ان کی سزا کے لیے جنھوں نے کفر کیا تھا، اور حضرت نوح کا وجودِ مسعود پاکر بھی خدا کا شکرادا نہیں کیا تھا۔

وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

اور بے شک چھوڑ رکھا ہم نے اُسے نشانی کو، تو ہے کوئی نصیحت لینے والا؟●

(اور بے شک چھوڑ رکھا ہم نے اُسے نشانی کو)۔ یعنی بے شک ہم نے اُس قصے کو چھوڑ رکھا ہے ایک نشانی کے طور پر لوگوں کے درمیان۔۔یا۔۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کو زمین میں بچا کر ایک علامت اور عبرت چھوڑا۔

ایک روایت ہے کہ اِس امت کے اگلے لوگوں نے وہ کشتی دیکھی ہے۔

(تو ہے کوئی نصیحت لینے والا) جو اُس سے نصیحت پکڑے اور عبرت حاصل کرلے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

تو کیسا رہا میرا عذاب اور خوفناک احکام؟● اور بے شک ہم نے آسان فرمادیا قرآن یاد کرنے کے لیے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟●

(تو کیسا رہا میرا عذاب) دُنیا میں، کہ میں نے سب کو طوفان میں مبتلا کیا۔ (اور) کیسے رہے میرے (خوفناک احکام؟) جو ہم نے قوم نوح کو حضرت نوح کے ذریعے بھیجے۔ (اور بے شک ہم نے آسان فرمادیا قرآن یاد کرنے کے لیے) اور نصیحت قبول کرنے کے لیے، اور اگلی امتوں کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے، (تو ہے کوئی یاد کرنے والا) اور نصیحت سننے والا، اور اِس کو قبول کرنے والا؟ اور ایسے ہی جب۔۔۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

جھٹلایا عاد نے، تو کیسا رہا میرا عذاب اور ڈراؤنے احکام؟● بے شک ہم نے چھوڑا اُن پر ہوا سخت آندھی،

فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾

ہمیشہ کے منحوس دن میں● اُکھاڑ پھینکتی لوگوں کو، گویا وہ اُکھڑی کھجوروں کے تنے ہیں●

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾

تو کیسا رہا میرا عذاب اور ہیبت ناک فرمان؟●

(جھٹلایا عاد نے، تو کیسا رہا میرا عذاب) اُس قومِ ھود پر سخت ہوا بھیج کر، (اور) کیسے رہے میرے (ڈراؤنے احکام؟) جو ھودؑ علیہ السلام کے ذریعے ہم نے اُن تک پہنچائے، یعنی قیامت کی وعیدیں۔ (بے شک ہم نے چھوڑا اُن پر ہوا، سخت آندھی) اُن کے حق میں (ہمیشہ کے منحوس دن میں)، یعنی صفر کے آخری چہار شنبہ میں۔

ایسی سخت آندھی کہ (اکھاڑ پھینکتی لوگوں کو) یعنی کسی کا پیر زمین پر جمنے نہ دیتی۔۔ چنانچہ۔۔اُس نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا قومِ عاد کو (گویا وہ اکھڑی کھجوروں کے تنے ہیں● تو کیسا رہا میرا عذاب؟) اِسی سے اندازہ لگاؤ کہ آخرت کا عذاب کیسا ہوگا۔ (اور) کیسا رہا میرا (ہیبت ناک فرمان؟)، یعنی وہ وعید جس سے میں نے اُن کو ڈرایا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ ع ١ ٨

اور بے شک آسان فرمادیا ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟● جھٹلایا ثمود نے ڈرسنانے والوں کو●

فَقَالُوۡۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾

چنانچہ بولے کہ "کیا ہم میں سے ایک بشر کی ہم تابعداری کریں؟ جب تو ہم یقیناً بیوقوفی اور جنون میں پڑے●

ءَاُلۡقِیَ الذِّکۡرُ عَلَیۡهِ مِنۡۢ بَیۡنِنَا بَلۡ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

کیا نصیحت کی ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہم سب میں سے؟ بلکہ وہ بڑے جھوٹے شیخی باز ہیں"●

(اور بے شک) عربی زبان میں نازل فرما کر (آسان فرمادیا ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے) اور نصیحت قبول کرنے کے لیے، (تو ہے کوئی یاد کرنے والا) اور سمجھ کر نصیحت قبول کرنے والا؟ جھٹلایا ثمود نے ڈرسنانے والوں کو) یعنی اپنے پیغمبر کو، جس نے اُن کو نصیحت کی اور انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ (چنانچہ بولے کہ کیا ہم میں سے ایک بشر کی ہم تابعداری کریں)، اور حال یہ ہے کہ اُس کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ تو اگر ہم نے اُن کی متابعت کی (جب تو ہم یقیناً بے وقوفی اور جنون میں پڑے)۔

ذرا غور تو کرو کہ (کیا نصیحت کی ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہم سب میں سے) اور نزولِ وحی کے واسطے اُسے خاص کرلیا گیا ہے؟ (بلکہ وہ بڑے جھوٹے اور شیخی باز ہیں) یعنی خودپسند ہیں جو چاہتے ہیں ہم پر ترقی اور بلندی کرجائیں۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

سَیَعۡلَمُوۡنَ غَدًا مَّنِ الۡکَذَّابُ الۡاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ فِتۡنَةً لَّهُمۡ

جلد جان لیں گے یہ لوگ کل ہی کہ "کون بڑا جھوٹا ڈینگ مارنے والا ہے"● بے شک ہم ہیں بھیجنے والے اونٹنی کو اُن کی آزمائش کے لیے،

فَارۡتَقِبۡهُمۡ وَ اصۡطَبِرۡ ﴿۲۷﴾ وَ نَبِّئۡهُمۡ اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَیۡنَهُمۡ ۚ کُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

تو اَے صالح! تم دیکھتے رہو انہیں، اور صبر سے کام لیتے رہو● اور اُنہیں بتادو کہ "پانی ایک ایک دن کو اُن میں بانٹا ہوا ہے، ہر پینے کی باری میں باری والا حاضر ہو"●

(جلد جان لیں گے یہ لوگ کل ہی) جب ان پر عذاب نازل ہوگا۔۔یا۔۔ قیامت کے دن معلوم کرلیں گے، (کہ کون بڑا جھوٹا ڈینگ مارنے والا ہے)۔

جب قومِ ثمود نے حضرت صالح کی تکذیب کی اور معجزہ مانگا کہ پتھر سے اونٹنی نکال۔۔

چنانچہ۔۔اونٹنی نکال دیا، اور اُس کے تعلق سے فرمایا کہ۔۔۔

(بے شک ہم ہیں بھیجنے والے اونٹنی کو اُن کی آزمائش کے لیے) تاکہ دُنیا جان لے کہ اُن پر عذاب کا سبب کیا تھا؟ اور صالح علیہ السلام سے ہم نے کہا کہ یہ ہماری طرف سے آزمائش ہے، (تو اَے

صالح! تم دیکھتے رہو انہیں) کہ یہ اونٹنی کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ (اور) قوم کی ایذاء رسانی پر (صبر سے کام لیتے رہو● اور انہیں بتادو کہ پانی ایک ایک دن کو اُن میں بانٹا ہوا ہے)۔ یعنی ایک دن اُن کا اور اُن کے چار پایوں کا حصہ ہے، اور ایک روز فقط اونٹنی کا حصہ ہے۔ تو (ہر پینے کی باری میں باری والا حاضر ہو) یعنی اپنی باری کے دن وہ حصہ لینے والا ہے اور اپنا حصہ لے جائے۔

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

تو اُس قوم نے آواز دی اپنے ساتھی کو، تو اُس نے پکڑ کر کوچیں کاٹیں●

(تو اُس قوم نے آواز دی اپنے ساتھی) قدار بن سالف (کو) اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے لیے، تو پکڑی اُس نے تلوار اور اونٹنی جدھر سے نکلتی تھی اُس راہ پر گھات میں بیٹھا۔ تو جب اونٹنی اُدھر سے گزری (تو اُس نے پکڑ کر کوچیں کاٹیں)۔

اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے باب میں تحریک کرنے والی ۲ عورتیں تھیں۔ ایک عنیزہ اور دوسری صدوق اور اُس کا سبب کچھ تو پہلے سورۂ ہود میں مذکور ہوا۔ صدوق نے اپنے چچا کے بیٹے مصدع بن مہرج کو اپنے وصال کا وعدہ دیا، اور عنیزہ نے اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی قدار بن سالف کے نامزد کی۔

وہ دونوں اونٹنی کی راہِ گزر پر گھات میں بیٹھے۔ جب اونٹنی پانی پی کر پھری، تو پہلے مصدع کے سامنے پہنچی، اُس نے ایک تیر مارا کہ اونٹنی کے پاؤں چھد گئے۔ قدار بھی سامنے آیا اور تلوار سے اونٹنی کی کوچیں کاٹیں۔ جب اونٹنی گری تو اُس کے ٹکڑے کر کے قوم کے لوگوں نے بانٹ لیے۔ اُس کا بچہ کوہِ صنوبر پر چڑھا اور تین ۳ بار چِلّایا اور وہاں سے آسمان پر چلا گیا ۔۔یا۔۔ غائب ہو گیا۔ اور بعضے کہتے ہیں وہ مار ڈالا گیا۔ بعدہٗ قومِ ثمود پر عذاب نازل ہوا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا

تو کیسا رہا میرا عذاب اور دہشت ناک فرمان؟● کہ بے شک بھیج دی ہم نے اُن پر ایک چنگھاڑ، تو ہو گئے جیسے بیڑھا بنانے والوں

كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

کی روندی گھاس● اور بے شک آسان فرما دیا ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟●

(تو کیسا رہا میرا عذاب) قومِ ثمود پر (اور) میرا (دہشت ناک فرمان) اور میرا ڈرانا صالح

کو بھیج کر؟ (کہ بے شک بھیج دی ہم نے اُن پر ایک چنگھاڑ، تو ہو گئے جیسے بیڑھا بنانے والوں کی روندی گھاس) جو ریزہ ریزہ ہو کہ بکریوں کی جگہ بنانے والے نے اُسے تلے اوپر کر کے رکھا ہو۔ (اور بے شک آسان فرما دیا ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے) کہ بآسانی اُسے حفظ کر لیتے ہیں۔ (تو ہے کوئی یاد کرنے والا) اور اس کی نصیحتوں کو قبول کرنے والا، اور اس کی ہدایات سے سبق حاصل کرنے والا؟

۔۔یوں ہی۔۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوطٍ

جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں کو● بے شک بھیجا ہم نے اُن پر پتھراؤ والے کو، مگر لوط کی آل

نَّجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾

جنہیں بچالیا ہم نے پچھلی رات● رحمت ہماری طرف سے۔ اِسی طرح ثواب دیتے ہیں ہم اُسے جس نے شکر ادا کیا●

(جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں کو) جنہوں نے حضرت لوط کی تکذیب کے ضمن میں سارے پیغمبروں کی تکذیب کر دی، تو (بے شک بھیجا ہم نے اُن پر پتھراؤ والے کو)، یعنی پتھر برسانے والی ہوا۔۔یا۔۔ بدلی کو، اور سب کو ہلاک کر دیا (مگر لوط کی آل) اور اُن کی بیٹیوں کو (جنہیں بچالیا ہم نے پچھلی رات)، یعنی اُس صبح کو جب عذاب واقع ہونا تھا۔ یہ تھی (رحمت ہماری طرف سے۔ اِسی طرح ثواب دیتے ہیں ہم) اپنی نعمت اور رحمت کے ساتھ (اُسے جس نے شکر ادا کیا)۔ ایسوں کے پاس رسولوں کو بھیجنا اور کتابیں نازل کرنا یہ ہماری خاص رحمت ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ہم نے ان کے پاس اپنے پیغمبر لوط علیہ السلام کو بھیجا۔۔۔

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ

اور بلاشبہ اُنہوں نے ڈرایا سب کو ہماری پکڑ سے، پھر بھی اُنہوں نے شک کیا خطرناک فرمان میں● اور بے شک اُن لوگوں نے

عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

پھسلایا اُنہیں مہمانوں کے بارے میں، تو ہم نے چوپٹ کر دی اُن کی آنکھیں کہ "اب چکھو میرا عذاب اور ڈر کے احکام کو"●

(اور بلاشبہ انہوں نے ڈرایا سب کو ہماری پکڑ سے، پھر بھی انہوں نے شک کیا خطرناک فرمان میں)۔ یعنی جس امر سے انہیں ڈرایا گیا اُس کے وقوع میں انہوں نے شک کیا۔ (اور بے شک اُن لوگوں نے پھسلایا انہیں مہمانوں کے بارے میں) اور حضرت لوط سے کہا کہ اپنے اِن مہمانوں کو جو

فرشتے تھے ہمارے سپرد کردو، اور لوط علیہ السلام اِس بات سے اِنکار کرتے تھے اور قوم کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ وہ ظالم گھر کا دروازہ توڑ کر گھس آئے، **(تو ہم نے چوپٹ کردی اُن کی آنکھیں)**۔۔یا۔۔ اُن کا چہرہ ہم نے برابر کردیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے اپنا پر اُن کی آنکھوں پر مَلا، تو وہ سب اندھے ہوگئے۔

اور ہم نے فرشتوں کی زبانی اُن سے کہا، **(کہ اب چکھو میرا عذاب اور ڈر کے احکام کو)** حضرت لوط جس سے تم کو ڈراتے تھے۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾

اور بے شک صبح تڑکے اُن پر ٹھہرنے والا عذاب آیا ● کہ "اب چکھو میرا عذاب اور ڈر کے احکام کو" ●

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۸ ۹

اور بے شک ہم نے آسان فرمادیا قرآن کو یاد کرنے کے لیے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟ ●

(اور بے شک صبح تڑکے اُن پر ٹھہرنے والا عذاب آیا)، جب تک اُن کو ہلاک نہ کیا اُن پر سے نہ پھرا اور قائم رہا۔ اور ہم نے اُن سے کہا **(کہ اب چکھو میرا عذاب اور ڈر کے احکام کو)**۔ یعنی وہ عذاب جس سے تم کو میرے حکم کے موافق لوط ڈراتے تھے اور تم اُس سے نہیں ڈرے، تو اُس نہ ڈرنے کے نتیجے میں جس عذاب کے مستحق ہوچکے، اُس کا مزا چکھو۔ **(اور بے شک ہم نے آسان فرمادیا قرآن کو یاد کرنے کے لیے، تو ہے کوئی یاد کرنے والا)** جو عربی زبان میں نازل ہونے والی اِس کتاب کے معنی کو سمجھے اور اِس میں جو اگلوں کی خبریں ہیں اُس سے باخبر ہو کر اُسی سے نصیحت حاصل کرے۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ

اور بے شک آئے فرعونیوں کے پاس ڈرسنانے والے ● اُنہوں نے جھٹلایا ہماری ساری نشانیوں کو، تو پکڑا ہم نے اُن لوگوں کو

اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

عزت والے قدرت والے کی پکڑ ●

(اور) اسی طرح **(بے شک آئے فرعونیوں کے پاس ڈرسنانے والے)**، یعنی حضرت موسیٰ

اور ہارون علیہما السلام نشانیوں اور معجزوں سمیت۔ان معجزوں کے سبب سے قبطیوں کو ڈرایا اور وہ نو۹ نشانیاں تھیں،تو (انہوں نے جھٹلایا ہماری ساری نشانیوں کو،تو پکڑا ہم نے اُن لوگوں کو،عزت والے قدرت والے کی پکڑ)،جو کسی سے مغلوب نہ ہو اور مشرکوں کو ہلاک کر دینے پر قادر ہے۔تو ان سب کو غرق کر کے ہلاک کر دیا۔تو اَے گروہِ عرب!۔۔۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ

کیا تمہارے کفار بہتر ہیں اُن کافروں سے، یا تمہاری معافی ہے کتابوں میں؟● آیا یہ کہتے ہیں کہ

نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾

"ہم سب مل کر بدلہ لینے والے ہیں"●

(کیا تمہارے کفار بہتر ہیں اُن کافروں سے؟) یعنی یہ کافر اُن اگلے کافروں سے قوت، تیزی، حشمت اور سطوت میں بہتر اور بڑھ کر نہیں ہیں۔ **(یا تمہاری معافی ہے)** آسمانی **(کتابوں میں)** اور تمہارے لیے برأت نامہ لکھا ہوا ہے کہ تم پر عذاب نہیں ہوگا؟ **(آیا یہ)** عرب کے کفار **(کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لینے والے ہیں)**۔یعنی ہم سب اکٹھا ہو رہے ہیں ایک دوسرے کے مددگار اور ایک دوسرے سے بَلا روکنے والے ہو کر،تو اچھا اُن کو اکٹھا ہو لینے دو۔۔۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾

ابھی ابھی بھگائی جائے گی جمعیت اور پیٹھ پھیر دیے جائیں گے●

(ابھی ابھی بھگائی جائے گی) اُن کی **(جمعیت اور پیٹھ پھیر دیے جائیں گے)**۔یعنی قریب ہے کہ ہر ایک معرکہء قتال سے پیٹھ پھیریں اور بھاگ جائیں۔

یہ صورت جنگِ بدر کے دن واقع ہوئی،تو یہ آیت دلائلِ نبوت میں سے ایک دلیل ہے اور اعجازِ قرآن میں سے ایک معجزہ ہے۔حضرت فاروقِ اعظم فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ زرہ پہنتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں **سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ** تو میں نے جانا کہ آیت کے یہ معنی تھے۔

اور اِسی قتل اور قید اور شکست پر بس نہیں۔۔۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ
بلکہ قیامت بھی اُن کے وعدہ کا مقام ہے، اور قیامت نہایت کڑی اور بے حد کڑوی ہے ● بے شک یہ مجرم لوگ حماقت
وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾
ودیوانگی میں ہیں -- ● -- جس دن گھسیٹے جائیں گے آگ میں اپنے اپنے منہ کے بل کہ "چکھو دوزخ میں آنے کو" ●

(بلکہ قیامت بھی اُن کے وعدہ کا مقام ہے) جو اُن کے عذابِ کُلّی کی وعدہ گاہ ہے۔ (اور قیامت نہایت کڑی اور بے حد کڑوی ہے)، یعنی بہت سخت، بہت ہولناک اور بہت ناگوار ہے دُنیا کے عذاب سے۔ اور (بے شک یہ مجرم لوگ حماقت اور دیوانگی میں ہیں) جبھی دُنیا میں راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں اور عناد و مشقت میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور آخرت میں جلانے والی آگ میں ہوں گے۔ (جس دن گھسیٹے جائیں گے آگ میں اپنے اپنے منہ کے بل) یعنی ان کو ان کے مونہوں کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے، اور کہیں گے (کہ چکھو دوزخ میں آنے کو) یعنی اِس کی آگ کی گرمی اور دکھ سہو۔

بے شک اللہ تعالیٰ مختارِ کل اور قادرِ مطلق ہے، اُس نے جو چاہا کیا، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو چاہے گا کرے گا۔۔ چنانچہ۔۔ فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾
بے شک ہم نے ہر چاہے کو پیدا فرمایا اندازے سے ● اور نہیں ہے ہمارا کام مگر ایک بات کی بات، جیسے پلک مارنا ●

(بے شک ہم نے ہر چاہے کو پیدا فرمایا اندازے سے) جو مقرر اور مرتب ہے مقتضائے حکمت پر۔۔ یا۔۔ جو کچھ ہم نے پیدا کیا وہ اندازہ کیا ہوا اور لکھا ہوا ہے لوحِ محفوظ میں، اور اُس کے واقع ہونے سے قبل حکم ازلی اس سے متعلق ہے، تو ضرور بالضرور تغییر اور تبدیل سے دُور ہے۔ (اور نہیں ہے ہمارا کام مگر ایک بات کی بات)، یعنی ایک لفظ۔ اور وہ کُنْ ہے ۔۔ یا۔۔ نہیں ہے قیامت قائم ہونے کا ہمارا حکم مگر ایک فعل (جیسے پلک مارنا)، یعنی دیکھنا آنکھ سے جلدی اور سہولت کے ساتھ۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو پلک مارتے ہی قیامت قائم کر دیں۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾
اور بے شک برباد کر دیا ہم نے تم لوگوں کے شیعوں کو، تو ہے کوئی سوچنے والا؟ ● اور ہر کام جسے اُنہوں نے کیا نوشتوں میں ہے ●

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾

اور ہر چھوٹی بڑی لکھی ہوئی ہے●

(اور بے شک برباد کر دیا ہم نے تم لوگوں کے شیعوں کو)، یعنی اگلے زمانے میں جو کافر تمہارے مثل تھے اُن کو ہم نے ہلاک کیا جیسا کہ اِس سورت میں اُس کا بیان ہے۔ (تو ہے کوئی سوچنے والا؟) کہ اُن کے حال سے عبرت پکڑے۔ (اور ہر کام جسے انہوں نے کیا نوشتوں میں ہے) یعنی لوحِ محفوظ میں ہے۔

یہاں لوحِ محفوظ کو زُبُرِ اس لیے فرمایا کہ سب کتابوں کی اصل ہے۔۔یا۔۔خود اُن کے سب اعمال ان کے نامہ ءاعمال میں لکھے ہیں جو فرشتوں کے ہاتھ میں ہے۔

(اور ہر چھوٹی بڑی لکھی ہوئی ہے)۔ یعنی اولین و آخرین سے صادر ہونے والا ہر چھوٹا بڑا فعل اور قول لکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے جزا پائیں گے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ٤

ع ١٥/١٠ ٣

بے شک اللہ سے ڈرنے والے باغوں اور نہر میں ہیں● سچائی کی بیٹھک میں، قدرت والے بادشاہ کے یہاں●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والے باغوں اور نہر میں ہیں)۔ یعنی ایسے باغوں میں جن میں نہریں اور چشمے ہیں۔

بعضوں کے قول پر 'نہر' روشنی اور کشادگی کے معنی میں ہے، یعنی۔۔۔

متقی لوگ جنت میں ہوں گے نہایت وسعت اور روشنی میں بخلاف کافروں کے، کہ وہ تنگی اور تاریکی میں گزاریں گے۔ اور متقی لوگ ہوں گے (سچائی کی بیٹھک میں)۔ یعنی پسندیدہ مکان میں، کہ اُس میں نہ لغو بات ہوگی نہ گناہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اُس مکان کا وصف صِدْقٍ کے ساتھ فرمایا ہے، تو وہاں نہ بیٹھیں گے مگر اہلِ صدق۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ وہ وہ مکان ہوگا جس میں حق تعالیٰ وہ وعدے سچ کرے گا جو اُس نے اپنے دوستوں کے ساتھ کیے ہیں اور خدا کے دوست وہاں ہوں گے۔

(قدرت والے بادشاہ کے یہاں) جو قادر ہے سب چیزوں پر۔

بحر الحقائق میں فرمایا کہ **مَقْعَدِ صِدْقٍ** 'وحدت قربت' کا مقام ہے کہ 'عندیت' کے مرتبہ میں متحقق ہوتا ہے۔ کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ **عِنْدَ** کا کلمہ تقریب اور تخصیص کی علامت رکھتا ہے، یعنی اہلِ قربت کل اُس گھر میں اِس مرتبہ کے ساتھ اختصاص رکھیں گے، اور آنحضرت ﷺ اِسی عالم میں اُس مرتبے کے ساتھ مخصوص تھے کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

اور جب وہ مرتبہ جس کے سبب سے خاص لوگ کل ناز کریں گے، آج آپ ﷺ کا ادنیٰ مرتبہ تھا، تو کل قیامت میں جو مرتبہ اعلیٰ آپ کو حاصل ہوگا، اُس کا کون نشان دے سکتا ہے؟

اختتام سورۃ القمر -- ﴿ ۱۸/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۸/جولائی ۲۰۱۲ء بروز یکشنبہ ﴾ --

---

ابتداء سورۃ الرحمٰن -- ﴿ ۱۹/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹/جولائی ۲۰۱۲ء بروز دوشنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ ۵۵ مدنیۃ ۹۷ | اٰیاتها ۷۸ رکوعاتها ۳

سورۂ رحمٰن -- ۵۵ مدنیہ ۹۷ | آیاتہا ۷۸ -- رکوعاتہا ۳

جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اور ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جبکہ حضرت ابن عباس کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ ترجمہ 'معارف القرآن' میں حضرت ابن عباس کی پہلی روایت کو ترجیح دے کر اِس سورت کو مدنی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اِس کا نام 'سورۂ رحمٰن' ہے، جو اِسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

جب آنحضرت ﷺ نے کافروں کو اسم 'رحمٰن' کی خبر دی، تو کافر بولے کہ ہم تو 'رحمٰن' کو نہیں پہچانتے، تو یہ سورت نازل ہوئی۔ اور بعضوں نے کہا کہ مکے کے کافر طعن کرتے تھے، کہ فلاں فلاں شخص 'محمد ﷺ' کو قرآن تعلیم کرتے ہیں، تو یہ سورت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی اہم ترین نعمتوں کا ذکر ہے۔ ایسی سورۂ مبارکہ کو -- یا -- قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾

مہربان اللہ نے • سکھا دیا قرآن •

(مہربان اللہ) تعالیٰ (نے) جس کی رحمت سب چیزوں کو پہنچی ہے (سکھا دیا) اور تعلیم کیا ہے (قرآن) اپنے حبیب کو، تو کفارِ مکہ کا یہ گمان غلط ہے کہ یہ جبیر اور یسار نے سکھایا ہے ۔۔الخضر۔۔خدا نے اپنے حبیب کو قرآن سیکھنا اور اوروں کو سکھانا آسان کر دیا ہے۔ مکہ کے کوتاہ فکر یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر یہ قرآن کسی انسان کا سکھایا ہوا ہوتا، تو وہ انسان اِس کا جواب لاسکتا تھا اور پھر جب کافروں کو چیلنج کیا گیا تھا کہ اُس کے مثل ایک ہی سورت لیتے آؤ، تو پھر وہ اس سکھانے والے سے پورے قرآنِ کریم کا مثل تیار کرا کے پیش کر دیتے، لیکن یہ اُن سے نہیں ہوسکا۔ اور قیامت تک کسی سے نہ ہو سکے گا۔

اِس ارشاد میں یہ بھی اشارہ ہے، کہ ایک ہے قرآن کے کلمات اور ایک ہے قرآن کا علم۔ تو قرآنی الفاظ وکلمات کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تک پہنچانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں لیکن بلاواسطہ اپنے حبیب کو قرآن کا علم دینے والا اللہ مہربان ہے۔

اِس مقام پر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علم میں کمال اُسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب معلم اپنے متعلّم پر مہربان ہو، اس لیے کہ اگر وہ مہربان نہ ہوگا، تو سکھانے میں پوری توجہ نہیں فرمائے گا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاگرد کا علم ناقص ہوکر رہ جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شاگرد صلاحیت واستعداد اور حصولِ علم کے ذوق وشوق میں کامل واکمل ہو۔ اور اس سلسلے کی یہ بات بھی ضروری ہے کہ سکھانے والا جس کتاب کو سکھائے وہ خود بذاتِ خود کامل ہو اور اپنے کمال میں بےنظیر و بےمثال ہو۔

اِس مقام پر ساری باتیں موجود ہیں۔ سکھانے والا وہ ہے جو عالم الغیب والشھادہ اور قادرِ مطلق ہے۔ اور سیکھنے والا اُس کا وہ حبیب ہے جو صلاحیتوں کا بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ اور جو کتاب پڑھائی گئی وہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہر شے کا واضح بیان ہے۔ جس کی ہر ہر آیت میں اَسرار ومعارف کے خزانے مستور ہیں۔

۔۔الحاصل۔۔ نہ سکھانے والے میں کمی، نہ سیکھنے والے میں کسی طرح کی کمی اور کوتاہی۔

اور نہ سکھائی گئی کتاب میں کوئی نقص۔تو اب سیکھنے والے کے علم میں کسی طرح کا نقص اور کسی طرح کی کمی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔۔الختصر۔۔خدا کو علیم و خبیر اور قادرِ مطلق ماننے والا اور نبی کریم کو باصلاحیت یقین کرنے والا اور قرآن کریم کے کامل ہونے پر ایمان لانے والا، نبی کریم کے علم میں کمی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔۔الختصر۔۔قادرِ مطلق خدائے مہربان نے۔۔۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴

پیدا فرمایا اِس انسان کو● اور بتادیا اِسے کھول کر●

(پیدا فرمایا اس انسان کو) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو **(اور بتادیا اُسے کھول کر)** جو کچھ تھا، اور ہے، اور ہوگا۔۔الختصر۔۔سب اُس کو تعلیم کردیا۔

۔۔چنانچہ۔۔ عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ کا مضمون اِس کی خبر دیتا ہے۔۔یا یہ کہ۔۔

تعلیم کردیا اُس کو یعنی انسان کو بیان، یعنی جو کچھ اُس کے دِل میں ہے اُسے کہہ کر۔۔یا۔۔لکھ کر ظاہر کرنا سکھادیا۔

۔۔یا۔۔

آدم کو پیدا کیا اور انہیں علم اَسماء تعلیم کردیا۔

ذہن نشین رہے کہ خدائے مہربان نے اپنی ساری نعمتوں میں سے اوّلاً اِس نعمت کا ذکر فرمایا جو سب نعمتوں پر سبقت رکھتی ہے، اور وہ ہے قرآنِ کریم اور اُس کی تنزیل و تعلیم کی نعمت، جو ابوابِ دین میں مرتبہ اور منزل کے لحاظ سے دوسری نعمتوں سے اعلیٰ واحسن ہے۔

ظاہر ہے کہ دین سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اور قرآنِ کریم ہی اُس نعمت کا سرچشمہ ہے، اور دین کی تعلیم کا ایک قطعی، حتمی اور عظیم وشاندار ذریعہ ہے۔اور کتب سماویہ میں سب سے بلند وبالا مقام رکھنے والا ہے۔

۔۔پھر۔۔انسان کی تخلیق کا ذکر فرما کر واضح کردیا کہ انسان کی تخلیق بنیادی طور پر دین کے لیے فرمائی گئی ہے تاکہ وہ آسمانی کتابوں اور وحی الٰہی کا علم حاصل کرے۔اِسی لیے تخلیق کے ذکر پر تعلیم کے ذکر کو مقدم فرمایا گیا۔اور پھر سارے انسانوں کو حیوانات پر ممتاز کرنے کے لیے اُن کو من جانب اللہ نطق فصیح کی تعلیم پانے والا بتایا۔

آگے دو آسمانی نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے اور اپنی قدرت کے جلوے دکھاتا ہے۔۔چنانچہ۔۔ فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿۶﴾

سورج اور چاند حساب سے ہیں● اور بیل بوٹے اور درخت سجدہ میں پڑے ہیں●

(سورج اور چاند حساب سے ہیں) ایک حسابِ معلوم سے، یعنی اِس طرح پر کہ حق تعالیٰ نے مقرر کر دیے اُن کی سیر کے واسطے برجوں اور منزلوں میں اور اُس کے سبب سے فصلیں اور وقت پہچانے جاتے ہیں۔ (اور) زمین میں (بیل بوٹے اور درخت سجدہ میں پڑے ہیں)، یعنی فرمانبرداری کرتے ہیں خدا کی اپنی طبیعت اور خوشی سے جیسے مکلّف سجدہ کرنے والوں کا سجدہ۔

--یا--

ان گھاسوں کا سجدہ اُن کے سایہ سے ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ جس طرح ان چیزوں کی تسبیح کی ہم کو تمیز اور وقوف نہیں، اُسی طرح اُن کے سجدہ کی بھی تمیز نہیں، جیسا کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ

"ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"

---یہ تخم و شجر زمین کی نعمتیں ہیں جو کہ رزق کی اصل ہیں، یعنی دانے، پھل، گھاس، جانوروں کی اُنہیں سے ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ

اور آسمان کو اُس نے بلند فرمایا اور اُسی نے رکھی ترازو کو● کہ نہ گھٹ بڑھ کرو تول میں● اور قائم رکھو تول کو

بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾

انصاف سے، اور نہ گھٹاؤ وزن کو●

(اور آسمان کو اُس نے بلند فرمایا) یعنی 'محلاً' بلند و بالا بنایا ہے، جیسا کہ محسوس و مشاہد ہے-- اور-- 'رتبۃً' بھی، کہ اس کے احکام و قضایا کا مرکز بھی آسمان ہے، کہ وہیں سے اللہ تعالیٰ کے احکام اور فیصلے زمین میں اترتے ہیں اور وہ ملائکہ کی رہائش گاہ بھی ہے۔ (اور اُسی نے رکھی ترازو کو● کہ نہ گھٹ بڑھ کرو تول میں)۔ یعنی عدل جاری کیا اور اِس کا حکم فرمایا کہ ہر حقدار کو پورا حق ملے، تاکہ امر عالم کا نظام صحیح اور مضبوط و مستحکم ہو---

جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عدل ہی سے آسمان وزمین قائم ہیں۔

۔۔تو۔۔ترازو میں لیتے دیتے وقت عدل سے تجاوز نہ کرو اور راستی کے ساتھ معاملہ کرو (اور قائم رکھو تول کو انصاف سے) یعنی ترازو درست رکھو، (اور نہ گھٹاؤ وزن کو) یعنی لینے دینے میں کم نہ تولو۔

یہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور نہ اُس سے پہلے وزن اور کیل نہ تھا اور نہ ہی ناپ تھی۔

ترازو والوں کو یہ سب تاکید اس واسطے ہے کہ قیامت میں جب ترازو کھڑی ہو تو اس وقت شرمندہ نہ ہوں۔

'میزان' سے برابری کا آلہ ہی مراد نہیں جس کے ۲ دو پلڑے ہوتے ہیں، بلکہ ہر وہ چیز 'میزان' ہے جس سے ناپ تول کی جاسکے اور کسی شے کا وزن ومقدار معلوم کی جاسکے۔۔لہٰذا ۔۔عہد حاضر کے وہ سارے الیکٹرانک آلات میزان ہی کے حکم میں ہیں جن سے کسی چیز کا وزن معلوم کیا جاسکتا ہو، اُس میں ۲ دو پلڑے ہوں یا نہ ہوں۔رہ گئیں میدانِ قیامت کی ترازو میں تولی جانے والی چیزیں، تو خواہ اعمالِ نیک وبد کے دفتر ہوں۔۔یا۔۔اعمالِ نیک وبد کے حسین وقبیح مجسمے۔۔یا۔۔خالقِ کائنات کی قدرت کی تجزیہ کاری، ان میں سے ہر صورتِ حال ممکن ہے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ فِيهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾

اور زمین کو اُس نے رکھا مخلوق کے لیے۔ جس میں میوہ ہے۔اور کھجور ہے غلافوں والی۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾

اور اناج بھوسے والے،اور خوشبودار پھول۔

(اور زمین کو اُس نے رکھا) پانی پر (مخلوق) کے رہنے (کے لیے) تاکہ اُس پر قرار پکڑیں (جس میں میوہ ہے اور کھجور ہے)، یعنی انواع واقسام کے میوے ہیں اور خرمے کے درخت ہیں جن میں کھجوریں ہیں (غلافوں والی)۔

اِس واسطے کہ خرما جب تک پھٹا نہیں غلاف میں رہتا ہے۔یعنی وہ غلاف جو کھجور کے ثمرات کے اوپر اُن کے ابتدائی ظہور کے وقت ہوتا ہے۔جب تک ثمرات ظاہر نہیں ہوتے وہ غلاف اُن کے اوپر رہتے ہیں۔اور میووں میں خرمے کی تخصیص اُس کی فضیلت کی جہت

سے ہے اور اُس مشابہت کی وجہ سے ہے جو اُسے مردِ مؤمن سے حاصل ہے۔جس میں سے چند یہ ہیں:

﴿۱﴾ــ کھجور پر خزاں نہیں آتی اور اُس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے ، بلکہ وہ سدا بہار درخت ہے۔جیسے مؤمن پر کبھی خزاں نہیں طاری ہوتی اور وہ مایوس نہیں ہوتا، بلکہ سدا بہار رہتا ہے۔مصیبت آئے تو صبر کر کے خوش ہوتا ہے اور راحت ملے تو شکر کر کے شادرہتا ہے۔

﴿۲﴾ــ کھجور کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں ــ یوں ہی ــ مؤمن کے اخلاق بہت ہی میٹھے ہوتے ہیں جو دشمن کو دوست اور کافر کو مؤمن بنا لینے والے ہوتے ہیں۔

﴿۳﴾ــ کھجوریں لوگ دُور دُور تک لے جاتے ہیں اور اُس سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں ــ یوں ہی ــ مؤمن کا فیض بھی دُور دُور تک پہنچتا ہے۔کوئی کہیں بھی ہو وہ اپنے سے بہت دُور رہنے والے بزرگانِ دین اور اولیاءِ کاملین کے فیض سے مستفیض ہوتا رہتا ہے۔

﴿۴﴾ــ کھجور کے پتے بہت نوکیلے ہوتے ہیں،تو مؤمن بھی اگر ایک طرف **رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** کی مٹھاس رکھتا ہے،تو دوسری طرف **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ** کے نیزے سے بھی اپنے کو آراستہ رکھتا ہے ــ المختصر ــ اللہ تعالیٰ نے زمین کو میوؤں اور کھجوروں سے مالا مال کر دیا ـــ

(اور اناج بھوسے والے) جیسے گیہوں اور جَو وغیرہ **(اور خوشبودار پھول)** کہ اُن سے غم پاس نہیں آتا۔حاصلِ کلام یہ ہے کہ زمین میں ہم نے تم کو بہت نعمتیں دی ہیں،بعضے کھانے کی بعضے سونگھنے کی ـــ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

تو اَے جن وانس اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(تو اَے جن وانس!اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ اُس کی طرف سے نہیں ہیں۔

اِس سورت میں اکتیس [۳۱] بار یعنی ابجد کے حساب سے 'الرحمٰن' کے 'ال' کی تعداد کے مطابق یہ مذکورہ بالا کلمات آئے ہیں،اس جہت سے کہ اِس سورت میں خدا کی نعمتیں مذکور ہیں،تو ہر

نعمت کے بعد یہ الفاظ لائے گئے اور یہ کلمات فرمائے گئے تا کہ پڑھنے اور سننے والے نعمتوں کی کثرت سے آگاہ ہو جائیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان الفاظ کا مکرر لانا غفلت دفع کرنے پر حجت قائم کرنے اور نعمت یاد دلانے کے واسطے ہے۔

حضرت جابر سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ سورت اخیر تک ہم لوگوں کے سامنے پڑھی، بعدہٗ فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں تم کو چپ دیکھتا ہوں، البتہ جن اس سوال کا جواب دینے میں تم سے بہتر ہیں۔ میں نے جتنی بار پڑھا **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ** تو انہوں نے جواب دیا اور یہ عرض کیا کہ "وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا لَا نُکَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ" یعنی ہم کسی چیز کی اے ہمارے رب! تکذیب نہیں کرتے ہیں۔ پس تیرے ہی واسطے ہے حمد وثنا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

اُس نے پیدا فرمایا عام انسان کو کھن کھناتی مٹی سے، ٹھیکری کی طرح● اور اُس نے پیدا فرمایا جنات کو آگ کی لپٹ سے●

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُس نے پیدا فرمایا عام انسان کو) ۔۔یا۔۔ آدم علیہ السلام کو جو انسان کے باپ ہیں **(کھن کھناتی مٹی سے ٹھیکری کی طرح)**، کہ اگر اس پر ہاتھ مارے تو وہ بجے اور آواز دے۔ **(اور اُس نے پیدا فرمایا جنات کو)** ۔۔یا۔۔ 'جان' کو جو جنوں کا باپ ہے **(آگ کی لپٹ سے)**، یعنی شعلے سے جو صاف ہوتا ہے بے دھویں کا۔

بعضوں نے کہا کہ 'مارج' سے وہ آگ مراد ہے جو شعلہ سرخ اور سبز اور زرد ملا ہوتا ہے۔ تو 'جان' دو۲ عنصر سے مخلوق ہے آگ سے اور ہوا سے، اور 'آدم' بھی دو۲ عنصر سے پیدا ہوئے خاک اور پانی سے۔ جب خاک اور پانی باہم ملتا ہے تو اُسے 'طین' کہتے ہیں، اور جب ہوا اور آگ ملتی ہے تو اُسے 'مارج' کہتے ہیں۔ جس طرح رحم میں پانی یعنی آبِ منی ڈالنے سے آدمی کی نسل بڑھتی ہے، اُسی طرح رحم میں ہوا ڈالنے سے جن کی نسل بڑھتی ہے۔ اور 'جان' اور 'حضرت آدم' کی پیدائش میں ساٹھ ہزار برس کا فرق تھا۔

(تو تم دونوں کن کن نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟)۔ تم دونوں جن وانس کہ اُس نے تم

کو 'طین' اور 'مارج' سے پیدا کیا اور زندگی کی دولت عطا فرمائی۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾

دونوں مشرق کا رب، اور دونوں مغرب کا رب● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(دونوں مشرق کا رب)، یعنی ایک گرمی میں آفتاب نکلنے کی جگہ دوسرے جاڑے میں، (اور دونوں مغرب کا رب)، ایک گرمی میں آفتاب ڈوبنے کی جگہ دوسرے جاڑے میں۔ اور دو مشرقین اور مغربین مختلف ہونے میں طرح طرح کے فائدے ہیں۔ فصلیں نئی پیدا ہونا اور بدلنا، اور جو کچھ ہر فصل سے تعلق رکھتا ہے، بلکہ آفتاب کا نکلنا طلبِ معاش کا موجب، اور اُس کا ڈوب جانا آسائش اور راحت کا سبب، (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) اور اُس کے نعمتِ خداوندی ہونے سے اِنکار کرو گے؟

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾

اُس نے بہائے دو دریا جو مل جاتے ہیں● تو اُن کے درمیان روک ہے، کہ باہم چڑھ نہیں سکتے●

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُس نے بہائے دو دریا)، ایک اچھا اور شیریں اور دوسرا کھاری اور کڑوا، (جو) اُس کے حکم سے (مل جاتے ہیں)۔ اور وہ فارس اور روم کے دریا ہیں کہ محیط ہیں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ (تو اُن کے درمیان روک ہے) یعنی ایک مانع، حاجب اور پردہ ہے خدا کی قدرت سے زمین کا۔۔یا۔۔ کسی جزیرے کا (کہ) اُس کے سبب سے (باہم چڑھ نہیں سکتے)۔ یعنی باہم ملتے نہیں تاکہ ہر ایک کی خاصیت باطل نہ ہو جائے۔

۔۔یا۔۔ ایک حد مقرر ہو گئی ہے تو اُس سے تجاوز نہیں کرتے، تاکہ جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے وہ غرق نہ ہو جائے، اور ایک دریا دوسرے پر غلبہ کرے تو نفع برطرف ہو جائے۔ اور بہت سے فائدے اُن دریاؤں سے حاصل ہیں۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن) مصلحت آمیز (نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) اور اِنکار کرو گے؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾

نکلتا رہتا ہے اُن دونوں سے موتی اور مونگا● توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(نکلتا رہتا ہے اُن دونوں) دریاؤں میں سے۔۔یا۔۔دریائے شور میں **(سے موتی اور مونگا)**، یعنی بڑے اور چھوٹے ریزہ ریزہ موتی، یعنی جواہر کہ اُن کے سبب سے آسائش کرتے ہو اور اُن کی خرید وفروخت سے فائدے پاتے ہو اور یہ نعمتیں ظاہر ہیں۔ **(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)**۔

امام قشیری نے کہا کہ دو دریا، خوف ورجاء ہیں۔۔یا۔۔قبض وبسط ہیں۔۔یا۔۔انس وہیبت ہیں۔اور برزخ قدرت بے علت ہے اور موتی احوالِ صافیہ اور مرجان لطائف وافیہ۔صاحبِ کشف الاسرار شرح فرماتے ہیں کہ خوف ورجاء دو دریا عام مسلمانوں کو ہیں اور ان سے زہد وورع کا موتی نکلتا ہے۔اور قبض وبسط کے دو دریا خاص مؤمنوں کو ہیں اُن سے فقر اور وجد کے جواہر پیدا ہوتے ہیں۔اور اُنس اور ہیبت کے دریا انبیاء اور صدیقوں کے واسطے ہے، اُن سے فنا کا موتی نکلتا ہے، تا کہ اس موتی کا جوہری منزلِ بقاء میں آسائش کرے۔

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع

اور اُسی کی ہیں چلنے والی کشتیاں اونچی اونچی، دریا میں جیسے پہاڑ● توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اور اُسی کی ہیں چلنے والی کشتیاں اونچی اونچی، دریا میں جیسے پہاڑ)۔ کشتیاں پیدا کرنا اور دریا میں رواں کرنا بندوں کے فائدے کے لیے ہے کہ بہت مسافت تھوڑے زمانے میں قطع ہو جاتی ہے اور کشتیوں کے ذریعے تجارتیں اور معاملے ہوتے ہیں اور یہ بڑی نعمتیں ہیں۔ **(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)** اور انکار کرو گے؟

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

ہر ایک جو اس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے● اور باقی رہے گی تمہارے رب جلال وعزت والے کی ذات●

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾

توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(ہرایک) ذی روح (جو اِس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے) یعنی انجام کار سب فنا ہو جائیں گے (اور باقی رہے گی تمہارے رب جلال وعزت والے کی ذات) جو خداوندِ بزرگی وعظمت ہے اور اپنے فضلِ عام اور کرمِ تام سے بزرگ کر دینے والا ہے اُسے جو بزرگی کا مستحق ہو۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)۔ اُس نے تمہیں تمہارے فنا ہو جانے کی خبر دی تا کہ آمادہ ہو جاؤ اور اُس کی مخلصانہ اطاعت کرتے رہو، اور اُس نے اپنی بقا سے تم کو آگاہ کر دیا تا کہ اُس کی طرف رجوع کرو اور اُس کے غیر پر اعتماد نہ کرو۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ﴿۲۹﴾

مانگتا رہتا ہے اُس سے ہر آسمان والا اور زمین والا۔ ہر دن وہ ایک شان میں ہے●

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(مانگتا رہتا ہے اُس سے ہر آسمان والا اور زمین والا) اپنی حاجتیں، اِس واسطے کہ سب اپنی ذات اور صفات میں اُسی کے محتاج ہیں۔ (ہر دن وہ ایک شان میں ہے) اور نیک کام بنانے میں ہے۔ دُعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہے، سائل کو عطا فرماتا ہے، عاجز کو نجات بخشتا ہے، غمگین کو خوش کرتا ہے، بیمار کو صحت دیتا ہے، کسی قوم کو توبہ پر رکھتا ہے اور کسی گروہ کو بخشتا ہے۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) اور انکار کرو گے؟

ابن عیینہ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سراسر زمانہ دو دن ہیں۔ ایک دن دُنیا کی مدت ہے اور دوسرا دن آخرت کی مدت ہے۔ دُنیا کی مدت میں اُس کی شان، امر ہے، نہی ہے، عطا کرنا، روکنا، پیدا کرنا، روزی دینا، موت دینا، زندگی عطا فرمانا، عزت دینا اور ذلیل کرنا وغیرہ۔

اور آخرت کی مدت میں اُس کی شان، حساب ہے، عذاب ہے، جزا دینا، سوال کرنا، ثواب دینا اور عقاب کرنا وغیرہ ہے۔ محققین کے نزدیک **یوم** 'آن' کے معنی میں ہے، اور وہ زمان کا ایک 'جزء اقل' ہے۔ اور بحر الحقائق میں ہے کہ اِس ہر نشانی میں حق کی تجلی مراد ہے اُس کے موافق جس کے واسطے تجلی کی جائے اور اُس کی استعداد کے مناسب۔ اور تجلیات کی کوئی نہایت نہیں۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

جلد ہی نبٹا دیں گے ہم تمہیں اَے دونوں گروہ! ● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(جلدی نبٹا دیں گے ہم تمہیں اَے دونوں گروہ)، یعنی قریب ہے کہ حساب کر دیں گے ہم تمہارے واسطے۔

'فراغ' یہاں حساب کرنے اور جزا دینے کے قصد کے معنی میں ہے۔ اُس 'فراغ' کے معنی میں نہیں ہے جو 'شغل' کے بعد ہوتا ہے۔ یہ کلام تہدید اور وعید کی راہ سے ہے، جیسے کوئی ۔۔ مثلاً: کسی کو کہے کہ ٹھہر کہ میں تیرے ساتھ مشغول ہوں۔ حالیکہ کہنے والا کچھ کام نہیں کرتا ہے، تو وہاں سننے والے کو ڈرانا منظور ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی وعید کی رُو سے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں تمہارے حساب کا قصد کروں گا اَے دو بڑے گروہ یعنی جن اور انسان۔

اور جس کی قدر و قیمت بڑی ہوتی ہے عرب اس کو 'ثقل' کہتے ہیں۔ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ "اِنِّی تَارِكٌ فِیكُمُ الثَّقَلَیْن" یعنی تحقیق کہ چھوڑتا ہوں میں تم میں دو چیزیں بڑی قدر والی۔ بعضوں نے کہا کہ 'ثقل' گراں بار ہے، اور جن و انس مکلّف ہونے کے سبب سے گراں بار ہیں، یہاں تک کہ بھاری گناہوں کے بوجھ سے عاجز اور ماندے ہیں۔

(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)۔

یہ حساب کے سبب سے تہدید ہے تاکہ بُرے کاموں میں دھمکی مانے رہو اور خطاب کے سبب سے تعریف ہے، تاکہ کرم بے حد سے امیدوار رہو۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

اَے گروہ جن وانس! اگر سکت ہو تم میں، کہ نکل جاؤ کناروں سے آسمانوں

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

اور زمین کے، تو نکل جاؤ۔ نہ نکل سکو گے بے قوت بن کر● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اَے گروہ جن وانس اگر سکت ہو تم میں کہ نکل جاؤ کناروں سے آسمانوں اور زمین کے، تو نکل جاؤ)، لیکن حقیقت یہ ہے کہ **(نہ نکل سکو گے بے قوت بن کر)** یعنی نکلنے کے لیے جس قوت وقہر اور تسلط وغلبہ کی ضرورت ہے اُس سے تم یکسر محروم ہو، تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں میرا ہی حکم چل رہا ہوگا اور میری ہی سلطنت ہوگی، اور تمہاری موت تمہارے ساتھ رہے گی جس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ

ہو گی۔۔ الختصر۔۔ میری سلطنت کی حدود سے نکل جانے کی تمہیں قدرت نہیں۔

بعضوں نے کہا کہ قیامت کے دن اہلِ محشر کے گرد اگرد فرشتے صفیں کھینچیں گے اور منادی ندا کرے گا، کہ اے آدمیو! اور جنو! یہ میدانِ حشر ہے، اگر تم نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، مگر تم نہیں نکل سکتے۔لیکن دلیل و حجت سے اور تمہارے واسطے نہ یہ ہے نہ وہ۔

(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)۔اُس نے تم کو خبر کر دی کہ تم دُنیا میں عاجز ہو اور آخرت میں درماندے، تاکہ تم جان لو کہ دونوں جہاں میں اُس کے سوا کوئی یار اور مددگار نہیں اور یہ سمجھ کر اُس کی طرف متوجہ ہو۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ﴿٣٥﴾ فَبِأَيِّ

چھوڑی جائے گی تم دونوں پر آگ، خالص لپٹ۔۔اور کالا دھواں، تو بدلہ نہ لے سکو گے● تو تم دونوں

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٦﴾

اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(چھوڑی جائے گی تم دونوں پر)، یعنی تم میں سے اُن پر جو گنہگار اور مشرک ہوں، (آگ خالص لپٹ اور کالا دھواں)، یعنی ایک بار آگ کا شعلہ پہنچے گا اور ایک بار دھواں۔۔۔اور بعضے کہتے ہیں کہ **نُحَاسٌ** پگھلا ہوا تانبا ہے کہ اُن کے سروں پر ڈالیں گے۔۔۔

(تو بدلہ نہ لے سکو گے) اور نہ ہی مدد دے سکو گے ایک دوسرے کو، اور ایک دوسرے سے عذاب نہ روک سکو گے۔(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)، کہ اُس نے تم کو شعلہ اور دھواں سے ڈرایا تاکہ نافرمانی سے باز آؤ اور اُسی کی عبادت میں مشغول رہو۔

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ

تو جہاں پھٹ گیا آسمان، تو ہو گیا گلاب کا پھول، جیسے لال نری● تو تم دونوں

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾

اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(تو جہاں پھٹ گیا آسمان) فرشتوں کے اُترنے کے واسطے، (تو ہو گیا گلاب کا پھول جیسے

لال نری) یعنی وہ گلابی رنگ کا ہوگیا، بکری۔۔یا۔۔بھیڑ کے رنگے ہوئے سرخ چمڑے کی طرح۔۔یا۔۔ روغنِ زیتون کے مثل کہ ہر ساعت دوسرے رنگ پر نظر آتا ہے۔۔الحاصل۔۔آسمان تپ کر آگ کی تپش سے پگھل جائے گا اور دوزخ کی آگ کی حرارت سے کچے چمڑے کی طرح سرخ ہوجائے گا اور تیل کی طرح بہہ رہا ہوگا۔

۔۔المختصر۔۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے آسمان متغیر ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کا حکم دے گا اور اُس دن قیامت کی ہولناکیوں سے صرف اللہ تعالیٰ ہی تم کو نجات دے گا۔

(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) اور تم اس نعمت کا کیسے اِنکار کرسکتے ہو۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَن ذَنۢبِهِۦٓ إِنسٌ وَلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾

تو اُس وقت حاجت نہ ہوگی کہ پوچھے جائیں اپنے گناہ کے بارے میں انسان اور جنات●

فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾

توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(تو اُس وقت حاجت نہ ہوگی کہ پوچھے جائیں اپنے گناہ کے بارے میں انسان اور جنات)۔ یعنی اُن سے علم حاصل کرنے کا سوال نہ کریں گے کہ تم نے کیا کیا؟ بلکہ جھڑکی کے ساتھ سوال ہوگا کہ کیوں کیا؟

۔۔یا۔۔

گناہ گاروں کو علامت سے پہچان لیں۔گے اور سوال کی حاجت ہی نہ ہوگی۔

۔۔یا۔۔قبروں سے نکلتے وقت اُن سے نہ پوچھیں گے۔اور وہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ وہ موقفِ حساب ہوگا کہ سب سے سوال کریں گے۔

(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ اُس نے تم کو اُس روز کے احوال کی خبر کردی، تاکہ ایمان اور تقویٰ پر ثابت رہو کہ تمہاری نجات کا سبب ہے۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾

پہچان لیا جائے گا ہر ہر مجرم اپنی اپنی نشانی سے، تو پکڑا جائے گا پیشانیوں اور قدموں سے●

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(**پہچان لیا جائے گا ہر ہر مجرم اپنی اپنی نشانی سے**) کہ منہ کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا ہونا ہے --یا--اُن کے چہرے سے غم اور رنج کے آثار ظاہر ہوں گے۔(**تو پکڑا جائے گا پیشانیوں اور قدموں سے**)، یعنی کبھی تو اُن کی پیشانی کے بال پکڑ کر دوزخ کی طرف کھینچیں گے اور کبھی پاؤں پکڑ کر سر نیچے اور پاؤں اوپر کر کے کھینچتے ہوئے دوزخ میں ڈال دیں گے۔(**تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟**) کہ اُس نے تم کو کافروں کے پکڑے جانے اور دوزخ میں ڈال دِیے جانے کی خبر کر دی تا کہ تم کفر سے پرہیز کرو۔اور مشرکوں کو دوزخ میں ڈال کر فرشتے کہیں گے۔۔۔

وقف لازم

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا

یہ ہے جہنم! جسے جھٹلاتے تھے جرائم پیشہ لوگ--●-- مارے پھریں گے اُس جہنم میں

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

اور بے حد کھولتے پانی میں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

ع٢ ٢/٢

(**یہ ہے جہنم! جسے جھٹلاتے تھے جرائم پیشہ لوگ**) اور اُسے باور نہ کرتے تھے۔(**مارے پھریں گے اُس جہنم میں اور بے حد کھولتے پانی میں**)۔یعنی جب کافر آگ سے پناہ چاہیں گے، تو اُن کی فریاد رسی اِس طرح کی جائے گی کہ آگ سے نکال کر ایسے گرم پانی میں ڈال دیں گے کہ اُن کے جوڑ ایک دوسرے سے کھل جائیں گے۔تو وہ ہمیشہ آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان میں رہیں گے۔(**تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟**) کہ اُس نے تم کو دوزخیوں کے عذاب سے آگاہ کیا تا کہ کفر سے پرہیز کر کے ایمان سے آراستہ ہو کر اُس سے نجات پاؤ۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾

اور اُس کے لیے جو ڈرا کھڑے ہونے کو اپنے رب کے حضور، دو باغ ہیں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾

بکثرت شاخوں والے● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اور اُس کے لیے جو ڈرا کھڑا ہونے کو اپنے رب کے حضور دو باغ ہیں)۔ یعنی جو شخص موقفِ حساب سے ڈرے اور گناہ چھوڑ دے، اُس کو ۲ دو جنتیں دیں گے: ایک جنتِ عدن دوسری جنتِ نعیم۔ ایک بہشت تو خوفِ الٰہی کے واسطے ہے، اور ایک ترکِ مناہی کے واسطے ہے۔ ایک خاص خائف کے واسطے اور ایک اس کے خادموں اور متعلقوں کے لیے۔

۔۔الحاصل۔۔ بہشت میں اُن کو ۲ دو باغ دیں گے۔ اُن میں سے ہر ایک ۱۰۰ سو برس راہ کی قدر لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہوگا۔ اور ہر باغ میں مکانات خوب اور میوے مرغوب اور حوریں خوبصورت ہوں گی۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ ادائے طاعت اور ترکِ معصیت کے واسطے ۲ دو بہشتیں عطا فرماتا ہے۔ (بکثرت شاخوں والے)، یعنی اُن ۲ دو باغوں میں بہت درخت ہوں گے۔ ہر ایک درخت میں طرح طرح کے میوے۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) جو اطاعت شعار بندوں کو بہشتیں عطا فرماتا ہے جن میں سایہ دار فرحت بخش درخت اور لذیذ میوے ہوں گے۔

فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾

اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں)۔ ایک کا نام ہے 'تسنیم' اور ایک کا نام ہے 'سلسبیل'۔ ایک صاف پانی کا چشمہ ہے اور ایک شرابِ لذیذ کا۔ مکانات اونچے ہوں۔۔یا۔۔ نیچے، یہ چشمہ ہر جگہ جاری ہوگا۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ جس نے ایسے چشمے تمہاری راحت اور لذت کے واسطے جاری کیے ہیں۔

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕينَ

اُن دونوں میں ہر میوہ کے دو جوڑے ہیں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟● تکیہ لگائے

عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ وَجَنَا الۡجَنَّتَیۡنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

ایسے فرشوں پر جن کے اُستر دبیز ریشمی کپڑے کے، اور دونوں باغ کے پھل قریب جھکے●

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُن دونوں) باغوں کے درختوں (میں ہر میوہ کے دو جوڑے ہیں) یعنی دو قسم ہیں۔ ایک تو پہچانا ہوا کہ دُنیا میں دیکھا ہوگا، اور دوسرا عجیب غریب کہ کسی نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) جو انواع واقسام کے پھل اور میوے بندہ کو عطا فرماتا ہے۔

خدا سے ڈرنے والے لوگ ان بہشتوں میں بیٹھیں گے (تکیہ لگائے) ہوئے (ایسے فرشوں پر جن کے اُستر دبیز ریشمی کپڑے کے) ہوں گے۔

ایک بزرگ سے پوچھا کہ اُس بچھونے کا استر تو ایسا عمدہ ریشمی ہوگا، تو اَبرا کیسا ہوگا؟ اَبرا کہتے ہیں دوہرے کپڑے کی اوپری پرت کو، تو انہوں نے فرمایا، نور سے بنا ہوا جو انسانی فہم وادراک سے پوشیدہ ہے۔

(اور دونوں باغ کے پھل قریب جھکے) ہوئے ہوں گے۔ تا کہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر ایک کا ہاتھ اُس وقت بآسانی پہنچ سکے۔

اور بعضوں نے کہا کہ جو شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا، اور میوے کی آرزو کرے گا، تو درخت شاخ جھک آئے گی اور جس میوے کی خواہش ہے وہ اُس کے منہ میں آجائے گا۔

(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ تم کو بادشاہانہ تختوں اور فرشوں پر بٹھائے گا اور لذیذ ولطیف میوے عطا فرمائے گا۔

فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾

اُس میں ہیں اپنے شوہر تک آنکھ رکھنے والیاں، کہ نہیں ہاتھ لگایا اُنہیں کسی انسان نے اُن سے پہلے، اور نہ جنات نے●

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

اور (اُس میں ہیں اپنے شوہر تک آنکھ رکھنے والیاں) یعنی حوریں جو اپنے شوہروں کے سوا

اور کو دیکھنے سے آنکھ بند رکھیں گی۔ اُن کی شان یہ ہے (کہ نہیں ہاتھ لگایا انہیں کسی انسان نے اِن سے پہلے اور نہ جنات نے)۔ یعنی جو حوریں آدمیوں کے لیے مقرر ہیں اُن کے دامن تک کسی آدمی کا ہاتھ نہ پہنچا ہوگا۔ اور جو حوریں جنوں کے لیے مقرر ہیں اُن پر کسی جن نے نہ تصرف کیا ہوگا۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ اِس لطافت کے ساتھ اُس نے اپنے بندوں کے واسطے حوریں عنایت کیں۔۔۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾

گویا وہ یاقوت اور مونگا ہیں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(گویا وہ) حوریں صفائی اور سرخی میں (یاقوت اور) سفیدی اور چمک میں (مونگا ہیں) اور پاکیزہ موتی ہیں۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ اُس نے اِس صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ تمہارے واسطے حوریں پیدا کیں۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

کیا ہے احسان کا بدلہ؟ بجز احسان کے● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(کیا ہے احسان کا بدلہ؟ بجز احسان کے)۔

اِس آیت کا حاصل یہ ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے، تو طاعات کی جزا درجات ہیں، اور شکر کا بدلہ نعمت کی زیادتی، اور تقویٰ کا فرحت، اور توبہ کا قبولیت، اور دُعا کا اجابت، اور سوال کا عطا، اور استغفار کا مغفرت، اور دُنیا میں خوف کا امن آخرت، اور خدمت کا سلطنت بدلہ اور جزاء ہے۔ بحرالحقائق میں ہے کہ فنافی اللہ کی جزا نہیں ہے مگر بقاء باللہ۔

(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ اُس نے نیکی کرنے کی توفیق دی اور اُس کی جزا مقرر کی۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾

اور اُنہیں چھوڑ کر دو اور باغ ہیں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟● گہری سبزی سے سیاہی مائل●

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾

توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اور انہیں چھوڑ کر دو اور باغ ہیں)۔یعنی ۲ دو بہشتوں کے سوا جو مذکور ہوئیں ۲ دو جنتیں اور ہیں ۔یا۔اُن سے کمتر ۲ دو باغ اور ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ ۲ دو جنتیں جو پہلے مذکور ہوئیں سونے کی ہیں جو سابقوں کے واسطے ہیں،اور یہ ۲ دو جنتیں چاندی کی ہیں جو اصحابِ یمین کے لیے ہیں۔

(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ یہ جنتیں بندوں کے نامزد کرتا ہے۔ یہ دونوں جنتیں (گہری سبزی سے سیاہی مائل) ہیں۔(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ ایسے سبز رنگ کے باغ عطا فرماتا ہے اور سبزی سے آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے اور آنکھوں کو سکون ملتا ہے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

اُس میں دو چشمے ہیں جوش مارتے ہوئے● توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟● اُن دونوں میں ہیں میوہ،

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾

اور کھجور،اور اَنار● توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُس میں دو چشمے ہیں جوش مارتے ہوئے)،یعنی ہر چند اس میں سے پانی لیں پھر اور پانی جوش مارے گا۔(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ ایسے ۲ دو چشمے بہت پانی کے تم کو دیتا ہے۔(ان دونوں) بہشتوں (میں ہیں میوہ اور کھجور اور انار)۔

کل میووں میں خرما اور انار کی تخصیص بسبب اُن کی فضیلت کے ہے،اور اِس واسطے کہ خرما میوہ بھی ہے اور غذا بھی،اور انار میوہ بھی ہے اور دوا بھی۔

(توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) جو کہ ایسے میوے اپنے بندوں پر انعام کرتا ہے۔

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ

اُن میں ہیں عورتیں نیک خصلت خوبصورت● توتم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟● گوری گوری پردہ نشین،

فِي الْخِيَامِ ۝۷۲ فَبِأَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۷۳

خیموں میں● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(اُن میں ہیں عورتیں نیک خصلت خوبصورت) یعنی برگزیدہ خوبصورت اور خوب سیرت، (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ تم کو حوریں دے گا ایک دوسری سے بہتر (گوری گوری پردہ نشین خیموں میں)، جو موتیوں کے ہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ **خیام** سے گھر مراد ہیں اور بعضوں نے تخصیص کی 'حجلوں' کے ساتھ، اور 'حجلہ' وہ گھر ہے جو آراستہ ہو دولہا دلھن کے لیے۔

(تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) جو ایسی پاکیزہ جورویں جنتیوں کو دیتا ہے کہ۔۔۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝۷۴ فَبِأَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۷۵

نہیں ہاتھ لگایا اُنہیں کسی انسان نے اُن سے پہلے اور نہ جنات نے● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

(نہیں ہاتھ لگایا انہیں کسی انسان نے اِن سے پہلے) یعنی کسی آدمی نے اُن کے شوہروں سے پہلے جن کے ساتھ نامزد ہوئی ہیں۔ (اور نہ جنات نے) اُن کو ہاتھ لگایا۔۔الغرض۔۔حق تعالیٰ نے کنواریوں کو ایمان والوں کے لیے نامزد کیا ہے۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کہ ایسی حوریں محفوظ رکھ کر عطا فرمائے گا۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝۷۶ فَبِأَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۷۷

تکیہ لگائے ہرے ہرے بستر، اور نفیس و نادر فرش پر● تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟●

اصحابِ یمین (تکیہ لگائے) ہوں گے (ہرے ہرے بستر اور نفیس و نادر فرش پر) یعنی اُن کے بچھونے بہت خوب اور قیمتی ہوں گے۔ (تو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) جو مذکور ہوئیں۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع۳ ۱۳

بڑی برکت والا ہے نام تمہارے رب کا، جلال والا عزت والا●

(بڑی برکت والا ہے نام تمہارے رب کا جلال والا عزت والا)۔

اور ظاہر ہے کہ جب نام اتنی عظمت والا ہے کہ اُس عظیم کی ذات پر بولا جاتا ہے، تو اُس کی ذات کی بزرگی کس درجے پر ہوگی۔ اور اِسی سے ہے کہ کسی نے اُس کی ذات کی عظمت سے خبر دی ہے نہ دے سکتا ہے۔ بے شک حق تعالیٰ ذوالجلال ہے کہ صفاتِ جلال میں سے جن کا ثابت کرنا کمال کو مستلزم ہے، وہ صفات اُس خداوند کی ذاتِ بے مثال کے واسطے ثابت ہیں اور جن صفتوں کا سلب عزتِ کبریائی کو مقتضی ہے وہ جنابِ مقدس ان صفتوں سے منزہ اور مبرا ہے۔

اکثر محقق اِس بات پر ہیں کہ 'جلال' اشارہ ہے صفتِ قہر کی طرف، اور 'اکرام' عبارت ہے اوصافِ لطیفہ سے، تو **ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ** یہ نام سب صفاتِ الٰہی کو جامع ہے اور اِسی سبب سے اِسے اسمِ اعظم کہا گیا ہے۔

اختتام سورۃ الرحمٰن -- ﴿ ۲۴/ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۴/ جولائی ۲۰۱۲ء بروز شنبہ ﴾ --

ابتداء سورۃ الواقعہ -- ﴿ ۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۸/ جولائی ۲۰۱۲ء بروز چہار شنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سورۃ الواقعہ -- ۵۶ مکیہ ۴۶ | آیاتہا ۹۶ -- رکوعاتہا ۳

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ 'سورۂ رحمٰن' میں خداوندی نعمتوں کا ذکر ہے، اُنہیں نعمتوں میں یہ سورۂ مبارکہ بھی ہے جس کے تعلق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر رات 'سورۂ واقعہ' پڑھی وہ کبھی فاقے سے نہیں رہے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو 'سورۂ واقعہ' سکھاؤ کیونکہ یہ خوشحال کرنے والی سورہ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ جس نے ہر رات 'سورۂ واقعہ' پڑھی وہ کسی چیز کا محتاج نہ ہوگا۔ ایسی مبارک و بابرکت اور باعثِ

رحمت سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ② خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ③

جس وقت واقع ہوگئی واقع ہونے والی ساعت ● نہ رہی اُس کے واقع ہونے کو جھٹلانے والی ہستی۔۔● سرکشوں کو پست کرنے والی، پستوں کو بلند کرنے والی ●

اَے محبوب! جب آپ کفارِ قریش کو قیامت، حشر و نشر، حساب و کتاب اور جنت و دوزخ کی خبریں سناتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں، اِن میں سے کسی کا بھی وقوع نہیں ہوگا۔قیامت واقع ہوگی نہ ہی حساب و کتاب ہوگا۔تو اَے محبوب! اُن کو سنادو کہ جب قیامت واقع ہو جائے گی، تو پھر اُس کے وقوع کو جھٹلانے والا کوئی نہیں ہوگا۔۔چنانچہ۔۔ارشادِ خداوندی ہے کہ۔۔۔

(جس وقت واقع ہوگئی ہونے والی ساعت)، یعنی یاد کرو جب واقع ہوگی یعنی پیدا ہوگی اور آئے گی قیامت، تو (نہ رہی اُس کے واقع ہونے کو جھٹلانے والی ہستی) جو اُسے جھوٹ قرار دے سکے ۔۔یا۔۔قیامت کا اپنے وقت پر واقع ہو جانا قطعی جھوٹ نہیں اور جو اس کی خبر دیتا ہے وہ بالکل سچا ہے۔ قیامت کی ساعت ایسی ساعت ہوگی، جو (سرکشوں کو پست کرنے والی) ہوگی اور عدل کی رو سے ایک گروہ کو اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ پر پہنچا دینے والی ہوگی اور (پستوں کو بلند کرنے والی) ہوگی۔

اور فضل کی رُو سے ایک گروہ کو 'اعلیٰ علیین' تک پہنچا دینے والی ہوگی۔۔یا۔۔وہ ساعت دھنسانے والی ہے دشمنوں، اہلِ شقاق اور منافقوں کو اور بلند کرنے والی ہے اولیا کو جو اخلاص اور موافقت والے ہیں۔۔یا۔۔حق تعالیٰ نیچا رکھے گا اُن لوگوں کو جو دُنیا میں اپنے کو بلند اور اونچا رکھتے تھے، اور سر بلند کرے گا اُن لوگوں کو جو دُنیا میں جھکے اور نیچے رہتے تھے اور فروتنی کرتے تھے۔یاد کرو کہ۔۔۔

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ④ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ⑤ فَكَانَتْ هَبَآءً

جس وقت کہ ہلائی گئی زمین تھر تھر ● اور ریزہ ریزہ کر دیے گئے پہاڑ چور چور ● تو ہوگئے روزن والی دھوپ کے

مُّنۢبَثًّا ۙ۝٦ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ؕ

غبار پریشان● اور ہو نکلے تم لوگ تین قسم کے●

(جس وقت کہ ہلائی گئی زمین تھرتھر) یعنی ایسی جنبش دی جائے گی کہ اُس پر جو بناء اور عمارت ہے جب منہدم ہو جائے گی (اور ریزہ ریزہ کر دیے گئے پہاڑ چُور چُور○ تو ہو گئے روزن والی دھوپ کے غبار پریشان) یعنی وہ غبار جو آفتاب کی شعاعوں میں نظر آتا ہے جب وہ شعاع روشن دان وغیرہ میں پڑتی ہے (اور ہو نکلے تم) اَے مکلّف (لوگ تین قسم کے)۔ یعنی تم سب تین مرتبہ پر تین گروہ ہو گئے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ؕ

تو داہنے ہاتھ والے۔۔ کیا کہنا ہے داہنے ہاتھ والوں کا●

ایک (تو) ہوں گے (داہنے ہاتھ والے۔۔ کیا کہنا ہے داہنے ہاتھ والوں کا)۔

حق تعالیٰ اُن کی عظمت ظاہر فرماتا ہے جیسے کہ کوئی کہے، 'فلانی قوم کے لوگ بزرگ ہیں اور کیا ہی بزرگ ہیں'۔ اِس استفہام میں تعجب کے معنی بھی ہیں، اگر یہ بندوں کی طرف سے ہو۔ مگر اگر حق تعالیٰ کی طرف سے ہو، تو مرتبہ کی بلندی اور عظمت کے اظہار کے لیے ہوگا۔

'اصحابِ یمین' سے مراد یہاں حضرت آدم کی وہ ذریت ہے، جو اُن کی پشت سے نکال کر اُن کے داہنے طرف رکھی گئی۔۔ یا۔۔ جن کے داہنے ہاتھ میں اُن کا اعمال نامہ دیا گیا ۔۔ یا۔۔ جو عرش کی داہنی طرف سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ بعضوں نے کہا کہ میمنہ برکت کے معنی میں ہے، یعنی اُن لوگوں کا قدم مبارک ہے۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝٩ؕ

اور بائیں ہاتھ والے۔۔ کیسی شامت ہے بائیں ہاتھ والوں کی●

(اور بائیں ہاتھ والے۔ کیسی شامت ہے بائیں ہاتھ والوں کی)۔

یہ لوگ ذریت نکالتے وقت حضرت آدم کے بائیں ہاتھ کی طرف تھے ۔۔ یا۔۔ اُن کے نامہء اعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں دیں گے ۔۔ یا۔۔ یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور دوزخ عرش کے بائیں طرف ہے ۔۔ یا۔۔ بعضوں کے نزدیک **مَشْـَٔمَة** تشام سے ماخوذ ہے، یعنی وہ لوگ 'شوم' اور نامبارک ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾

اور سبقت لے جانے والے تو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ وہی اللہ کے نزدیکی ہیں۔ راحت کے باغوں میں۔

(اور سبقت لے جانے والے) ! تو اُن کا کیا کہنا، یہ **(تو آگے بڑھ جانے والے ہیں)** سب قوموں پر۔۔یا۔۔بہشت میں آگے جانے والے ہیں۔۔یا۔۔ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے ہیں۔۔۔

جیسے آلِ فرعون کے مؤمن اور حبیب نجار اور صدیقِ اکبر اور علی مرتضی۔۔یا۔۔وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔۔یا۔۔پیغمبر لوگ۔۔یا۔۔قرآنِ کریم نبی کریم سے سننے والے۔۔یا۔۔صفِ جہاد میں آگے بڑھنے والے۔۔یا۔۔نمازِ جماعت میں پہلی تکبیر کے وقت سبقت کرنے والے۔

(وہی اللہ) تعالیٰ **(کے نزدیکی ہیں)** رحمت اور بزرگی سے۔اور وہی **(راحت کے باغوں میں)** ہیں جن میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾

ایک جتھا اگلوں سے۔ اور کچھ پچھلوں سے۔ جڑاو تختوں پر۔

مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾

تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے۔

سابقین کا **(ایک جتھا اگلوں سے)** یعنی انبیاءِ سابقین کی امت کا وہ گروہ جس نے اپنے نبی کو دیکھا اور اُن پر ایمان لایا اور تاحیات اُن کی اطاعت کرتا رہا۔

یہ سابقین نبی آخرالزماں ﷺ کی امت کے سابقین سے زیادہ ہوں گیں، جیسا کہ ارشاد ہے کہ۔۔۔

(اور کچھ پچھلوں سے) یعنی امتِ محمدی میں سے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اگلی امت کے سبقت لے جانے والے اِس امت کے سبقت لے جانے والوں سے زیادہ ہیں۔رہ گئے مؤمنین اور اطاعت کرنے والے، تو امتِ محمدی کے مؤمنین و مطیعین انبیاءِ سابقین پر ایمان لانے والوں سے کہیں زیادہ ہوں گے، جیسا کہ ارشادِ رسول ہے کہ: "انا اکثر الناس تبعا یوم القیامه" قیامت کے دن ہمارے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔حدیث میں مذکور ہے کہ جنتیوں کی ایک سو بیس [۱۲۰] صفیں ہوں گی،

اسّی ۸۰ صفیں میری امت کی اور چالیس ۴۰ اور سب امتوں کی۔

اور سابق لوگ اولین اور آخرین جنت میں ہوں گے، موتی، یاقوت اور زمرد کے (جڑاؤ) سونے کے (تختوں پر تکیہ لگائے) شاہانہ انداز سے (آمنے سامنے بیٹھے) تاکہ ایک دوسرے کے دیدار سے بھی خوش اور مسرور رہیں۔

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ

دَور چلائیں گے اُن پر ہمیشہ رہنے والے لڑکے ● کوزوں اور آفتابوں۔۔۔اور بہتی ہوئی

مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ

شراب سے بھرے جام کا ● نہ دردِ سر دیے جائیں اُس سے، اور نہ بے ہوش کیے جائیں گے ● اور میوہ جسے

مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾

پسند کریں ● اور پرند کا گوشت جسے چاہیں ●

(دَور چلائیں گے اُن پر) یعنی خدمت کے لیے اُن کا چکر لگائیں گے (ہمیشہ رہنے والے لڑکے) اور (کوزوں اور آفتابوں۔۔۔اور بہتی ہوئی شراب سے بھرے جام کا) دَور چلائیں گے۔ یہ پاک وصاف شراب ایسی ہوگی کہ (نہ دردِ سر دیے جائیں گے اُس سے اور نہ بے ہوش کیے جائیں گے)۔۔۔الغرض۔۔۔اُس شراب میں خمار نہ ہوگا جو انہیں بے عقل و بے ہوش کردے۔

بچوں کا انتخاب خدمت کے لیے اس لیے کیا گیا ہے کہ چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا زیادہ مناسب ہے۔ وہ بچے سنہرے گوشواروں سے آراستہ ہوں گے، جنہیں جنتیوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ مشرکوں کے لڑکے ہیں جو عالمِ شعور سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ یہ جنتیوں کی خدمت کے لیے نامزد کردیئے گئے ہیں، تو وہ جنتیوں کے اردگرد خدمت کے لیے پھرتے رہیں گے۔

اور حسبِ خواہش پاکیزہ شراب (اور میوہ جسے پسند کریں) گے اور چاہیں گے وہ انہیں پیش کرتے رہیں گے۔ (اور پرند کا گوشت جسے چاہیں) وہ اُن کے لیے لے کر حاضر رہیں گے۔

چونکہ پرند کا گوشت سب گوشتوں میں سب سے زیادہ لطیف ہے، تو یہ جیسا چاہیں شوربہ۔۔۔یا۔۔۔بھنا ہوا انہیں پیش کیا جائے گا۔

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور بڑی بڑی آنکھ والی گوریاں • جیسے محفوظ پوشیدہ موتی کی مثال • ثواب اُس کا، جو عمل کرتے تھے •

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾

نہ سنیں گے اُس میں کوئی شور اور نہ بے جابات • مگر یہ بولی کہ "سلام سلام"•

اور سابق لوگوں پر جنت میں طواف کریں گی (اور) پھرتی رہیں گی (بڑی بڑی آنکھ والی گوریاں)۔ اور صفا اور لطافت میں (جیسے محفوظ پوشیدہ موتی کی مثال) جو سیپ کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے کہ اُس پر گرد وغبار نہ بیٹھا ہو اور غیروں کا ہاتھ نہ لگا ہو۔ یہ سب فضل وکرم ہے (ثواب اُس کا جو عمل کرتے تھے • نہ سنیں گے اُس میں کوئی شور اور نہ بے جابات)۔ یعنی جنت میں بیہودہ گوئی۔۔یا۔۔چیخنا چلانا۔۔یا۔۔جھوٹی قسم۔۔یا۔۔ایسی بات کہ جس کا کہنا موجبِ گناہ ہو، جیسے فحش گالی وغیرہ، کا وجود نہ ہوگا۔ (مگر یہ) مؤمنین کی (بولی کہ سلام سلام) وہاں رائج ہوگی۔

اِس لفظ کا مکرر لانا اِس بات کی دلیل ہے کہ جنتی لوگ برابر ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾

اور داہنے ہاتھ والے۔۔کیا کہنا ہے داہنے ہاتھ والوں کا • کانٹوں سے صاف بیریوں میں • اور کیلے کے گھود میں •

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾

اور لمبے لمبے دوامی سایہ میں •

(اور داہنے ہاتھ والے۔۔کیا کہنا ہے داہنے ہاتھ والوں کا)۔ وہ بزرگ، معزز اور مکرم ہوں گے۔ اور وہ ہوں گے (کانٹوں سے صاف بیریوں میں) بخلاف دُنیا کی بیری کے، کہ اُس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ (اور کیلے کے گھود میں) کہ اُس کے میوے تلے اوپر پھلے ہوتے۔ یعنی جڑ سے پھنگی تک درخت میں سب میوہ ہی میوہ ہوگا۔ (اور لمبے لمبے دوامی سایہ میں)۔ یعنی سایہ برابر اور ملا ہوا کہ کبھی زائل نہ ہو۔۔۔یہاں ظِلٍّ سے راحت مراد ہے۔

وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾

اور چلتے ہی رہنے والے پانی میں • اور بکثرت میوہ میں • جو کبھی نہ ختم ہوں، اور نہ رکاوٹ کی جائے •

وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾

اور اونچے اونچے بستروں میں●

(اور چلتے ہی رہنے والے پانی میں)، جو پانی 'باغِ عدن' سے بہہ کر اور باغوں میں آتا ہوگا۔ **(اور بکثرت میوہ میں● جو کبھی نہ ختم ہوں)** بخلاف دُنیا کے میووں کے، جو صرف فصل میں ہوتے ہیں بے فصل نہیں۔ **(اور نہ رکاوٹ کی جائے)**۔ یعنی کھانے والے سے کسی طرح نہ روکیں گے۔ دُنیا کے میووں کی طرح نہیں کہ بے قیمت ہاتھ نہیں آتے۔ **(اور اونچے اونچے بستروں میں)**، جو بلند کیے گئے ہیں قیمت کی رُو سے۔۔یا۔۔اُن کی قدر بلند ہے۔

اور بعضوں کے قول کے موافق **فُرُشٍ** کنایہ ہے بلند کی ہوئی عورتوں سے جو اونچے تخت پر بیٹھی ہوں گی۔

إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾

بے شک ہم نے بنایا اُن حوروں کو خوب● پھر کر دیا اُنہیں کنواریاں● چہیتیاں ہم عمر●

(بے شک ہم نے بنایا اُن حوروں کو خوب● پھر کر دیا انہیں کنواریاں)۔ یعنی یہ ہمیشہ کنواری ہی رہیں گی، یعنی جب اُن کے شوہر اُن سے قربت کریں گے تو ان کو کنواری پائیں گے۔۔یوں ہی۔۔ دُنیا کی بوڑھیوں کو ایک سن پر ہم جوان کر دیں گے۔ سب تینتیس[٣٣] برس کی عمر کی لگیں گے اور اُن کے شوہر بھی اُسی عمر کے نظر آئیں گے۔۔الغرض۔۔یہ سب اپنے شوہروں کی **(چہیتیاں ہم عمر)** ہوں گی اور اپنے شوہروں کی عاشقِ زار ہوں گی۔۔یا۔۔ناز وادا والی اور شیریں کلام ہوں گی۔

روایت ہے کہ لڑکیوں کو بھی جنت میں اِسی سن کا کر کے شوہروں کو دیں گے، اور بوڑھیوں کو بھی اسی سن کا کر دیں گے۔ اور اگر دُنیا میں اُس کا شوہر نہ ہوگا، تو کسی جنتی کے حوالہ کریں گے۔ اور اگر دُنیا میں اس کا شوہر ہو مگر جنتی نہ ہو جیسے فرعون کی جورو، تو ایسی عورت کو بھی کسی جنتی کو دیں گے۔ اور اگر اُس کا شوہر بھی جنتی ہوگا، تو اُسی کو اُس کی جورو عنایت کی جائے گی۔ اور اگر کسی عورت نے کئی شوہر کیے ہوں اور سب جنتی بھی ہوں تو آخیر شوہر کو وہ عورت دی جائے گی۔

اور یہ عورتیں ہم پیدا کریں گے۔۔۔

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ؕ۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ۙ۳۹ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ؕ۴۰

داہنے ہاتھ والوں کے لیے● ایک جتھا اگلوں سے ہیں● اور ایک جتھا پچھلوں سے●

(داہنے ہاتھ والوں کے لیے)۔ وہ داہنے ہاتھ والے کون ہیں؟ (ایک جتھا اگلوں سے ہیں ● اور ایک جتھا پچھلوں سے)۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم سے مجھ تک ایک گروہ اور مجھ سے قیامت تک ایک گروہ۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اہلِ جنت میں سے آدھے تم لوگ ہوگے۔ یہ کم ازکم کی وضاحت ہے۔ پہلے یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ جنتی لوگ ایک سَو بیس ۱۲۰ صف ہوں گے اُن میں اسّی ۸۰ صفیں امتِ محمدیہ کی ہوں گیں۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کی متابعت میں کوئی شخص دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمِ۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ؕ۴۱ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ۙ۴۲

اور بائیں ہاتھ والے۔۔ کیسی شامت ہے بائیں ہاتھ والوں کی● جلتی لُو اور کھولتے پانی میں●

وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ۙ۴۳ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝۴۴

اور کالے دھوئیں کے سایہ میں● نہ ٹھنڈی، نہ باعزت●

(اور) اصحابِ یمین کے برعکس (بائیں ہاتھ والے۔۔۔ کیسی شامت ہے بائیں ہاتھ والوں کی؟)۔ اور یہ کس قدر ذلیل اور بے قدر ہیں جو اُس دن ہوں گے (جلتی لُو اور کھولتے پانی میں)۔ ہَوا ایسی گرم جس کی گرمی جسموں اور کلیجوں میں اثر کرے گی اور پانی انتہا درجہ کا گرم جس کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ گرم ہوا کی گرمی سے پناہ چاہتے ہوئے وہ پانی چاہیں گے، تو انہیں گرم پانی میں ڈال دیا جائے گا، تو اور بھی زیادہ ایذاء ہوگی، تو سایہ میں پناہ چاہیں گے۔ (اور) راحت کے طلبگار ہوں گے، تو انہیں (کالے دھوئیں کے سایے میں) پہنچا دیا جائے گا جس میں (نہ ٹھنڈی) ہَوا اور سایوں کی طرح اور (نہ) کوئی (باعزت) مقام ہے جو اُن کو راحت اور کسی طرح کا فائدہ پہنچائے۔ اور یہ عذاب اُن پر اِس جہت سے ہے کہ۔۔۔

اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُتۡرَفِيۡنَ ۝۴۵ وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ ۝۴۶

بے شک یہ لوگ تھے اُس کے پہلے آسودہ حال● اور اصرار کرتے رہے بڑے جرم پر●

وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۝۴۷

اور کہا کرتے تھے۔۔کہ "کیا جب مر گئے اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں، تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے؟●

اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۝۴۸

اور ہمارے اگلے باپ دادے●

(بے شک یہ لوگ تھے) دُنیا میں (اِس کے پہلے آسودہ حال)، اور اُن کی آرام طلبی حرام چیزوں اور خواہشوں کی پیروی کے ساتھ تھی، (اور اصرار کرتے رہے بڑے جرم پر)، یعنی اپنے شرک پر۔۔یا۔۔جھوٹی قسم کھاتے تھے اِس بات پر کہ حشر نہیں ہوگا۔ (اور کہا کرتے تھے۔۔۔کہ کیا جب مر گئے اور ہو گئے خاک اور ہڈیاں، تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے؟● اور ہمارے اگلے باپ دادے) مبعوث ہوں گے؟

قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَالۡاٰخِرِيۡنَ ۝۴۹ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝۵۰

کہہ دو کہ "بے شک اگلے اور پچھلے● یقیناً اکٹھا کیے جائیں گے جانے بوجھے دن کی معیاد پر"●

اَے محبوب! اُن کے جواب میں (کہہ دو کہ بے شک اگلے اور پچھلے● یقیناً اکٹھا کیے جائیں گے جانے بوجھے دن کی میعاد پر) کہ وہ قیامت کا دن ہے۔۔یا۔۔سب قبروں میں جمع کیے گئے ہیں میقات میں حشر کے واسطے کہ وہ روز معلوم ہے۔۔یا۔۔سب حشر کیے جائیں گے حساب کے مکان۔۔یا ۔۔زمان میں اُس روز جو کہ خدا کو معلوم ہے۔

ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآ لُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ۝۵۱ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ۝۵۲

پھر بلاشبہ تم لوگ اَے بے راہو جھٹلانے والو!● یقیناً کھانے والے ہو تھوہڑ کے درخت سے●

فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ۝۵۳ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ۝۵۴

تو بھرنے والے ہو اُسی سے اپنے پیٹ● پھر پینے والے ہو اُس پر کھولتا پانی●

(پھر بلاشبہ تم لوگ اَے بے راہو! جھٹلانے والو!)، یعنی راہِ حق سے دُور رہنے والو! اور بعث

ونشر کی تکذیب کرنے والو! مکہ کے کافرو! اور ان جیسے کفر کرنے والے لوگو! تم سب (یقیناً کھانے والے ہو تھوہڑ کے درخت سے) یعنی تم کو زندہ کر کے اُس درخت سے کھلائیں گے، (تو بھرنے والے ہو اسی سے اپنے پیٹ ● پھر پینے والے ہو اُس پر کھولتا پانی)۔

روایت ہے کہ دوزخیوں پر بھوک کا عذاب ڈالیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنا پیٹ زقوم سے بھرلیں گے۔ پھر اُن پر پیاس غلبہ کرے گی تو کھولتا ہوا پانی اُن کے سامنے کریں گے، اُس میں سے وہ بہت سا پانی پی جائیں گے۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

تو پینے والے ہو پیاسے اونٹ کی طرح ● یہ ہے اُن کی مہمانی، جزا کے دن ●

(تو پینے والے ہو پیاسے اونٹ کی طرح) جنہوں نے مدتوں پانی نہ پایا ہو۔۔یا۔۔زمین ریگستان کی طرح کہ کتنا ہی پانی پیے اُس کا اثر اُس پر ظاہر نہیں ہوتا، یعنی دوزخی کتنا ہی کھولتا ہوا پانی پئیں گے اُن کی پیاس نہ بجھے گی۔ (یہ ہے اُن کی مہمانی جزا کے دن)۔ یہ کھانا پانی اُس ابتدائی ماحضر کے طور پر پیش کیا جائے گا جو مہمانوں کے سامنے پہلے پیش کیا جاتا ہے، اور اُس کے بعد دوزخ میں اُن کے واسطے طرح طرح کے کھانے پینے ہوں گے جس کی سختی اور عذاب کی شرح بیان نہیں کی جاسکتی۔ اَے بعث وحشر کے منکرو!۔۔۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾

ہم نے پیدا فرمایا تمہیں، تو تم کیوں نہیں تصدیق کرتے؟ ● تو ذرا بتاؤ کہ جو منی رحم میں پہنچاتے ہو ●

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

کیا تم لوگ اُسے پیدا کرتے ہو، یا ہم پیدا فرمانے والے ہیں؟ ●

(ہم نے پیدا فرمایا تمہیں) ابتداء میں اور تم اس کا اقرار کرتے ہو، (تو) پھر (تم کیوں نہیں تصدیق کرتے) اور باور نہیں رکھتے اپنی پیدائش انتہا میں اِس واسطے کہ ہر عقلمند پر یہ بات ظاہر ہے کہ جو کوئی پہلے پہل پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوگا۔ (تو ذرا بتاؤ کہ جو منی رحم میں پہنچاتے ہو)، یعنی جو پانی عورت کے رحم میں تم ڈالتے ہو، (تو کیا تم لوگ اُسے) یعنی اُس سے

بچے کو (پیدا کرتے ہو؟ یا ہم پیدا فرمانے والے ہیں)۔ تو تم اقرار کرنے والے رہو اس بات کے کہ خالق میں ہی ہوں، اس واسطے کہ جس صورت اور جس طرح پر تم اولاد چاہتے ہو پیدا نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہمارے ارادے اور مشیت کے موافق پیدا ہوتی ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۶۰﴾

ہم نے قرار دے دیا تم میں مرنے کو، اور نہیں ہیں ہم پچھڑے●

(ہم نے) تمہیں پیدا کر کے (قرار دے دیا تم میں مرنے کو)، یعنی تمہارے درمیان موت اور ہر ایک کی موت کا زمانہ ہم نے مقرر کر دیا۔ (اور نہیں ہیں ہم پچھڑے) سبقت لے گئے ہوئے، یعنی ہمارے حکم پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا، تو جو موت مقرر ہو چکی ہے اُس سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ اور ہم نے یہ موت مقرر اور مقدر کی۔۔۔

عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۱﴾

اِس پر کہ بدل دیں تم جیسے، اور بنا دیں تمہیں ایسی صورت میں، جن کو تم جانتے ہی نہیں●

(اس پر) یعنی اس واسطے (کہ بدل دیں تم جیسے) تمہارے مانند۔ یعنی تم کو ہم مار ڈالیں اور اوروں کو پیدا کریں۔ (اور بنا دیں تمہیں ایسی صورت میں جن کو تم جانتے ہی نہیں)۔ یعنی پیدا کریں ہم دوبارہ تم کو اُس صورت و ہیئت پر جو تم نہیں جانتے ہو، یعنی کافروں کو بہت بُری صورت پر اور مومنوں کی بہت اچھی ہیئت پر۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۶۲﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا

اور بے شک جان چکے ہو تم پہلی اٹھان کو، تو کیوں نہیں سوچتے؟● ذرا بتاؤ تو جو

تَحْرُثُونَ ﴿۶۳﴾ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿۶۴﴾

بویا کرتے ہو● کیا تم کھیتی بناتے ہو؟ یا ہم بنانے والے ہیں؟●

(اور بے شک جان چکے ہو تم پہلی اٹھان کو) کہ تم نطفہ تھے، پھر تھکا ہوئے الیٰ آخرہ، اور تم اِس کا اقرار بھی کرتے ہو، (تو کیوں نہیں سوچتے) اور یاد کرتے خدا کی قدرت دوبارہ پیدا کرنے پر، اس واسطے کہ جو اُس پر قادر ہے وہ اِس سے عاجز نہیں ہو سکتا۔ (ذرا بتاؤ تو جو بویا کرتے ہو) تو (کیا تم

کھیتی بناتے ہو؟) اور پودے اگاتے ہو؟ (یا ہم بنانے والے) اور اگانے والے (ہیں)۔
ایک چیز ہے زمین میں بیج بونا، یہ بندے کا کام ہے، اور دوسری چیز ہے اُس بیج سے کھیتی اگانا، یہ خدا کا کام ہے۔۔لہٰذا۔۔بندے کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ زَرَعْتُ یعنی میں نے اُگایا ۔۔بلکہ۔۔اُس کو کہنا چاہیے حَرَثْتُ یعنی میں نے بویا۔ اس واسطے کہ زمین جوتنا اور اس میں بیج ڈالنا بندہ کا کام ہے، اور اگانا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کھیتی بنانے والے ہم ہیں۔۔تو۔۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

اگر ہم چاہیں تو یقیناً کر دیں اُسے روندی ہوئی، تو رہ جاؤ باتیں بناتے ● کہ "بے شک ہم تو تاوان میں پڑ گئے ●

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾

بلکہ ہم تو محروم ہی رہ گئے" ●

(اگر ہم چاہیں تو یقیناً کر دیں اُسے) جو تم نے بویا ہے (روندی ہوئی) اپنی مراد کو پہنچنے سے قبل ۔۔یا۔۔گھاس بے دانہ کی، (تو رہ جاؤ باتیں بناتے) اور تمام دن رہو تم اس سے تعجب کرتے ۔۔یا۔۔اِس بلاء اور آفت پر غمگین رہو ۔۔یا۔۔اپنی محنت اور مشقت سے پشیمان ہو، اور کہو (کہ بے شک ہم تو تاوان میں پڑ گئے ● بلکہ ہم تو محروم ہی رہ گئے) اور روزی سے بے نصیب ہو گئے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ
تو ذرا یہ تو بتاؤ کہ جو پانی تم لوگ پیتے ہو ● کیا تم لوگوں نے برسایا ہے اُسے بادل سے، یا
نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ
ہم برسانے والے ہیں؟ ● اگر ہم چاہیں تو کر دیں اُسے تلخ، تو کیوں نہیں شکر ادا کرتے ہو؟ ● ذرا یہ تو بتاؤ
النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾
کہ جس آگ کو تم جلاتے ہو ● کیا تم لوگوں نے بنایا اُس کے درخت کو، یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟ ●

(تو ذرا یہ تو بتاؤ کہ جو پانی تم لوگ پیتے ہو) اور اپنی پیاس بجھاتے ہو اور جس پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے، (تو کیا تم لوگوں نے برسایا ہے اُسے بادل سے ۔۔یا۔۔ہم برسانے والے ہیں) شیریں

اورلطیف۔(اگر ہم چاہیں تو کردیں اُسے تلخ) کڑوااور کھاری اوراس کا فائدہ اُس سے ہم زائل کردیں۔ (تو کیوں نہیں) خدا کی اس نعمت پر (شکرادا کرتے ہو● ذرا یہ تو بتاؤ کہ جس آگ کوتم جلاتے ہو● کیا تم لوگوں نے بنایا ہے اُس کے درخت کو) یعنی عفار ومرخ کو، جس سے چقماق کی لکڑی لی جاتی ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ دولکڑیوں کورگڑ کرآگ نکالتے تھے۔

تو اَے لوگو! جن درختوں سے تم آگ نکالتے ہوتو کیا تم اس درخت کو پیدا کرنے والے ہو؟ (یا ہم ہی بنانے والے ہیں)۔

عرب کے دیہاتی لوگ درختِ مرخ کومرد کہتے ہیں اورعفار کوعورت۔اُس کی ہری شاخ اِس کی سبز شاخ پر رگڑتے ہیں، حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اُن ہری شاخوں میں آگ پیدا کردیتا ہے جن سے پانی ٹپکتا ہے۔

اُن آگ حاصل کرنے والے درختوں کے سوا بھی جن جن درختوں کی لکڑیوں کو جلا کر اُن سے آگ حاصل کرتے ہوں، ان سارے درختوں کا خالق خدا ہی ہے۔

آگے اس بنانے کی حکمت ظاہر فرمانے کے لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ ع ٢ ‏ ١٥

ہم نے بنایا اُس کو یادگار اور کارآمد، مسافروں کے لیے● تو پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی●

(ہم نے بنایا اُس کو یادگار) کہ جب بھی اُسے دیکھو دوزخ کی آگ کو یاد کرو۔۔یا۔۔اُس کو ہم نے تبصرہ کردیا تاکہ اہلِ بصیرت جان لیں کہ جو کوئی سبز اور تر درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے، باوصف اُس تری کے جو اُس میں موجود ہے، اورتری کیفیت میں آگ کی ضد ہے، یقیناً وہ انسان کی ہستی کے درخت کو خشک اور پژمردہ ہوجانے کے بعد بھی تر وتازہ کردینے پر قادر ہے۔ (اور) ہم نے کردیا آگ کو (کارآمد مسافروں کے لیے) اور مقیموں کے لیے۔

حق تعالیٰ نے دوضدوں میں سے ایک کے بیان پر اکتفاء کی، جس سے دوسری ضد کے تعلق سے بھی معرفت ہوجاتی ہے۔

(تو پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی) اور اُسے پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

متعدد دلائل و براہین اور نبوی فہمائش کے باوجود کفار قرآنِ کریم کے 'منزل من اللہ' ہونے میں شک کرتے رہے، تو عرب کے اسلوبِ کلام پر قسم ارشاد فرما کر قرآنِ کریم کے

کلامِ الٰہی ہونے کی توثیق فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ۔۔۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں چمکتوں کے اُترنے کی جگہ کی●

(نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں چمکتوں کے اترنے کی جگہ کی)، نجومِ قرآنی کے مواقع کی، یعنی اُس کے منزل کے وقتوں کی۔۔یا۔۔تاروں کے غروب ہونے کی جگہوں کی۔

'مغارب' کی تخصیص اِس جہت سے ہے کہ غروب زوال کی دلیل ہے، اور اثر زوال سے دلیل پکڑ سکتے ہیں اُس مؤثر کے ہونے پر جس کی تاثیر کو زوال نہیں ہے۔۔یا۔۔تاروں کے طلوع ہونے یا جاری ہونے کی جگہوں کی قسم۔ عین المعانی میں ہے کہ اُس سے صحابہ کے سجدہ کرنے اور قبروں کی جگہیں مراد ہیں، کہ وہ ارشادِ رسول "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم" میں تاروں کے ساتھ تشبیہ دیے گئے ہیں۔۔یا۔۔تاروں کی منزلیں مراد ہیں کہ وہ آسمانوں کے بروج ہیں۔۔یا۔۔وہ وقت مراد ہے جب سے تارے شیاطین کو رجم کرنے اور ہانکنے پر مامور ہوئے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا وقت ہے، اور آپ کے مبعوث ہونے کا زمانہ۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ نجوم سے قرآن مراد ہے اور اس کے مواقع رسولِ کریم ﷺ کا دلِ مقدس ہے، ہر چند آپ کا دِل ایک ہے مگر نجومِ قرآنی بہت ہیں، اور ہر نجم کا ایک موقع ہے۔ اِس نظر سے مواقع بصیغۂ جمع ارشاد ہوا، اور امام حمزہ اور امام کسائی کی قرأت کہ انہوں نے 'موقع النجوم' پڑھا ہے، اس قول کی تائید کرتی ہے اور آپ کے قلبِ مبارک پر قرآن کا نازل ہونا نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ کی نص سے ثابت ہوا۔

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾

اور بلاشبہ یقیناً یہ قسم اگر جانو تو بڑی ہے● کہ بلاشبہ یہ یقیناً قرآن شریف ہے● محفوظ نوشتہ میں●

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾

نہ چھوئیں اُس کو، مگر بالکل پاک●

(اور بلاشبہ یقیناً یہ قسم اگر جانو تو بڑی ہے)، اس لیے کہ 'مقسم بہٖ' میں عظمت قدرت وکمال

حکمت اور زیادتی رحمت کی دلیل ہے۔اور یہ بھی اُس کی رحمت کی مقتضیات سے ہے کہ بندوں کو کتاب کے بغیر بیکار نہیں چھوڑا۔ مذکورہ بالا قسم کا جواب یہ ہے۔۔۔(کہ بلاشبہ یہ یقیناً قرآن شریف ہے) بڑے فائدے والا، اس واسطے کہ اصولِ علوی پر مشتمل ہے کہ معاش اور معاد کے مصالح میں کام آئے۔۔یا۔۔ بزرگ ہے حق تعالیٰ اور فرشتوں اور مؤمنوں کے نزدیک۔۔یا۔۔اُسے حفظ کرنے والا اور اس کی قرأت کرنے والا معزز اور مکرم ہے۔ یہ قرآن لکھا ہوا ہے (محفوظ نوشتہ) یعنی لوح محفوظ (میں ● نہ چھوئیں اُس کو مگر) وہ لوگ جو حدثوں سے (بالکل پاک) ہوں۔

بظاہر یہ آیت 'نفی' ہے اور حقیقت میں 'نہی' مراد ہے، یعنی وہ شخص جو بے وضو ہو۔۔یا۔۔جسے غسل کی ضرورت ہو اُسے چاہیے کہ قرآن نہ چھوئے۔ یہ گفتگو اُس صورت میں ہے جب کہ قرآن سے مصحف مراد ہو، لیکن جنہوں نے اِس سے لوحِ محفوظ مراد لیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ نہیں چھوتے لوح کو یعنی جو کچھ اُس میں ہے اُس پر مطلع نہیں ہوتے، مگر پاکیزہ فرشتے جو ردی اوصاف کی کدورتوں سے پاک ہیں۔ لہٰذا **مُطَهَّرُوْنَ** سے مراد سفرہ اور کرام بررہ ہیں۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ 'مَس' سے اعتقاد مراد ہے، یعنی قرآن کے معتقد نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جن کے دِل پاکیزہ ہیں کہ وہ مؤمن لوگ ہیں۔۔یا۔۔قرآن پر عمل اور اس کے احکام کی نگہداشت نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو توفیق کی بدولت بے نصیبی کے لَوث سے پاکیزہ ہوں۔۔یا۔۔قرآن کا علم اور اس کی تفسیر اور تاویل نہیں جانتے مگر وہ لوگ جن کا دِل اور سر پاک ہوتا ہے۔

حضرت جنید نے فرمایا کہ پاکی ماسوی اللہ کی نفی کے سبب سے ہوتی ہے۔ بحرالحقائق میں ہے کہ قرآن کے اسرار نہیں کھلتے مگر اس پر جو غیر اور غیریت کے توہم کے لَوث سے پاک ہو جائے اور یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا بجز اُس کے کہ 'شاہد' اور 'شہود'، 'مشہود' میں فنا ہو جائے۔ یہ قرآن کریم جو اوپر مذکور ہوا، یہ۔۔۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾

اُتارنا ہوا رب العٰلمین کی طرف سے ● تو کیا اِس بات سے تم لوگ سستی برتنے والے ہو؟●

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور بناتے ہو اپنی روزی، کہ تم لوگ جھٹلاتے رہتے ہو●

(اُتارنا ہوا رب العالمین کی طرف سے ● تو کیا اِس بات سے) یعنی اِس کلام کے ساتھ کہ قرآن ہے، (تم لوگ) اَے مکہ والو! (سستی برتنے والے ہو)، یعنی اس کے منکر ہو اور اس پر ایمان لانے والے نہیں ہو، (اور بناتے ہو اپنی روزی کہ تم لوگ جھٹلاتے رہتے ہو)، یعنی تم نے تکذیب کو اپنا رزق بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے بجائے اللہ کی تکذیب کرتے ہو اور اسی تکذیب کو اپنا شکر بنالیا ہے۔

شکر کو رزق فرمایا ہے کیونکہ رزق کا شکر کرنے سے اُس میں زیادتی ہوتی ہے، اِس اعتبار سے شکر بھی رزق ہے۔ روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک سفر میں نکلے اور ایک جگہ قیام کیا، لوگوں کو پیاس لگی اور وہاں پانی نہیں تھا، اُنہوں نے نبی کریم سے پیاس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ اگر میں نے تمہارے لیے دُعا کی اور تمہارے لیے بارش ہوگئی، تو تم کہوگے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے؟

لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ یہ ستاروں کا تو وقت نہیں ہے، آپ نے دو۲ رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو بادل اُمڈ آئے اور بارش ہوگئی اور وادیاں بہنے لگیں، اور لوگوں نے اپنی مشکیں بھرلیں۔ پھر نبی کریم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے، وہ پیالے میں پانی بھر کر کہہ رہا تھا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی، اور یہ نہیں کہا کہ یہ اللہ سبحانہ کا دیا ہوا رزق ہے، تو اللہ سبحانہ نے یہ آیت نازل فرمائی، "اور تم اپنے رزق کی تکذیب کرتے ہو" یعنی اللہ نے جو تم کو رزق دیا ہے تم اس رزق کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ خدا کی بات کو جھٹلانا ہے۔۔۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

پھر کیوں نہ ہو کہ روح گلے تک کسی کے پہنچے ● اور تم لوگ اُس وقت دیکھا کرتے ہو ● اور ہم تم سے زیادہ قریب ہیں

اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اُس کے، لیکن تم نہیں دیکھتے ●

(پھر کیوں نہ ہو کہ روح گلے تک کسی کے پہنچے) موت کے وقت (اور تم لوگ اس وقت دیکھا کرتے ہو) مُردے کو، (اور ہم تم سے زیادہ قریب ہیں اس) مرنے والے (کے، لیکن تم نہیں دیکھتے) اور نہیں جانتے، اور وہ قرب علم اور قدرت اور رویت کی راہ سے ہے۔

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ۝٨٦ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝٨٧

تو کیوں نہیں ہوتا، اگر ہوتم لوگ پوچھ گچھ نہ کیے جانے والے ● کہ لوٹا لاؤ اُس روح کو اگر سچے ہو ●

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝٨٨ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ ۙ۬ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ۝٨٩

پھر اگر وہ مرنے والا اللہ کے نزدیکوں سے ہے ● تو راحت ہے اور پھول ہے۔۔اور راحت کا باغ ہے ●

(تو کیوں نہیں ہوتا اگر ہوتم لوگ) قیامت میں (پوچھ گچھ نہ کیے جانے والے) اور جزا نہ دیئے جانے والے، (کہ لوٹا لاؤ اُس روح کو) جسم میں (اگر سچے ہو)۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر تم حشر اور جزا کے اِنکار میں سچے ہو، تو جس وقت روح حلق میں پہنچتی ہے تو اُسے بدن میں پھیر کیوں نہیں لاتے۔

(پھر اگر وہ مرنے والا اللہ) تعالیٰ (کے نزدیکوں سے ہے ● تو) اُس کے لیے (راحت ہے) ۔۔یا۔۔رحمت۔۔یا۔۔غم سے خلاصی۔۔یا۔۔مغفرت۔۔یا۔۔فرحت ہے۔ اور یہ باتیں قبر میں ہوں گی ۔۔یا۔۔قیامت میں۔ (اور پھول ہے) یعنی خوشبو ہے۔۔یا۔۔ہمیشہ کی روزی۔۔یا۔۔فرشتوں کی دُعا اور یہ چیزیں بہشت میں ہوں گیں۔ (اور راحت کا باغ ہے) یعنی جنت میں نعمت کا پانا۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝٩٠ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝٩١

اور اگر داہنے ہاتھ والوں سے ہے ● تو اپنا سلام لو داہنے ہاتھ والوں سے ●

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ۝٩٢ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ۝٩٣

اور اگر ہے جھٹلانے والوں بے راہوں سے ● تو مہمانی ہے کھولتے پانی سے ●

وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ۝٩٤

اور جھونک دینا ہے جہنم میں ●

(اور اگر) وہ وفات یافتہ آدمی (داہنے ہاتھ والوں سے ہے ● تو اپنا سلام لو) اَے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (داہنے ہاتھ والوں سے) کہ وہ تیرے ایمانی بھائی ہیں۔۔یا۔۔اُن سے تم کی سلامتی کو خوش خبری پہنچے، یعنی تم خوش ہو کہ وہ سب آفتوں سے صحیح وسالم ہیں۔ (اور اگر ہے) وہ مُردہ خدا اور رسول کے (جھٹلانے والوں) اور گمراہوں (بے راہوں سے ● تو) اُن کے واسطے قبر میں (مہمانی ہے کھولتے پانی

سے) جو دوزخ میں گرم کیا گیا ہے۔۔یا۔۔آتشِ دوزخ کا دھواں، (اور جھونک دینا ہے) قیامت کے دن (جہنم) کی آگ (میں) جو جلتی اور جلاتی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۹۵ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۹۶ ع۱۶

بے شک یہی یقیناً ٹھیک یقین کی بات ہے۔ تو پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

اوپر جو تین۳ گروہوں کے باب میں کہا گیا، (بے شک) اُن کے تعلق سے (یہی یقیناً ٹھیک یقین کی بات ہے)۔اس کے صحیح اور درست ہونے میں شک نہیں۔ (تو پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی) اُس چیز سے جو اُس کی عظمت کبریائی کے لائق نہ ہو۔۔یا۔۔نماز پڑھو اپنے رب کو یاد کرنے کے ساتھ۔۔یا۔۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم کہا کرو۔ اِس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم کے فرمان کے مطابق سارے مؤمنین کے رکوع کی تسبیح یہی قرار پائی۔

اختتام سورۃ الواقعہ۔۔ ﴿ ۲/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۳/جولائی ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

ابتداء سورۃ الحدید۔۔ ﴿ ۳/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۴/جولائی ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

سورۃ الحدید۔۔۵۷ مدنیہ ۹۴ — آیاتہا ۲۹۔۔رکوعاتہا ۴

سورۃ الحدید کی شروع کی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور اِس کی باقی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور چونکہ اِس کی اکثر آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اس لیے جمہور نے اِس سورت کو مدنی کہا ہے۔ سورۂ واقعہ کا تسبیحِ ربانی کے حکم پر اختتام فرمایا گیا، اور پھر اُسی سے متصل سورۃ الحدید کا تسبیحِ ربانی کے ذکر سے آغاز فرمایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے جن مسبحات کی آیات کو پڑھا کرتے تھے اُس میں الحدید بھی ہے۔

الحدید کے سوا الحشر، الصف، الجمعہ اور التغابن ہیں جن کو آنحضرت ﷺ روز آنہ پڑھا کرتے تھے اور آپ نے اُن کے تعلق سے فرمایا ہے کہ ان کی ایک آیت ہزار آیات سے افضل

ہے۔ اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِس سورہ کی آیت ۲۵ سے ماخوذ ہے جس میں 'الحدید' کے خواص و فوائد کا ذکر ہے۔ ایسی مبارک سورۂ شریفہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۱

پاکی بولی اللہ کی سب نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے●

(پاکی بولی اللہ) تعالیٰ (کی)۔۔۔ یعنی ایک قول کی بنیاد پر نماز ادا کی اور خدا کی عبادت کی ۔۔۔(سب نے جو کچھ آسمانوں) میں فرشتے ہیں (اور) جو کوئی (زمین میں) مؤمن (ہے)۔

اس کی تفسیر میں مشہور بات یہ ہے کہ خدا کی تسبیح کی اور اُسے پاکی سے یاد کیا اُس چیز نے جو آسمانوں میں ہے، فرشتے، ستارے، آفتاب اور ماہتاب وغیرہ اور جو کچھ زمین میں ہے حیوان، جماد اور نبات وغیرہ۔ تو تسبیح عام ہے ہر چیز میں جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ مگر بعض کی زبان تسبیح کرتی ہے اور بعض کا سایہ، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا **وَظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ**۔

(اور وہی) یعنی خدا ہی (زبردست) اور غالب ہے ہر چیز میں جو چاہے اور (حکمت والا ہے) ہر حکم میں جو فرمائے۔

لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۲

اُسی کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے●

(اُسی کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین کی)، وہی اُن کا پیدا کرنے والا ہے اور اُن میں تصرف کرنے والا ہے، (جلاتا ہے) زندہ رہنے دیتا ہے۔۔یا۔ آخرت میں جلانے والا ہے، (اور مارتا ہے) یعنی دُنیا میں وفات دیتا ہے۔ (اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے)، چاہے مار ڈالے اور چاہے جلائے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ③

وہی اوّل ہے اور آخر ہے، اور ظاہر ہے اور باطن ہے۔ اور وہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

(وہی اوّل ہے) سب چیزوں سے اور اُن کو ظاہر کرنے والا ہے، یعنی وہ ایسا قدیم ازلی ہے کہ اُس کی ابتداء نہیں، (اور آخر ہے) یعنی سب موجودات فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ رہے گا کیونکہ اس کے آخر ہونے کی نہایت نہیں۔ (اور) اس کی ہستی (ظاہر ہے) دلیلوں کی کثرت کے سبب سے، (اور باطن ہے) کہ ہر عاقل اس کی ذات اور صفات کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔

صاحبِ کشف الاسرار نے فرمایا کہ زبانِ رحمت بطور اشارہ کہتی ہے، کہ اَے انسان! مخلوقات میں تجھ سے متعلق چار گروہ ہیں۔ ایک وہ گروہ جو اوّل حال میں تیرے کام آئے، جیسے ماں باپ۔ دوسرا وہ گروہ جو اخیر عمر میں دستگیری کرتا ہے، جیسے بیٹے پوتے۔ تیسرا وہ گروہ جو تیرے ساتھ ظاہر رہتا ہے، جیسے دوست آشنا خدمت گار۔ چوتھا وہ گروہ جو پوشیدہ تیرے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے، جیسے عورتیں اور لونڈیاں۔ پس رب العالمین فرماتا ہے کہ۔۔۔

ظاہر خلق اور پوشیدہ خلق پر اعتماد نہ کر اور ان کو اپنا حقیقی کارساز نہ جان، اس واسطے کہ 'اوّل' میں ہوں، کہ میں نے تجھے معدوم سے موجود کیا، اور 'آخر' میں ہوں کہ تیری رجوع میری طرف ہوگی، 'ظاہر' میں ہوں کہ تیری صورت بہت اچھی طرح پر میں نے آراستہ کی، اور 'باطن' میں ہوں کہ حقائق کے بھید تیرے دِل میں میں نے امانت رکھے ہیں۔

۔۔الحاصل۔۔حق تعالیٰ اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے۔

(اور وہ ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔ اوّل وآخر اُس کے علم میں برابر ہے اور ظاہر و باطن اس کے علم کے سامنے یکساں ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى

وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں، پھر متوجہ ہوا

الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

عرش پر۔ وہ جانتا ہے جو کچھ داخل ہو زمین میں، اور جو کچھ نکلے اُس سے، اور جو کچھ نازل ہو آسمان سے،

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④

اور جو کچھ چڑھے اُس میں۔ اور وہ تم لوگوں کے ساتھ ہے جہاں رہو۔ اور اللہ جو کچھ تم کرو نگراں ہے●

(وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو) اپنی قدرتِ کاملہ سے (چھ دن میں) تاکہ فرشتے اُن کا پیدا ہونا ایک کے بعد ایک دیکھیں، (پھر متوجہ ہوا عرش پر)، یعنی پھر اُس نے قصد کیا عرش کی تدبیر کا اور اپنے ارادے کے موافق اُس کے متعلق امور جاری کرنے کا۔

(وہ جانتا ہے جو کچھ داخل ہو زمین میں)، جیسے وہ بیج جسے بوتے ہیں اور مینھ کے قطرے اور خزانے اور مُردے، (اور جو کچھ نکلے اُس سے) یعنی وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین سے نکلتی ہے جیسے نبات اور معدنیات اور کچھ دفینے دُنیا میں اور باقی بعض خزانے اور سب مُردے آخرت میں۔

(اور) وہ جانتا ہے (جو کچھ نازل ہو آسمان سے) جیسے مینھ، برف، اولا، فرشتے اور احکام۔ (اور جو کچھ چڑھے اُس میں) جیسے اعمال، دُعائیں اور وہ فرشتے جو بندوں کا عمل لکھتے ہیں۔ (اور وہ تم لوگوں کے ساتھ ہے جہاں رہو)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ ہے علم اور قدرت کی راہ سے عموماً اور فضل و رحمت کی راہ سے خصوصاً۔ (اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ تم کرو نگراں ہے)، اُن کا دیکھنے والا ہے اور اُس پر جزا دے گا۔

علم و قدرت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ معیت کو عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ اربابِ کشف صحیح ہی اُس سے کچھ باخبر ہوتے ہیں۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ

اُسی کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے سارے کام ● سمو دیتا ہے رات کو

فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

دن میں، اور سمو دیتا ہے دن کو رات میں۔ اور وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو ●

(اُسی کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین کی)۔

اس کلام کو مکرر لانا اِس جہت سے ہے کہ اوّل، ابتداءً پیدا کرنے سے تعلق رکھتا ہے، اور دوسرا دوبارہ پیدا کرنے سے جیسا کہ اس کا فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے، کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے سارے کام)۔ اُس کی شان یہ ہے کہ (سمو دیتا ہے رات کو دن میں)، یعنی رات کی گھڑیوں میں سے دن میں بڑھا دیتا ہے، (اور سمو دیتا ہے دن کو رات میں) یعنی دن کی گھڑیوں میں سے رات میں بڑھا دیتا ہے، چاروں فصلوں

کے اختلاف کے موافق۔ (اور وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو) یعنی وہ باتیں جو دلوں میں پوشیدہ ہیں۔ تو اے کافرو!۔۔۔

امِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ

مان جاؤ اللہ اور اُس کے رسول کی، اور خرچ کرو اُس مال سے کہ کر دیا تمہیں جس میں جانشین۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞

تو جو لوگ ایمان لائے تم میں سے اور خرچ خیرات کیا، اُنہیں کے لیے بڑا ثواب ہے●

(مان جاؤ اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی)۔ یعنی خدا کی توحید اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاؤ اور اُن کو سچ مانو۔ (اور خرچ کرو اُس مال سے کہ کر دیا تمہیں جس میں جانشین)۔ یعنی وہ مال جو پہلے اگلوں کے تصرف میں تھا، بعد میں تمہارے تصرف میں آیا، اُس مال میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ (تو) سن لو کہ (جو لوگ ایمان لائے تم میں سے اور خرچ خیرات کیا) مالِ زکوۃ، جہاد اور سب خیرات میں، (اُنہیں کے لیے بڑا ثواب ہے) اور وہ جنت اور اُس کی نعمت ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ

اور کیا ہے تمہیں کہ نہ مانو اللہ کو؟ حالانکہ رسول بلائیں تمہیں تا کہ مان جاؤ اپنے رب کو۔

وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

اور بے شک وہ بھی لے چکا ہے تمہارے مضبوط عہد کو اگر ایمان والے ہو●

(اور کیا ہے تمہیں کہ نہ مانو اللہ) تعالیٰ کی توحید (کو، حالانکہ رسول بلائیں تمہیں) دلیل و حجت کے ساتھ (تا کہ مان جاؤ اپنے رب کو۔ اور بے شک وہ بھی لے چکا ہے تمہارے مضبوط عہد کو) 'روزِ الست' میں اپنی ربوبیت کے اقرار اور شرک کی نفی پر (اگر ایمان والے ہو)، اور اُس عہد کو باور رکھنے والے ہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

وہی ہے جو اُتارتا ہے اپنے بندہ پر روشن آیتیں، تا کہ نکال دے تمہیں اندھیریوں سے

إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾

اُجالے کی طرف۔اور بے شک اللہ تم پر یقیناً مہربان رحم والا ہے●

(وہی) خدا (ہے جو اُتارتا ہے اپنے بندہ پر روشن آیتیں) یعنی قرآن۔۔یا۔۔کھلے ہوئے معجزے، (تا کہ نکال دے تمہیں) قرآن کے سبب سے۔۔یا۔۔رسول کی دعوت کی وجہ سے کفر کی (اندھیریوں سے) ایمان کے (اجالے کی طرف)۔۔یا۔۔جہل سے علم کی طرف۔۔یا۔۔ضلالت سے ہدایت کی طرف۔۔یا۔۔مخالفت سے موافقت کی جانب (اور بے شک اللہ) تعالیٰ (تم پر یقیناً مہربان رحم والا ہے) کہ تمہاری طرف قرآن بھیجتا ہے اور رسول کو دعوت کا حکم فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

اور کیا ہے تمہیں کہ نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں؟ اور اللہ ہی کی ہے وراثت آسمانوں اور زمین کی۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ

نہیں برابر ہے تم میں سے وہ، جس نے خرچ خیرات کیا فتح مکہ سے پہلے اور جہاد کیا۔وہ لوگ بہت بڑے ہیں

دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا

درجہ میں، اُن لوگوں سے جنہوں نے خرچ خیرات کیا بعد میں اور جہاد کیا۔اور ہر ایک سے

ع ١٠ / ١٧ وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾

وعدہ فرمایا اللہ نے اچھے گھر کا۔اور اللہ ہر چیز سے جو کرتے ہو باخبر ہے●

(اور کیا ہے تمہیں) یعنی تم کیا فائدہ دیکھتے ہو؟ اور تمہارے پاس کون سا عذرِ معقول ہے کہ جس کی بنا پر (کہ نہ خرچ کرو اللہ) تعالیٰ (کی راہ میں)، حالانکہ خدا ہی کے واسطے ہے، اور (اللہ) تعالیٰ (ہی کی ہے وراثت آسمانوں اور زمین کی)۔جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اہلِ زمین اور اہلِ آسمان کے فنا ہو جانے کے بعد اُسی کی طرف رجوع کرے گا، اور آج بھی اُسی کے واسطے ہے مگر خلق اُس میں تصرف کرتی ہے۔آخر میں اُس سے اوروں کا دستِ تصرف کوتاہ ہو کر وہ سب حق تعالیٰ کی طرف پھرے گا۔

اِس کلام میں نیک کام کے لیے خرچ کرنے کی رغبت دلانا ہے۔۔۔

یعنی اَے بندو! جب تم نے یہ بات جان لی کہ یہ مال تمہارے ہاتھ میں باقی نہ رہیں گے، تو

اِس کے بارے میں جو خدا کا حکم ہو اُس میں نگاہ رکھو، اور اُس میں سے اپنے واسطے ذخیرہ آخرت کرو۔
اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ (نہیں برابر ہے تم میں سے وہ جس نے خرچ خیرات کیا فتح مکہ سے پہلے) کیونکہ فتح مکہ سے پہلے اہلِ اسلام بے برگ و بار اور بے نوا ہیں (اور جہاد کیا) خدا و رسول کے دشمنوں سے۔

ایسا مؤمن جان اور مال قربان کرنے والا فتح مکہ کے قبل اُس کے برابر نہیں ہے، جو فتح مکہ کے بعد مال خرچ کرے اور قتال کا داعیہ رکھے، اس واسطے کہ جب تو مال بہت ہوگا اور خرچ اور قتال کرنے کی چنداں حاجت نہ پڑے گی۔ تو (وہ لوگ بہت بڑے ہیں درجہ میں اُن لوگوں سے جنہوں نے خرچ خیرات کیا بعد میں) یعنی فتح مکہ کے بعد، (اور جہاد کیا اور) بایں ہمہ (ہر ایک سے وعدہ فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے اچھے گھر کا)۔ یعنی بہشت کا، مگر اُن کے درجے متفاوت ہوں گے۔

تو فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور خرچ وقتال کرنے والے اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے اور خرچ و جہاد کرنے والے، اُن سب سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت ونجات اور جنتی ہونے کا وعدہ فرمالیا ہے، تو پھر بندوں پر بھی لازم ہے کہ اپنے دِل ودماغ کو اُن کے تعلق سے صاف رکھیں، اور اُن سب کی عقیدت ومحبت کو اپنے دِلوں میں برقرار رکھیں۔

اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جن سے اُن کی اہانت ہو اور یہ سمجھے رہیں کہ جب عالم الغیب والشہادہ، علیم وخبیر خدائے قادرِ مطلق نے اُن کے تمام معاملات ومشاجرات کو جانتے ہوئے بھی اُن سے حسنِ خاتمہ اور آخرت کی بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے، تو اب اُن کو کسی طرح بھی طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا اگر ایک طرف اپنی روحِ سعادت کا خون کرنا ہے، تو دوسری طرف خود بارگاہِ خداوندی کا بہت بڑا مجرم بننا ہے اور اپنی آخرت کو برباد کرنا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔ یاد رہے کہ حق تعالیٰ بے خبر نہیں ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (ہر چیز سے جو کرتے ہو باخبر ہے)۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ تم جو خرچ و قتال کرتے ہو اُس میں اخلاص ہے۔۔یا۔۔ریاکاری؟۔

اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے، اِس واسطے کہ مَردوں میں پہلے جو شخص ایمان لائے اور خرچ کیا اور کافروں سے جھگڑا کیا، وہ حضرت صدیقِ اکبر ہی تھے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾

کون ہے جو دے اللہ کو قرضِ حسنہ، کہ دونا فرما دے اُس کے لیے اُس کو، اور اُسی کے لیے باعزت ثواب ہے●

(کون ہے جو دے اللہ) تعالیٰ (کو قرضِ حسنہ) یعنی خرچ کرے اپنا مال راہِ خدا میں بدلے کی امید پر، اس واسطے کہ وہ بدلے کا طالب ویسا ہی ہے جیسا قرض دیتا ہے اور وہ بھی جی کی خوشی سے اخلاص کے ساتھ، تا (کہ دونا فرما دے اُس کے لیے اُس کو)، یعنی اس کا اجر مضاعف کر دے۔ (اور اُسی کے لیے باعزت ثواب ہے)، یعنی بزرگ و برتر جنت اُس کا صلہ ہے۔ ان قرضِ حسنہ دینے والے مخلصین کی کیا شان ہے؟۔۔۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

جس دن تم دیکھو گے ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو، کہ دوڑ رہا ہے اُن کا نور اُن کے سامنے، اور داہنے،

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط

خوشخبری ہو تمہیں آج کے دن، وہ باغ ہیں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾

یہی بڑی کامیابی ہے●

(جس دن تم دیکھو گے ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو، کہ دوڑ رہا ہے اُن کا نورِ) توحید (اُن کے سامنے) تا کہ وہ آسانی سے گزریں، (اور داہنے) یعنی اُن کی داہنی طرف سے، تا کہ ان کو بہشت کی راہ دکھائے۔

حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ ہر ایک نور اُس کے عمل کی قدر ہوگا۔ کسی کا نور ایسا وسیع ہوگا کہ کوہِ صفا سے عدن تک اور دوسرے کا نور ایک پہاڑ کے برابر، اور کسی کا ایک درخت کی قدر۔ کم سے کم نور اتنا ہوگا کہ وہ نور والا اپنے قدم رکھنے کی جگہ دیکھ لے۔۔ الحتصر۔۔ کوئی ایمان والا بے نور نہ ہوگا۔

اور فرشتے اُس سے کہیں گے (خوش خبری ہو تمہیں آج کے دن)، کہ آج تمہیں جس میں داخل ہونا ہے یہ (وہ باغ ہیں، بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ یہی) یعنی ہمیشہ کے واسطے جنتوں کی خوش خبری (بڑی کامیابی ہے)، اس واسطے کہ

قیامت کے تمام ہولوں سے بے خوف ہوکر دار الجلال میں پہنچو گے، اور حضرت ملک متعال کا دیدار کرو گے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مؤمنوں کی صراط پر نور دیں گے اور کافروں اور منافقوں کو بے نور چھوڑیں گے۔ اور مؤمن جب منہ پھیریں گے تو سب صراط روشن ہوجائے گا، تو منافق ان سے نور مانگیں گے اور اُن کو نور نہ پہنچے گا، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ

جس دن کہیں گے منافق مَرد اور عورتیں، اُنہیں جو ایمان لاچکے تھے کہ "ہم پر بھی نگاہ کرلو، کہ ہم بھی لے لیں تمہاری

مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

روشنی سے کچھ۔" جواب دیا گیا کہ "واپس جاؤ اپنے پیچھے، تو وہاں تلاش کرو روشنی کو۔" پھر کھڑی کردی گئی فریقین کے درمیان

بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝۱۳

ایک دیوار۔ جس کا ایک دروازہ ہے کہ اُس کے اندر رحمت ہے، اور اُس کے باہر کی سمت عذاب ہے●

(جس دن کہیں گے منافق مرد اور عورتیں، انہیں جو ایمان لاچکے تھے)، یعنی مؤمنین سے التماس کریں گے (کہ ہم پر بھی نگاہ کرلو) یعنی ہماری طرف نظر کرو، تا (کہ ہم بھی لے لیں تمہاری روشنی سے کچھ)۔ فرشتوں کے ذریعہ انہیں (جواب دیا گیا کہ واپس جاؤ اپنے پیچھے) دُنیا میں (تو وہاں تلاش کرو روشنی کو)، اس واسطے کہ محشر میں نور نہیں حاصل کرسکتے، دُنیا سے اپنے ساتھ لانا چاہئے تھا۔

منافق لوگ یہ بات نہ سمجھ کر اِس خیال سے کہ نور اُن کے پیچھے ہے، پیچھے کی طرف منہ پھیریں گے۔ (پھر) حکم الٰہی سے فرشتوں کے ذریعہ (کھڑی کردی گئی فریقین) یعنی مؤمن و منافق (کے درمیان ایک دیوار) جیسے شہر پناہ، (جس کا ایک دروازہ ہے) کہ اس میں مؤمن جاتے ہیں۔ (اُس کے اندر رحمت ہے)، اس واسطے کہ بہشت کے نزدیک ہے۔ (اور اس کے باہر کے سمت عذاب ہے)، اس لیے کہ دوزخ کے نزدیک ہے۔

پس منافق جب پیچھے دیکھیں گے اور نور نظر آئے گا تو پھر مؤمنوں کی طرف متوجہ ہوں گے، تو ایک دیوار دیکھیں گے اپنے اور مؤمنوں کے درمیان آڑ ہوگئی ہے اور ایک دروازہ اُس میں ہے۔ اُس

دروازے سے مؤمنوں کو دیکھیں گے کہ ٹہلتے ہوئے باغِ جنت کی طرف چلے جاتے ہیں۔۔تو۔۔

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

وہ پکاریں گے اُنہیں کہ "کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ،" اُنہوں نے جواب دیا کہ "تھے کیوں نہیں، لیکن تم نے خود فتنہ میں ڈال

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾

دیا اپنے ہی کو، اور تاک میں لگے رہتے تھے، اور شک کیا کرتے تھے، اور دھوکہ دیا تھا تم کو تمہاری جھوٹی امیدوں نے، یہاں تک کہ آ پہنچا اللہ کا حکم، اور فریب دے رکھا تھا تمہیں اللہ کے ساتھ اُس بڑے دغاباز شیطان نے●

(وہ پکاریں گے انہیں) عجز وزاری کے ساتھ، **(کہ کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ)** دُنیا میں، تمہاری جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تمہارے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ **(انہوں نے جواب دیا کہ)** بظاہر **(تھے کیوں نہیں، لیکن تم نے خود فتنہ میں ڈال دیا اپنے ہی کو)**۔ نفاق کے سبب سے گناہوں کا مزہ چکھا اور عذاب کے مستحق ہوگئے۔

(اور) یہی نہیں بلکہ **(تاک میں لگے رہتے تھے)** اور دیر کی تم نے توبہ میں **(اور شک کیا کرتے تھے)** محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں۔ **(اور دھوکا دیا تھا تم کو تمہاری جھوٹی امیدوں نے)**۔ بڑی بڑی لمبی امیدیں تم نے کر رکھی تھیں، **(یہاں تک کہ آ پہنچا اللہ)** تعالیٰ **(کا حکم)** تمہاری روح قبض کرنے کو۔ **(اور فریب دے رکھا تھا تمہیں اللہ)** تعالیٰ **(کے ساتھ اُس بڑے دغاباز شیطان نے)**۔۔ یا۔۔ ناپائدار دُنیا نے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ

اب آج کے دن نہ لیا جائے گا تم سے کوئی مالی معاوضہ، اور نہ اُن سے جو کھلے کافر تھے۔

مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔ وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے۔ اور کیا بُرا پھرنے کا ٹھکانہ ہے"●

(اب آج کے دن نہ لیا جائے گا تم سے کوئی مالی معاوضہ) جو اپنا فدیہ کر و عذاب سے چھوٹنے کو، **(اور نہ اُن سے جو کھلے کافر تھے)**۔ اُن کا **(اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔ وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے)**، اور تمہیں سزاوار ہے، **(اور کیا بُرا پھرنے کا ٹھکانہ ہے)**۔

مؤمنوں نے مکہ معظمہ میں فقر وفاقہ کے ساتھ قواعدِ اطاعت کی تمہید بحد تمام کی ہجرت

کے بعد کہ بہت مال ان کے ہاتھ آیا اور ان پر نعمت کشادہ ہوئی، تو فتور اور قصور کے آثار اُن کے وظائف عبادت میں ظاہر ہوئے، تو یہ آیت نازل فرمائی گئی کہ۔۔۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ

کیا وہ وقت نہیں آیا اُن کے لیے جو ایمان لاچکے کہ جھک جائیں اُن کے دِل اللہ کی یاد کے لیے، اور جو کچھ نازل ہوا

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ

حق اُس کے لیے۔ اور نہ ہوں اُن کی طرح کہ جو دیے گئے کتاب پہلے، تو دراز ہوئی اُن پر

الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

مدت، تو سخت ہوگئے اُن کے دِل۔ اور اُن کے بہتیرے نافرمان ہیں●

(کیا وہ وقت نہیں آیا اُن کے لیے جو ایمان لاچکے کہ جھک جائیں اُن کے دِل اللہ) تعالیٰ (کی یاد کے لیے، اور جو کچھ نازل ہوا حق اس کے لیے)۔ یعنی اُن کے دِل نرم ہوجائیں ذکرِ خداوندی اور کلامِ الٰہی کے لیے، تاکہ اُن کی مؤمنانہ شان میں ضعف نہ پیدا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ بعض صحابہ میں مزاح بہت زیادہ ہوئی پھر یہ آیت اتری۔۔یا۔۔صحابہ نے نصیحت اور موعظت طلب کی تو یہ آیت آئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت اُن کے لیے نازل فرمائی گئی، جو زبان سے تو ایمان کا اقرار کرتے تھے لیکن دِل سے ایمان والے نہ تھے

۔۔الختصر۔۔سب کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور اخلاص کو اپنا شعار بنالینا چاہیے۔

(اور نہ ہوں اُن کی طرح جو دیئے گئے کتاب پہلے)، یعنی یہود ونصاری کے مثل نہ ہوں کہ ان کو توریت اور انجیل دی، (تو دراز ہوئی اُن پر مدت) یعنی بڑی عمر پائی اور امید بڑھائی، (تو سخت ہوگئے اُن کے دِل) اور ان میں خشوع اور خضوع نہ رہا۔ (اور اُن کے بہتیرے نافرمان ہیں)، خارج ہیں اپنے دین سے اور چھوڑے ہوئے ہیں اپنی کتاب کے احکام سخت دِلی کی شدت سے۔

اور بعضوں نے کہا کہ سخت دلی کا نتیجہ غفلت اور نرم دلی کی علامت توجہ طاعت ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ

جان رکھو کہ بلاشبہ اللہ، زندہ فرماتا ہے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد۔ بے شک بیان فرمادیا ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾

کہ عقل سے کام لو●

اَے بعث کے منکرو! (جان رکھو کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (زندہ فرماتا ہے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد)۔ تو جس طرح وہ مُردہ وافسردہ زمین کو سرسبز وشاداب فرما دیتا ہے، اُسی طرح مُردوں کو زندہ فرمادے گا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَے میرے بندو! (بے شک بیان فرما دیا ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو) اورتم پر اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر کردیں، تا (کہ عقل سے کام لو)۔ یعنی دلیل پکڑنے میں اپنی عقل سے کام لو اور اعمالِ خیر وخیرات کو انجام دینے میں کوتاہی نہ کرو۔۔ کیوں کہ۔۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

بے شک صدقہ دینے والے مَرد اور عورتیں، اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو قرضِ حسنہ،

يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١٨﴾

دونا کیا جائے گا اُن کے لیے، اور اُنہیں کے لیے باعزت ثواب ہے●

(بے شک صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں، اور جنہوں نے قرض دیا اللہ) تعالیٰ (کو، قرضِ حسنہ) اچھا بہت پاکیزہ مالوں سے، (دونا) اور زیادہ (کیا جائے گا اُن کے لیے) ان کا اجر دس سے سات سو تک، بلکہ اور زیادہ۔ (اور انہیں کے لیے باعزت ثواب ہے) یعنی بہشت، جو کہ بہت بزرگ صلہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ

اور جو مان گئے اللہ اور اُس کے رسولوں کو، وہی ہیں صدیق، اور شہید

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اپنے رب کے نزدیک۔ اُنہیں کے لیے اُن کا ثواب ہے، اور اُن کا نور ہے۔ اور جنہوں نے انکار کردیا اور جھٹلایا

ع ٢ ٩ ١٨ بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٩﴾

ہماری آیتوں کو، وہ جہنم والے ہیں●

اِس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور منافقین کا ذکر فرمایا تھا اور اِس آیت

میں مؤمنوں اور کافروں کا ذکر فرمایا ہے۔

--چنانچہ۔۔حق تعالیٰ کا فرمان (اور) ارشاد ہے کہ (جو مان گئے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسولوں کو) اور ان کے احکام اور ان کی دی ہوئی خبروں پر ایمان لے آئے، (وہی ہیں صدیق) یعنی بڑے ہی سچے، (اور شہید) اور گواہ ہیں قیامت کے (اپنے رب کے نزدیک) انبیاء پر اور اگلی امتوں پر۔

جن لوگوں نے وَالشُّهَدَآءُ کو مبتدا مانا ہے، اُن کے نزدیک آیت کا یہ معنی ہوگا، کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ خدا کے پاس ہیں اور قرب کے درجوں میں ہیں۔

(اُنہیں کے لیے اُن کا ثواب ہے) جو ہم نے وعدہ کیا ہے، (اور اُن کا نور ہے) جو روزِ حشر اُن کے ساتھ ہوگا۔ (اور جنہوں نے) پیغمبروں کی نبوت کا (اِنکار کردیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو) جو محمد ﷺ پر ہم نے اتاریں، (وہ جہنم) میں رہنے (والے ہیں)۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ

جان رکھو! کہ دُنیاوی زندگی بس کھیل کود ہے، اور سنگار ہے، اور باہم اِترانا ہے، اور بڑھنے کی ہَوس ہے

فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ

مال واولاد میں۔ جیسے اَبر کی مثال، کہ اچھا لگا کاشتکاروں کو اُس کا اُگنا، پھر سوکھ

يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

جاتی ہے، تو دیکھو گے اُسے زرد۔ پھر ہو جاتی ہے روندی چور چور۔ اور آخرت میں

شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

سخت عذاب ہے۔ اور اللہ کی طرف سے مغفرت ہے اور رضامندی ہے۔ اور نہیں ہے دُنیاوی زندگی

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

مگر دھوکے کی پونجی۔

(جان رکھو کہ دُنیاوی زندگی بس کھیل کود ہے) جو بیہودہ ہے، اور متاعِ دُنیا کی طلب میں رنج کھینچنا ہے، اور لڑکوں کے کھیل کے مثل بے حاصل چیز ہے (اور سنگار ہے)، یعنی آرائش ہے لذیذ کھانوں اور عمدہ کپڑوں اور پاکیزہ مکانوں اور راھوار سواریوں میں، (اور باہم اِترانا ہے) یعنی جاہ ونسب میں باہم فخر کرنا، (اور بڑھنے کی ہَوس ہے مال واولاد میں) یعنی کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد کی آرزومندی ہے۔

اور جان لو کہ تھوڑے ہی زمانے میں یہ کھیل برطرف ہو جائے گا اور اُس کی دِل لگی اور خوشی رنج

وغم سے بدل جائے گی، اور آرائشیں جاتی رہیں گی اور زیادتی چاہنا اور فخر کرنا آگ کی چنگاری کی طرح نیست ونابود ہو جائے گا، تو اُس کی مَثَل جلد زائل ہونے اور منتقل ہو جانے میں، (**جیسے اَبر کی مثال**) جو پیاسی زمین میں برستا ہے۔ اور جو بیج زمین پر پڑے ہیں اُس کے سبب سے جلد اُگ جاتے ہیں، اور درخت کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسا (کہ) خوبی اور خوشنمائی کی وجہ سے (**اچھا لگا کاشتکاروں کو اُس کا اُگنا**) یعنی اُس کی پیداوار۔

(**پھر**) ارضی وسماوی آفت کے سبب سے وہ کھیتی (**سوکھ جاتی ہے، تو دیکھو گے اُسے زرد**) ہری ہونے کے بعد۔ (**پھر ہو جاتی ہے روندی چور چور**) ریزہ ریزہ، یعنی بھوسا۔ یہ تو رہا دُنیا میں اُن کافروں کا حال (**اور آخرت میں سخت عذاب ہے**) اُن خدا کے دشمنوں کے لیے جو تمام عمر دُنیا طلبی میں بسر کر کے حق کو بھولے رہے۔ (**اور اللہ**) تعالیٰ (**کی طرف سے مغفرت ہے اور رضامندی ہے**) خدا کے دوستوں کو جنہوں نے طلبِ مولا میں دُنیا اور عقبٰی دونوں کو ترک کر دیا۔ (**اور**) جان لو کہ (**نہیں ہے دُنیاوی زندگی مگر دھوکے کی پونجی**)، یعنی ایسی مَتاع جو فریب دے اور باقی نہ رہے۔

ذہن نشین رہے کہ دُنیا 'مَتاعِ غرور' اس شخص کی نسبت سے ہے، جو دُنیا کو اخروی نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ نہ کرے، اور نفس اور خواہش کی لذتوں میں پھنس کر آخرت کے کام میں مشغول نہ ہو۔ لیکن اگر کسی صاحبِ دولت کو مدد توفیق رفیق ہوئی اور وہ اسبابِ دُنیا کے سبب سے مقاصد عقبٰی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خدا کو راضی کر کے بہرہ مند ہوتا ہے، تو اُس کی نسبت دُنیا 'مَتاعِ سرور' ہے 'مَتاعِ غرور' نہیں۔۔تو۔۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

بڑھ چلو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف، جس کی چوڑائی ہے جیسے آسمان وزمین کی چوڑائی۔

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

مہیا کی گئی ہے اُن کے لیے جو مان چکے اللہ اور اُس کے رسولوں کو۔ یہ اللہ کا فضل ہے، دے اُسے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

جسے چاہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے●

(**بڑھ چلو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف**)، یعنی اُن کاموں کی طرف جو موجبِ

مغفرت اور باعثِ دخولِ جنت ہیں۔

موجباتِ مغفرت تو بہت ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ سبیلِ مغفرت رسول مقبول ﷺ کی متابعت ہے۔تو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور متابعت کرنے میں جلدی کرو کہ یہی سبب مغفرت ہے اور دخولِ جنت کی موجب ہے۔ وہ جنت (جس کی چوڑائی ہے جیسے آسمان وزمین کی چوڑائی)، اِس شرط پر کہ سب کو باریک باریک ورق کر کے باہم جوڑ دیں۔

یہ بات عام مشاہدہ کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے۔ دیکھنے والا صرف ایک آسمان اور ایک زمین دیکھ رہا ہے اور اُسی کو وہ بہت وسیع سمجھتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو جو وسعت حاصل ہے تنہا جنت کو وہ حاصل ہے۔

اور یہ جنت (مہیا کی گئی ہے اُن کے لیے جو مان چکے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسولوں کو)۔ اور (یہ) ایمان لانا (اللہ) تعالیٰ (کا فضل ہے، دے اُسے جسے چاہے) اپنی عنایت سے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (بڑے فضل والا ہے) مؤمنوں پر دُنیا میں ایمان کی توفیق دے کر اور آخرت میں مغفرت اور رضامندی کے سبب سے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ

نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین میں، اور نہ خود تم لوگوں میں، مگر یہ کہ وہ ایک نوشتہ میں ہے،

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۲۲﴾

قبل اُس کے کہ ہم پیدا کریں اُسے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے●

(نہیں پہنچی کوئی مصیبت زمین میں) جیسے قحط، گرانی، مال اور کھیتی کا نقصان اور اس کے سوا، (اور نہ خود تم لوگوں میں) یعنی تمہاری ذاتوں میں، جیسے بیماری اور ضعف اور محتاجی اور اولاد کی موت وغیرہ وغیرہ، (مگر یہ کہ وہ ایک نوشتہ میں ہے) یعنی لوحِ محفوظ میں اس کا ذکر ہے، (قبل اِس کے کہ ہم پیدا کریں اُسے)، یعنی اُس مصیبت کو۔۔۔یا۔۔۔زمین کو۔۔۔یا۔۔۔تمہاری ذاتوں کو۔۔۔الغرض۔۔۔اُن تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اُن کا ذکر لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ (بے شک یہ) یعنی لوح پر مقدرات لکھنا باوصف اُس کی کثرت کے (اللہ) تعالیٰ (کو آسان ہے)۔ اُس نے رحمت اور مہربانی

کی راہ سے اَزل میں یہ حکم فرمایا اس جہت سے کہ لوگوں کے دِلوں میں یہ بات قرار پکڑے اور بندے یہ امر جان لیں کہ احکامِ ازلی مندفع نہیں ہوتے۔۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔اَزل میں لوح پر نوشتہ، اِس ہمارے حکم میں حکمت یہ ہے۔۔۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ

تا کہ غمگین نہ ہو اُس پر جو جاتا رہا تم سے، اور نہ مچلو اُس پر جو دے دیا تم کو۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾

اور اللہ نہیں پسند فرماتا کسی اِترے بڑھا نکنے والے کو●

(تا کہ) اَے بندو! تم (غمگین نہ ہو اُس پر جو جاتا رہا تم سے) اور فوت ہوا جیسے مال، اولاد، صحت اور عافیت (اور نہ مچلو اُس پر جو دے دیا تم کو) دُنیا کی پونجی۔ یعنی اگر دُنیا تمہاری طرف متوجہ ہو تو تم خوش نہ ہو اور اگر دُنیا تم سے منہ پھیرے تو تم غمگین نہ ہو، اس واسطے کہ نہ اُس کا اعتبار ہے اور نہ اُسے قرار ہے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (نہیں پسند فرماتا کسی اِترے بڑھا نکنے والے کو)۔

مُخْتَال متکبر کو کہتے ہیں جو دُنیا کی نعمت کے سبب سے دوسرے پر زیادتی کرے۔ اور **فَخُوْر** دُنیا کے سبب سے اِترانے والے کو کہتے ہیں جو دُنیا کے سبب سے اپنے رشتہ داروں اور ہمسروں پر فخر کرتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ اُن کا حال بیان فرماتا ہے کہ یہ **مُخْتَال** اور **فَخُوْر** وہ لوگ ہیں کہ باوصف دُنیا داری اور اسبابِ دُنیا جمع ہونے کے۔۔۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو خود کنجوسی کریں، اور مشورہ دیں لوگوں کو کنجوسی کا۔ اور جو رُوگردانی کرے، تو بلا شبہ اللہ ہی

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

بے نیاز حمد والا ہے●

(جو خود کنجوسی کریں اور مشورہ دیں لوگوں کو کنجوسی کا)۔

بخل کی ایک شکل وہ بھی ہے جو یہودیوں نے اختیار کر رکھی تھی، کہ اُن کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی صفات اور احوال کا جو علم حاصل تھا اُسے ظاہر کرنے میں انہوں نے بخل کیا اور اسے پوشیدہ کر کے اوروں کو بھی پوشیدہ کرنے کا حکم کیا۔ اس لیے ایک قول یہ بھی ہے کہ اِس آیت

سے یہود مراد ہیں۔

سنو (اور) یاد رکھو کہ (جو روگردانی کرے) مال خرچ کرنے سے۔۔یا۔۔پیغمبرِ اسلام ﷺ ' پر ایمان لانے سے، (تو) وہ جان لے کہ (بلا شبہ اللہ) تعالیٰ (ہی) اُس سے اور اُس کے خرچ کرنے سے (بے نیاز حمد والا ہے)، جس کی ذات وصفات کی تعریف ساری کائنات میں ہوتی ہی رہتی ہے، تو اعداءِ دین کا منھ پھیرنا اور اِنکار کرنا اُسے کچھ ضرر نہیں کرتا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ

بے شک بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ، اور اُتارا اُن کے ساتھ کتاب اور انصاف کا ترازو،

لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ

تاکہ قائم ہو جائیں لوگ انصاف پر۔ اور اُتارا ہم نے لوہا، جس میں سخت حرج بھی ہے اور فائدے بھی ہیں

لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ

لوگوں کو، اور تاکہ علم کرادے اللہ کہ کون مدد کرتا ہے اُس کے لیے اُس کے رسولوں کی بے دیکھے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱۹

بے شک اللہ قوت والا زبردست ہے●

(بے شک بھیجا ہم نے اپنے رسولوں) یعنی فرشتوں (کو) انبیاء کی طرف (روشن دلیلوں کے ساتھ)، کھلے ہوئے معجزات اور شرائع واضحہ کے ساتھ۔

اِس مقام پر فرشتوں کے ساتھ معجزات آنے کا مطلب یہ ہے کہ جب معجزہ کا اظہار ہوتا، تو اُس کی خبر نبی علیہ السلام کو ملائکہ کرام کے واسطے سے ہوتی تھی۔۔۔

(اور اُتارا اُن کے ساتھ کتاب) یعنی وحی۔

یہاں ایک اشارہ مل گیا کہ اِس مقام پر 'رسولوں' سے مراد 'فرشتوں' لینا اولیٰ ہے، اس لیے کہ کتاب فرشتوں کے ساتھ آئی اور انبیاء کے اوپر نازل ہوئی اور یہاں **مَعَهُمْ** یعنی اُن کے ساتھ کا لفظ ہے، نہ کہ **عَلَیْهِمْ** یعنی اُن کے اوپر کا لفظ۔ یہ کتاب جو دینی اور دنیوی مصالح کو شامل تھی۔

(اور انصاف کا ترازو) نازل فرمایا۔

ترازو کے انزال سے اُس کے اسباب کا انزال مراد ہے نہ کہ خود ترازو، کیوں کہ یہ تو انسان کی ساخت ہے اُس کا آسمان سے نزول کیسا؟ ویسے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک ترازو آسمان سے جبرائیل علیہ السلام لے آئے اور حضرت نوح علیہ السلام کو دی، اور فرمایا اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ حقوق کو برابر رکھیں اور معاملات میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔۔۔

(تا کہ قائم ہو جائیں لوگ انصاف پر)۔ ایک دوسرے کے درمیان اس کے سبب سے حقوق برابر کرلیں۔ اب ترازو کے نازل کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اُس کے اسباب کو نازل فرما کر اُسے بنانے کا حکم دیا۔ **(اور اتارا ہم نے لوہا)**۔

پہلے عدل کا ذکر کیا پھر لوہا اُتارنے کی بات کی، اس لیے کہ عدل سیاست سے چلتا ہے اور سیاست لشکر کی محتاج ہے، اور لشکر آلاتِ حرب یعنی لوہے کا ضرورتمند ہے۔ اور لوہے کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے نازل ہوا ہے، اِسی لیے فرمایا **وَاَنْزَلْنَا**۔

معالم میں ہے کہ خدا نے چار بابرکت چیزیں آسمان سے بھیجیں: پانی، آگ، نمک، لوہا۔

(جس میں سخت حرج بھی ہے) کیوں کہ اُس سے جنگ کی جاتی ہے۔۔یا۔۔ اس میں سخت قوت ہے یعنی لوہا جنگ کا ہتھیار ہے، اس لیے کہ جنگ کے لیے ہتھیار اُسی سے بناتے ہیں، خواہ دفاع کے لیے ہوں جیسے سنان و نیزہ، تلوار اور پیکان اور خنجر وغیرہ۔۔یا۔۔ اپنی حفاظت کے آلات جیسے زرہ، خود اور جوشن وغیرہ۔

(اور) لوہے میں دوسرے اور **(فائدے بھی ہیں لوگوں کو)**، اس واسطے کہ جنگ وضرب کی سب صناعت کا قیام لوہے کے ساتھ متعلق اور بندھا ہوا ہے، اور کوئی حربہ وہ نہیں جس میں لوہے کا دخل نہ ہو۔ اور خود پورا نفع اس کا یہ ہے کہ کافر مسلمان کے تیر اور تلوار سے ڈرتے ہیں اور مسلمان اکثر شہروں میں کافروں سے بے خوف رہتے ہیں۔

پس حق تعالیٰ نے لوہا اس واسطے بھیجا تا کہ دین کے دشمن ڈریں اور ترازو بھیجی تا کہ تول کے معاملات سچائی کے ساتھ فیصل ہوا کریں۔ اور کتاب اس واسطے نازل فرمائی تا کہ حق اور باطل میں تمیز اور فرق ہو جائے **(اور تا کہ علم کرادے اللہ)** تعالیٰ اور ظاہر فرمادے **(کہ کون مدد کرتا ہے اُس کے)** دین کی سربلندی کے **(لیے اُس کے رسولوں کی بے دیکھے)**۔

اِس سے مردِ مؤمن مراد ہے، تو کافروں کے ساتھ جہاد کرنے میں ہتھیار استعمال کرنے

کے سبب سے مدد دیتا ہے پیغمبر کو، اُس وقت بھی جب کہ پیغمبر موجود نہ ہوں، اس واسطے کہ منافق لوگ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کے سامنے بظاہر مددگار نظر آتے تھے مگر آپ کی غیر موجودگی میں یار وہوادار نہ تھے۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ (قوت والا) ہے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے پر قادر ہے اور (زبردست ہے) یعنی غالب ہے سب پر حکم کے ساتھ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور بے شک بھیجا ہم نے نوح وابراہیم کو، اور کر دیا ہم نے ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب کو،

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

تو اُن کے کچھ راہ پائے ہوئے ہیں۔ اور بہتیرے اُن کے نافرمان ہیں●

اِس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو قوی دلائل کے ساتھ بھیجا اور مخلوق کو ان کی مدد کرنے کا حکم دیا، اور اِس آیت میں اُس اجمال کی تفصیل ارشاد فرمائی ہے۔

(اور) فرمایا کہ (بے شک بھیجا ہم نے نوح وابراہیم کو) یعنی نوح علیہ السلام کو بنی قابیل کی طرف اور ابراہیم علیہ السلام کو نمرودیوں کی طرف۔ (اور کر دیا ہم نے ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب کو)۔ اور وحی بھیجی اُن کی طرف وہ کتاب جو اُن کے نامزد تھی، (تو اُن کے کچھ راہ پائے ہوئے ہیں)، یعنی ایمان لائے کتاب اور نبی پر۔ (اور بہتیرے اُن کے نافرمان ہیں) اور باہر نکل جانے والے ہیں راہِ حق سے یعنی رسولوں اور کتابوں پر ایمان نہ لائے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ

پھر پیچھے لگا دیا ہم نے اُنہیں کی راہوں پر اپنے اور رسول، اور اُن کے پیچھے بھیجا عیسیٰ ابن مریم کو، اور دی اُنہیں

الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ

انجیل۔۔ اور کر دیا ہم نے اُن کے دِلوں میں جنہوں نے تابعداری کی اُن کی، مہربانی اور رحمت۔

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ

اور راہب بننا، یہ اُنہوں نے خود بدعت نکالی تھی، ہم نے نہیں لکھا تھا اُن پر، مگر اللہ کی خوشنودی چاہنے کی نیت سے۔

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ

پھرنہیں نباہ سکے اُسے جونباہ کا حق ہے۔تو دیا ہم نے اُنہیں جو مان چکے تھے اُن میں سے، اُن کا ثواب۔

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾

اور بہتیرے اُن کے نافرمان تھے●

(پھر پیچھے لگا دیا ہم نے انہیں کی راہوں پر اپنے اور رسول)۔۔الغرض۔۔انبیاءِ بنی اسرائیل ایک کے پیچھے ایک مبعوث ہوتے رہے۔**(اور اُن) سب (کے پیچھے بھیجا عیسیٰ ابن مریم کو)** اور اس طرح پورے کر دیئے ہم نے انبیاءِ بنی اسرائیل عیسیٰ ابن مریم پر۔

(اور دی انہیں) کتاب (انجیل۔۔۔**اور کر دیا ہم نے اُن کے دلوں میں جنہوں نے تابعداری کی اُن کی مہربانی اور رحمت)** ایک دوسرے پر، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کو ہم نے باہم ایک دوسرے پر مشفق و مہربان کر دیا۔**(اور راہب بننا، یہ اُنہوں نے خود بدعت نکالی تھی)** جسے **(ہم نے نہیں لکھا تھا)** یعنی فرض نہیں کیا تھا **(اُن پر، مگر اللہ)** تعالیٰ **(کی خوشنودی چاہنے کی نیت سے)** یہ کام انہوں نے از خود شروع کیا تھا۔

اور وہ اِس طرح پر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد اُن کی امت میں سے بعض نے احکامِ انجیل سے ہاتھ اٹھایا اور کافر ہو گئے، اور بعضے اُسی دین پر رہے اور لوگوں میں سے نکل کر پہاڑوں پر چلے گئے، اور کھانا، پینا، اچھا کپڑا، نکاح چھوڑ کر بڑی ریاضتیں اور مشقتیں اختیار کیں، اور اُن پر یہ فرض نہ تھا، مگر خدا کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے انہوں نے نفس کشی کے لیے رہبانیت اختیار کی۔

(پھر) وہ **(نہیں نباہ سکے اُسے جو نباہ کا حق ہے)**۔یعنی بعض لوگوں نے اُسے نبھایا نہیں۔

اور چونکہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی زیادہ تھی اس لیے لِلۡاَکۡثَرِ حُکۡمُ الۡکُلِّ، یعنی اکثریت کے عمل کو کُل کی طرف منسوب کر دینا عرفِ عام ہے۔اِس قاعدہ کے موافق قرآن نے عام بنی اسرائیل کی طرف یہ منسوب کیا کہ انہوں نے جس رہبانیت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اُس کو نبھایا نہیں اور اُس کے شرائط کی رعایت نہیں کی۔۔مزید برآں۔۔تین ۳ خداؤں کے قائل ہو کر قرآن اور صاحبِ قرآن کے منکر ہو گئے۔

اُن میں سے بہت تھوڑے آدمیوں نے حضرت مسیح کی اطاعت سے انحراف نہ کر کے

جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہو کر آنحضرت ﷺ کی متابعت سے مشرف ہوئے۔۔۔

(تو دیا ہم نے انہیں جو مان چکے تھے اُن میں سے) یعنی راہبوں میں سے، (ان کا ثواب) اور بے حد بزرگی سے انہیں نوازا۔ (اور بہتیرے اُن کے) یعنی نصاریٰ کے اکثر (نافرمان تھے) اور دائرہ ایمان سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

پھر اہلِ کتاب سے ارشاد ہوتا ہے۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ

اَے ایمان والو! ڈرو اللہ کو اور مان ہی جاؤ اُس کے رسول کو، دے گا تمہیں دو حصے

مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

اپنی رحمت سے، اور کر دے گا تمہارے لیے ایک نور، چلو گے جس میں، اور بخش دے گا تمہیں۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۚ﴿۲۸﴾

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(اَے ایمان والو! ڈرو اللہ) تعالیٰ (کو اور مان ہی جاؤ اُس کے رسول کو)، تو حق تعالیٰ (دے گا تمہیں دو حصے اپنی رحمت سے)۔ ایک حصہ محمد ﷺ پر ایمان لانے کے سبب سے، اور ایک حصہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے سے۔ (اور کر دے گا تمہارے لیے ایک نور) کہ صراط پر (چلو گے جس) کی روشنی (میں، اور بخش دے گا تمہیں۔ اور اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے مؤمنین کا، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے ان پر۔

روایت ہے کہ دو۲ حصے رحمت کی امید پر اہلِ کتاب کا ایک گروہ ایمان لایا، اور اُن میں جو ایمان نہ لائے تھے انہوں نے اُن پر حسد کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُن کو دو۲ حصے رحمت اور نور اور مغفرت عطا فرماتا ہے۔۔۔

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ

تاکہ نہ رہ جائیں اہلِ کتاب بے خبر اس سے، کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کچھ بھی اللہ کے فضل پر،

وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

اور بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، دے اُسے جسے چاہے۔

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾

اور اللہ بڑے فضل والا ہے●

(تا کہ نہ رہ جائیں اہلِ کتاب بے خبر اِس سے)، یعنی تا کہ وہ اہلِ کتاب جو آخری نبی پر ایمان نہیں لائے وہ جان لیں، **(کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کچھ بھی اللہ) تعالیٰ (کے فضل پر)**۔ یعنی اُن بزرگیوں میں جو اُن کے ایمان والوں کے واسطے مذکور ہوئیں اُن کے لیے کوئی چیز بھی نہ ہوگی اور انہیں نہ پہنچے گی۔ **(اور بے شک فضل)** یعنی ثواب اور جزاء کی زیادتی **(اللہ)** تعالیٰ کی قدرت **(کے ہاتھ میں ہے، دے اُسے جسے چاہے۔ اور اللہ)** تعالیٰ **(بڑے فضل والا ہے)**، یعنی اتنی بڑی نعمت والا جو سب خاص و عام کو پہنچی ہوئی ہے۔

الحمد للہ! ثم الحمد للہ! صاحبِ فضلِ عظیم ربِّ کریم کے فضل و کرم سے آج بتاریخ ۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۸؍جولائی ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ۲۷ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے اور فکر و قلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وَ صٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

تشریحِ لغات

-- ﴿ ا ﴾ --

اَبطال: باطل کرنا۔۔غلط قرار دینا۔۔جھوٹا کرنا۔

اِتباع: پیروی۔

اِتمامِ حجت: آخری دلیل۔۔انتہائی کوشش۔

اِثبات (ابطال کی ضد): ثبوت۔۔دلیل۔۔تصدیق۔

اِجابت: قبول کرنا۔۔مقبولیت۔

اجتناب: کنارہ کشی۔۔علیحدگی۔۔پرہیز۔

اِجمال: اختصار کے ساتھ۔۔مختصر۔

اِحتراز: پرہیز۔۔کنارہ کشی۔۔علیحدگی۔

اِحقاق: کسی کا حق قائم یا ثابت کرنا۔۔ثبوت دینا۔

اختصاص: خصوصیت رکھنا۔۔خاص ہونا۔

اَخص: نہایت خصوصیت۔۔خاص الخاص۔۔اعلیٰ۔۔افضل۔

اِدراک: عقل۔۔فہم۔۔رسائی۔

اَرذال: بہت ذلیل۔۔نہایت کمینے۔

اَسباب وعلل: وجوہات۔۔ذرائع۔

اِستحالہ: حالت تبدیل ہوجانا۔۔ایک حالت سے دوسری حالت پر ہوجانا یا کردینا۔

اِستحقاق: سزاوار ہونا۔۔مستحق ہونا۔

اِستدلال: دلیل لانا۔

اِستراحت: آرام چاہنا۔۔راحت طلب کرنا۔

اِستعداد: لیاقت۔۔قابلیت۔۔صلاحیت۔

اِستفسار: دریافت کرنا۔۔پوچھنا۔۔پوچھ گچھ کرنا۔

اِستفہام: دریافت کرنا۔۔پوچھنا۔

اِستکبار: گھمنڈ۔۔غرور۔۔فخر۔۔شیخی۔۔زعم۔

اِستیصال: جڑ سے اکھیڑ دینا۔۔بیخ کنی۔

اَشراف (شریف کی جمع): عالی خاندان وذی عزت لوگ۔

اِضطراب: بے قراری۔۔بے چینی۔۔بے تابی۔۔گھبراہٹ۔

اِعانت: مدد۔۔سہارا۔

اِعتراف: اقرار کرنا۔۔تسلیم کرنا۔۔مان لینا۔

اَعداءِ دین: دین کے دشمن۔۔بدخواہ۔۔مخالف۔

اعراض: منہ پھیرنا۔۔روگردانی کرنا۔

اِکتفاء: کفایت کرنا۔۔کافی سمجھنا۔۔کافی ہونا۔

اَکھوا: بیج سے پھوٹ کر نکلی ہوئی ٹیڑھی نوک جس سے پہلی پتیاں نکلتی ہیں۔

اِلتفات: رغبت۔۔خیال۔۔دھیان۔۔متوجہ ہونا۔

اِنحراف: پھر جانا۔۔برخلاف ہونا۔۔اِنکار۔۔مخالفت۔۔نافرمانی۔

انقسام: حصہ حصہ ہونا۔۔منقسم ہونا۔

اَنقیاد: فرماں برداری۔

اِہانت: توہین کرنا۔۔ذلیل کرنا۔

اہلِ شقاق: دشمنی رکھنے والوگ۔۔مخالف لوگ۔

اِیذارسانی: دُکھ دینا۔۔تکلیف پہنچانا۔

اِیمانِ یاس: خوف کے وقت کا ایمان۔۔آخری وقت جب امید ختم ہوگئی زندگی کی تو ایمان لانا۔

-- ﴿ ب ﴾ --

بارآور: پھلنا۔۔پھل لانا۔

باگ: لگام۔۔عنان۔

بالمشافہ: رُوبرو۔۔آمنے سامنے۔

باور: یقین۔۔اعتبار۔

برانگیختہ: اُکسانا۔۔آمادہ کرنا۔

بساط: حوصلہ۔۔ہمت۔۔وُسعت۔۔طاقت قدرت۔

بَسط: فراخی۔۔کشادگی۔

بطلان: تردید۔۔باطل ہونا۔
بعث وحشر: مرنے کے بعد زندہ ہونا اور قیامت۔
بعث: دوبارہ زندہ ہونا۔
بعید: دُور
بقا: باقی رہنا۔
بہ نظرِ استحسان: اچھی نظروں سے دیکھنا۔۔پسندیدہ ہونا۔۔ بھلائی کی نظر سے۔
بے ثباتی: ناپائیداری۔۔کمزوری۔۔متزلزل ہونا۔

-- ﴿ پ ﴾ --

پراگندہ: بکھرا ہوا۔
پوشش: غلاف۔۔اوپر منڈھنے کا کپڑا۔

-- ﴿ ت ﴾ --

تامل: سوچ بچار۔۔فکر۔
تاوان: عوض۔۔ہرجانہ۔۔جرمانہ۔
تائب: توبہ کرنے والا۔۔گناہ کی معافی مانگنے والا۔
تبدیل: تغیر۔۔فرق۔۔بدل۔۔پلٹ۔۔پھیر پھار۔
تجاوز: حد سے آگے بڑھنا یا گزرنا۔
تحکم: زبردستی۔۔زبردستی کی حکومت۔
تخصیص: خصوصیت۔۔حق مخصوص۔
تخفیف: کمی۔۔گھٹاؤ۔۔افاقہ۔۔آرام۔
تدابیر (تدبیر کی جمع): سوچ بچار۔۔کوشش۔۔بندوبست۔
تدارک: درستی۔۔اصلاح۔۔تدبیر۔
تردد: شش و پنج۔۔سوچ۔۔فکر۔
تصرف: قبضہ۔۔اختیار۔۔استعمال۔
تصریح: واضح کرنا۔۔صاف طور سے بیان کرنا۔
تصفیے: فیصلہ۔۔صلح صفائی۔۔صاف کرنا۔
تطہیر: پاک کرنا۔۔پاس۔۔طہارت۔
تعب: دکھ۔۔محنت و مشقت۔۔تکلیف۔
تعجیل: جلدی کرنا۔۔جلدی۔۔عجلت۔
تعدد: کئی ایک ہونا۔
تعدی: حد سے بڑھ جانا۔۔ظلم وستم۔۔جور و جفا۔۔ناانصافی۔
تعرض: مزاحمت۔۔روک۔۔سامنے آنا۔
تعریض: تعریض اِس کو کہتے ہیں کہ صراحتًا ایک شخص کی طرف اسناد کیا جائے اور اشارہ کسی دوسرے کی طرف ہو۔۔ اشارے کنائے سے بات کہنا۔
تغیر: بدلنا۔۔پلٹنا۔۔ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا۔
تغییر: حالت بدل دینا۔۔پلٹ دینا۔۔تبدیل کرنا۔
تفاوت: فاصلہ۔۔دُوری۔
تفضیل: ترجیح۔۔فوقیت۔۔فضیلت۔
تفوق: برتری۔۔فوقیت۔۔فضیلت۔۔بڑائی۔
تقریب: قربت۔۔قریب کرنا۔۔نزدیک آنا۔
تکذیب: جھٹلانا۔۔جھوٹ بولنے کا الزام لگانا۔
تمثیل: مثال۔۔تشبیہ دینا۔
تمرد: سرکشی۔۔بغاوت۔۔گستاخی۔۔نافرمانی۔
تمسخر: مسخرہ پن۔۔ہنسی مذاق۔
تمہید: کسی بات کا آغاز۔
تناقض: ایک دوسرے کی ضد یا مخالف ہونا۔
تندی: تیزی۔۔سختی۔
توبیخ: ملامت۔۔جھڑکی۔۔سرزنش۔
توہم: وہم۔۔گمان۔
تہدید: ڈرانا۔۔دھمکانہ۔

-- ﴿ ث ﴾ --

ثبات: مضبوطی۔۔پائیداری۔

-- ﴿ ج ﴾ --

جارحیت: حملے میں پہل۔۔ناجائز چڑھائی۔
جماد: بے جان چیز۔۔پتھر۔۔جس چیز میں بڑھنے کی قوت نہ ہو۔
جنم پتر: وہ کاغذ جس پر بچے کی پیدائش کا وقت دن اور مہینہ لکھا جاتا ہے (اس میں پیدائش کے وقت ستاروں کی حالت کا نقشہ بھی بنواتے ہیں۔ اِسی سے بچے کی تقدیر کا زائچہ تیار کیا جاتا ہے تاکہ اُس کی قسمت کا حال معلوم کیا جاسکے۔

جوشن: زرہ۔۔بکتر۔۔جنگ میں چوٹ لگنے سے اپنے کو بچانے کے لیے ایک لباس۔

-- ﴿ چ ﴾ --

چرکا: دھوکا دینا۔۔جُل دینا۔

-- ﴿ ح ﴾ --

حاجب: پردہ۔
حدثوں: گندگی۔۔پلیدی۔۔ناپاکی۔
حرص: لالچ۔۔طمع۔
حشمت: سازوسامانا۔۔فوج۔۔لشکر۔۔جلوس۔۔سواری۔
حصر: گھیرنا۔۔احاطہ کرنا۔۔منحصر کرنا۔
حضرت واھب العطایا: اللہ تعالیٰ، جو ہر چیز کا عطا کرنے والا ہے۔
حظ: حصہ۔۔بخرہ۔۔لطف۔۔مزہ۔
حکم صائب: درست اور ٹھیک حکم۔
حکمت باہرہ: روشن، واضح، صاف صاف حکمت۔
حوادث (حادثہ کی جمع): واردات۔۔واقعہ۔۔صدمہ۔۔سانحہ۔۔ ایکسیڈنٹ۔

-- ﴿ خ ﴾ --

خائب وخاسر: ناکام ونامراد۔
خصومت: عداوت۔۔دشمنی۔۔جھگڑا۔
خفت: خجالت۔۔شرمساری۔۔ندامت۔
خفیف الحرکاتیوں: اوچھی حرکتیں۔۔کم ظرفیاں۔
خواستگار: امیدوار۔۔سائل۔

-- ﴿ د ﴾ --

دارالعمل: عمل کی جگہ، یعنی دُنیا۔
داعیہ: خواہش۔۔مرضی۔
دانا: عقل مند۔۔ہوشیار۔۔دانشمند۔
درماندے: تھکے ہوئے۔۔بے چارے۔۔مصیبت زدہ۔
دغدغہ: تشویش۔۔خدشہ۔۔کھٹکا۔

دقائق (دقیقہ کی جمع): باریکیاں۔۔نکتے۔
دقیقے (دقیقہ کی جمع کے طور پر): باریکیاں۔
دوام: ہمیشگی۔۔مداومت۔

-- ﴿ ذ ﴾ --

ذریت: اولاد۔۔نسل۔

-- ﴿ ر ﴾ --

راجع: رجوع کرنے والا۔۔پھرنے والا۔
راستی: سچائی۔۔درستی۔۔ایمان داری۔۔دیانت۔
رتوندھی: شب کوری۔۔آنکھ کی ایک بیماری جس کے سبب رات کو دکھائی نہیں دیتا۔
رکیک: ناچیز۔۔ادنیٰ۔۔گھٹیا۔
روا: جائز۔۔مباح۔۔درست۔۔ٹھیک۔

-- ﴿ ز ﴾ --

زائل: دُور ہونے والا۔۔کم ہونے والا۔
زجروتوبیخ: ڈانٹ ڈپٹ۔۔لعنت ملامت۔۔جھڑکی دھتکار۔
زندیقوں: وہ اشخاص جو خدا کی وحدانیت کے قائل نہ ہوں۔
زہدوورع: تقویٰ وپرہیزگاری۔

-- ﴿ س ﴾ --

سبقت: کسی سے آگے نکل جانا۔۔پیش قدمی۔۔پہل کرنا۔
سبک: تیز۔
سپَر: ڈھال۔۔آڑ۔۔روک۔
سَراسیمہ: حیران۔۔پریشان۔۔گھبرایا ہوا۔
سطوت: دبدبہ۔۔رعب۔۔قہر۔
سعید: نیک بخت۔۔خوش قسمت۔۔مبارک۔
سفلیات (علویات کی ضد): پستی کی چیزیں۔۔نیچے کی چیزیں۔۔ زمین کی چیزیں۔
سوئی: فصل اور ہریالی جو زمین میں تھی۔

-- ﴿ ش ﴾ --

شادکام: بامراد۔۔کامیاب۔۔خوش حال۔
شاذ: عجیب۔۔انوکھا۔گڑھا ہوا۔
شرائع واضحہ: دینِ اسلام کے واضح یعنی کھلے قوانین۔
شرائع (شرع کی جمع): دین اسلام کے قوانین۔
شقاوت: بدبختی۔۔بدنصیبی۔۔بدمعاشی۔۔سنگدلی۔
شقی: بدبخت۔
شمہ: تھوڑی سی چیز۔۔قلیل مقدار۔
شوم: منحوس۔

-- ﴿ ص ﴾ --

صادر: جاری ہونے والا۔۔نکلنے والا۔۔نافذ۔
صانع: پیدا کرنے والا۔۔خالق۔۔اللہ تعالیٰ۔
صائب: رَسا۔۔پہنچنے والا۔۔ٹھیک۔۔درست۔
صفات بہیمی: حیوانی صفات۔
صناعت: کاریگری

-- ﴿ ض ﴾ --

ضعف: کمزوری۔

-- ﴿ ظ ﴾ --

ظرف: جگہ۔۔برتن۔۔مکانیت۔

-- ﴿ ع ﴾ --

عار: غیرت۔۔شرم۔۔بُرائی۔۔عیب۔
عاری: خالی۔
عاصی: گناہ گار۔۔خطا کار۔
عبث: بےکار۔
عجب: غرور۔تکبر۔۔گھمنڈ۔۔خود بینی۔
عدول: منہ پھیرلینا۔۔اِنکار۔۔رُوگردانی۔
عقوبت: دکھ۔۔سزا۔۔تکلیف۔
علت: وجہ۔۔سبب۔۔باعث۔
علوہمت: عالی ہمتی۔۔بلند ہمتی۔۔اِرادے کی بلندی۔
علویات: فلکی چیزیں۔۔اعلیٰ درجے کی۔۔بلند۔۔آسمانی بلندی کی چیزیں۔
عناد: دشمنی۔۔نفرت۔

-- ﴿ ف ﴾ --

فتور: خرابی۔۔نقص۔۔فساد۔
فراخ: کشادہ۔۔وافر۔
فروتر: کمتر۔
فروتنی: عاجزی۔۔خاکساری۔

-- ﴿ ق ﴾ --

قبض: قابو۔۔بس۔۔دخل۔
قرین: قریب۔۔نزدیک۔۔ملا ہوا۔
قریہ: گاؤں۔
قصہء پارینہ: پُرانہ قصہ۔۔پُرانی داستان۔
قضاء وقدر: وہ حکم جو خدائے تعالیٰ نے کائنات کی نسبت روزِ ازل سے لگا دیئے ہیں۔۔تقدیرِ الٰہی۔۔خدا کی رضاء۔۔نصیب۔
قفل: تالا۔

-- ﴿ ک ﴾ --

کاسب: کسب کرنے والا۔۔کام کرنے والا۔
کٹ حجتی: بےجاہ حجت۔۔فالتو کی بحث۔
کجی: ٹیڑھاپن۔
کفایت: کافی ہونا۔
کنایہ: اشارہ۔۔مبہم بات۔
کنکھیوں: آنکھوں کے کنارے۔۔آنکھ مچکا کر۔
کوتاہ فکر: کم فہم۔۔کم عقل۔۔کم سوچنے والا۔
کوتاہ: چھوٹا۔۔کم۔۔تنگ۔۔پست۔
کھانیں: زمین میں جہاں معدنیات ہوتی ہیں۔

کید: مکر۔۔فریب۔۔دھوکا۔۔دغا۔
کیفرِ کردار: کیے کی سزا۔۔بُرے کام کا بدلہ۔

--﴿ گ ﴾--

گراں بار: ناگوار وزن۔۔تکلیف دہ کام۔۔بھاری۔۔
بوجھ سے لدا ہوا۔
گریزگاہ: بچنے کی جگہ۔
گزران: گزارا۔۔بسر اوقات۔
گوشمالی: تنبیہہ۔۔تادیب۔۔سزا۔

--﴿ ل ﴾--

لغو ولہو: بیہودہ۔۔فضول۔۔واہیات۔۔نامعقول۔
لکنت: ہکلاپن۔۔رُک رُک کر بولنے کا مرض۔
لواطت: اعلام۔۔لڑکوں کے ساتھ بدفعلی۔
لہو ولعب: کھیل کود۔۔سیر تماشہ۔۔عیش ونشاط۔۔ہنسی مذاق۔

--﴿ م ﴾--

مافی الضمیر: مطلب۔۔مقصد۔۔مدعا۔۔غرض۔
ماندے: تھکے ہوئے۔۔عاجز۔
مانع: سدِّراہ۔۔روک۔۔روکنے والا۔
مبادا: ایسا نہ ہو۔۔خدانہ کرے۔۔خدانخواستہ۔
مبالغہ: کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔کسی بات کو بڑھا چڑھا کر
بولنا یا لکھنا۔۔حد سے زیادہ تعریف وبُرائی کرنا۔
مبدل: بدلا ہوا۔۔پلٹا ہوا۔۔تبدیل شدہ۔۔متغیر۔
مبرا: پاک۔۔بےعیب۔۔صاف۔۔منزہ۔
مبہم: مشکوک۔۔وہ جس کا مطلب صاف نہ ہو۔۔
گول مول (بات)۔
متابعت: پیروی۔۔فرمانبرداری۔۔اطاعت۔
متاخرین: بعد کو آنے والے۔۔اَخیر زمانے والے۔
متاع: پونجی۔۔اَساسہ۔۔تجارت کا سامان۔
متانت: سنجیدگی۔۔پختگی۔۔خیالات کی آراستگی اور درستگی۔
متبعین (متبع کی جمع): اتباع کرنے والے۔۔پیروی کرنے والے۔

متجاوز: اپنی حد سے بڑھنے والا۔۔تجاوز کرنے والا۔
متردد: تردد کرنے والا۔۔پریشان۔۔پس وپیش۔
متصف: صفت رکھنے والا۔
متصل: پاس۔۔قریب۔۔لگا ہوا۔۔نزدیک۔۔برابر ملنے والا۔
متضاد: برعکس۔۔خلاف۔۔اُلٹا۔
متضمن: داخل کیا ہوا۔۔شامل کیا ہوا۔
متعذر: مشکل۔۔دشوار۔۔محال کے قریب۔
متعرض: روکنے والا۔۔آگے آنے والا۔
متغیر: بدلا ہوا۔۔پلٹا ہوا۔۔تبدیل شدہ۔
متفاوت: فرق کیا گیا۔۔دُور کیا ہوا۔۔ایک دوسرے سے
دُور ہونے والا۔
متفرق: جدا جدا۔۔الگ الگ۔۔پراگندہ۔۔منتشر۔
متقدمین (متقدم کی جمع): اگلے زمانے کے۔۔سابقین۔
مقتضاء: چاہا گیا۔۔خواہش کیا گیا۔
متمنی: تمنا کرنے والا۔۔آرزو رکھنے والا۔۔خواہشمند۔
متوکلوں: توکل کرنے والے۔۔بھروسا کرنے والے۔۔
صابرین۔
مجتمع: اکٹھا۔۔جمع کیا ہوا۔
محافظت: حفاظت۔۔پاسبانی۔۔رکھوالی۔
محالاتِ خرد: عقلاً ناممکن۔
محامل (محمل کی جمع):
محبوس: اسیر زندانی۔۔مقید۔۔قید میں رکھا گیا۔
محرف: تحریف کیا گیا۔۔مطلب سے پھرا ہوا۔۔بدلا ہوا۔
محلِ نظر: فکر وتامل کی جگہ۔۔جائے غور۔۔موقعِ اعتراض۔
محیط: احاطہ کرنے والا۔۔گھیر لینا۔۔حاوی ہونا۔۔
غالب ہونا۔۔چھاجانا۔
مذموم: بُرا۔۔خراب۔۔قبیح۔
مراجعت: واپس۔۔واپس ہونا۔۔لَوٹنا۔۔رجوع۔
مربوب: جسکی پرورش کی جائے۔۔پروردہ۔۔بندہ۔۔مملوک۔
مزخرفات: دنیا کی جھوٹی چیزیں۔۔واہیات باتیں۔
مزین: زینت دیا گیا۔۔سجایا ہوا۔۔آراستہ۔
مژدہ: خوشخبری۔۔بشارت۔

مستعد: آمادہ۔۔تیار۔۔کمر بستہ۔
مستفیض: فیض چاہنے والا۔۔فیض کا خواہاں۔
مستلزم: کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا۔
مستور: چھپا ہوا۔۔پوشیدہ۔۔مخفی۔
مسرف: فضول خرچ۔
معاند: عناد رکھنے والا۔۔دشمن۔۔مخالف۔
مشاجرات: لڑائی۔۔جھگڑے۔
مشفق: شفقت کرنے والا۔۔مہربان۔۔شفیق۔
مصاحب: ساتھ۔۔ہم نشین۔۔ہم صحبت۔
مصالح (مصلحت کی جمع): نیک صلاح۔۔اچھا مشورہ۔۔مناسب تجویز۔۔حکمت۔۔پالیسی۔
مصائب: مصیبت کی جمع
مصر: اصرار کرنے والا۔۔کسی چیز پر اڑ جانے والا۔
مضاعف: دُگنا۔۔دُونا۔۔دوچند۔
مضطرب: بے چین۔۔بے قرار۔
مطیب: خوشبو میں بسا ہوا۔۔معطر۔
مطیعین (مطیع کی جمع): اطاعت کرنے والے۔۔فرمانبردار۔
معاد: لوٹ کر جانے کی جگہ۔۔واپس جانے کا مقام۔۔عقبیٰ۔۔آخرت۔۔قیامت۔۔حشر۔
معاندین (معاند کی جمع): دشمن۔۔مخالف۔۔عناد رکھنے والے۔
معاودت: واپسی۔۔واپس آنا۔۔لوٹنا۔۔پھر آنا۔
معتقدات: وہ امور جن پر ایمان لایا گیا ہو۔
معدودات:
معدوم: نابود۔۔ناپید۔۔وجود میں نہ ہونا۔
معذبین: سزا دیئے گئے اور عذاب دیئے گئے لوگ۔
معرا: پاک۔۔صاف۔
معصیت: گناہ۔۔قصور۔۔خطا۔۔نافرمانی۔۔انحراف۔
معیت: ساتھ۔۔ہمراہ ہونا۔
مغلوب: دبا ہوا۔۔عاجز۔۔زیر۔۔شکست خوردہ۔
مفضول: فضیلت دیا گیا شخص۔۔فضیلت دی گئی چیز۔
مقتضی: تقاضہ کرنے والا۔
مقدرات (مقدر کی جمع): قسمت کا لکھا۔۔تقدیر۔
مقدرت: بساط۔۔حیثیت۔
مقدم: آگے کیا گیا۔۔پہلا۔
مقہور: قہر کیا گیا۔۔جس پر غصہ ہوا۔
مکافات: عوض۔۔بدلہ پاداش۔۔سزا۔
مکذبوں: جھوٹے۔
مکرر: دوبارہ۔۔پھر سے۔۔دوسری دفع۔
مکلف: تکلیف دیا گیا۔۔عاقل۔۔بالغ۔
مکلفین: مکلف کی جمع۔
ملمع کاری: سونا چاندی چڑھانا۔۔یعنی کسی چیز پر سونے چاندی کا پانی چڑھانا تا کہ وہ چمکدار سونے چاندی کی طرح لگے۔
ملول: اداس۔۔رنجیدہ۔۔غمگین۔
ملیح: نمکین۔۔سلونا۔۔سانولا۔
ممد: مدد کرنے والا۔۔مددگار۔۔معاون۔۔ساتھی۔
ممیز: تمیز کیا گیا۔۔پہچانا گیا۔
منادی: پکارنے والا۔۔اعلان کرنے والا۔
منتشر: پھیلا دینا۔۔پھیلا ہوا۔۔بکھرا ہونا۔
منتہی: نتیجہ۔۔انجام۔
مندرس: مٹا ہوا۔۔کاٹا ہوا۔۔گھسا ہوا۔
مندفع: دفع ہونے والا۔۔دُور ہونے والا۔
منزہ: عیبوں سے بَری۔۔پاک۔۔مبرا۔
منفصل: جدا کیا گیا۔۔علیحدہ کیا گیا۔
منفعتوں (منفعت کی جمع): نفع۔۔فائدہ۔
منہیات (منہی کی جمع): منع کی گئی۔۔ممانعت کی گئی۔
مواخذہ: جواب طلبی۔۔گرفت۔۔بازپرس۔
موزوں: گڑھا ہوا۔
موضع: گاؤں۔
موقوف: انحصار کیا گیا۔
مہتمم: اہتمام کرنے والا۔۔منتظم۔۔سربراہ کار۔

-- ﴿ ن ﴾ --

ناکس: شخص۔۔آدمی۔
ندا: آواز۔۔صدا۔۔پکار۔

نذارت: ڈرانا۔۔خوف دلانا۔
نزاعی: جس میں جھگڑا۔۔فساد اور اختلاف ہو۔
نزھت: خوشی۔۔انبساط۔۔فرحت۔
نفخۂ اولیٰ: قیامت میں جو صور پہلے پھونکی جائے گی۔
نقیض: اُلٹا۔۔برعکس۔۔ضد۔

-- ﴿ و ﴾ --

واثق: مضبوط۔۔پکا۔۔پختہ۔
وجہ تسمیہ: نام رکھنے کی وجہ۔
وعید: سزا دینے کی دھمکی۔۔سزا دینے کا وعدہ۔
وقوف: علم۔۔آگاہی۔۔فہم۔۔سمجھ۔

-- ﴿ ہ ﴾ --

ہکلی: رُک رُک کے بات کرنے والی۔۔لکنت والی۔
ہَوا و ہَوَس: حرص و لالچ۔۔عیاشی۔۔شہوت پرستی۔
ہَول: خوف۔۔اندیشہ۔۔گھبراہٹ۔

-- ﴿ ی / ے ﴾ --

یاس و قنوط: ناامید و مایوسی۔
یاوری: مدد۔۔دستگیری۔۔حمایت۔۔سہارا۔۔اعانت۔
یگانگی: یکتائی۔۔ندرت۔

ہماری دوسری مطبوعات:

اردو ترجمہ قرآن بنام 'معارف القرآن'

مترجم: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

قرآن کریم کا اردو زبان میں نہایت ہی آسان، سلیس اور انوکھا ترجمہ جسکا مطالعہ کرنے سے قرآنِ کریم کا مفہوم دل و دماغ میں اترتا چلا جاتا ہے۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اس ترجمہ کا شروع کا حصہ دیکھ کر فرمایا،

'شہزادے، آپ اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔۔۔'

'مسئلہ قیام وسلام اور محفل میلاد' ﴿۶۴ صفحات﴾

تالیف: مخدوم الملۃ علامہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ

'الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ' ﴿۲۰۷ صفحات﴾

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'محبت رسول ﷺ روح ایمان' ﴿۹۵ صفحات﴾

('حدیث محبت' کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

'تعلیم دین وتصدیق جبرائیل امین' ﴿۱۱۰ صفحات﴾

('حدیث جبرائیل' کی فاضلانہ تشریح)

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

’مقالات شیخ الاسلام‘ ﴿۱۴۰ صفحات﴾

تصنیف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

’اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ‘ ﴿۳۲ صفحات﴾

’حدیث نیت‘ کی محققانہ تشریح‘

شارح: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

’نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس‘ ﴿۴۶ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

’فریضۂ دعوت وتبلیغ‘ ﴿۳۶ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

’دین کامل‘ ﴿۳۲ صفحات﴾

مصنف: حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

مزید براں ادارے کے اشاعتی پروگرام میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

☆---معارف القرآن کا گجراتی اور ہندی میں علیحدہ علیحدہ ترجمہ---☆

☆---معارف القرآن کا تفصیلی تقابلی جائزہ---☆

☆---مضامین معارف القرآن---☆

☆---تفسیر اشرفی کا گجراتی میں ترجمہ---☆

☆---حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دیگر تصنیفات---☆

’تصدیق نامہ‘

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یوایس اے کی کتاب

’سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی‘ ﴿ جلد نہم ﴾

کی طباعت کے وقت اس کے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔علاوہ ازیں ۔۔۔کتاب ھٰذا میں کوئی مضمون ملک و ملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

سید محمد عظمتؔ علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور کراچی پاکستان